پاک ہریانوی زبان، تہذیب و ثقافت اور ادب کا نمائندہ مجلہ

سہ ماہی نوہرہ

شمارہ نمبر 2، اکتوبر 2021 تا مارچ 2022

ناول
بیرو
راناتصویراحمد

فکاھیه
ہرفن مولا
اخترمرزا

افسانه
مھارا پاکستان
زاھد وارثی

افسانه
پچیس ہزار
نجمه عثمان

نوہرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اللہ کے نام گیل جو رحمان رحیم سے۔

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَ جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ
اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ﴿۱۳﴾

اَے لوگو! ہَم نَے تھَارے سَے ایک اَے لوگ اَر لگائی مَے سَے جامیا۔ جیاں سے اَک تھَم ایک دَوجے نَے پچھان سکو، تھَارے کتنے اَے کنُبے اَر قبیلے بنا دیئے سَیں۔ اللہ گے دَھورے آدر آلا وَائے سَے جو گھناں ڈَرنیا سَے۔ یقین جانو اللہ سیانا اَر جاننیا سَے۔
(الحجرات 13)

مترجم: راؤ انعام اللہ خاں

سہ ماہی

نوحہ

(۲)

اکتوبر ۲۰۲۱ء تا مارچ ۲۰۲۲ء

مدیر اعلیٰ

رانا تصویر احمد

مدیران

اختر مرزا، نجمہ عثمان

معاون مدیران

احمد سجاد بابر، اکبر علی چوہان، رانا اورنگزیب

رانا مختار احمد، انور علی رانا، راؤ عمر حیات، فہیم مغل

سہ ماہی

نوہرہ

(۲)

اکتوبر ۲۰۲۱ء تا مارچ ۲۰۲۲ء

پتہ: تصویر محل۔ یونیورسٹی روڈ ملتان پاکستان

ای میل: noharapakistan@gmail.com

ویب سائیٹ: www.nohrapakistan.org

کمپوزنگ: شہباز مغل

اہتمام: **نوہرہ** پبلی کیشن پاکستان

قیمت: فی شمارہ 350 روپے (پاکستان) (علاوہ ڈاک خرچ)

(بیرونِ ملک) 2 ڈالر، 1 پونڈ، 5 درہم/ ریال (علاوہ ڈاک خرچ)

سالانہ: 1200 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

برائے رابطہ (مواد) **0331-6031567**

(ایزی پیسہ، جاز کیش) **0300-7444976**

خط و کتابت: تصویر محل، یونورسٹی روڈ ملتان

فہرست

نمبر شمار	عنوان	لکھاری	صفحہ نمبر
	اداریہ		
1	اداریہ	رانا تصویر احمد	5
	مضامین		
2	ہریانوی رسم الخط اور حروفِ تہجی	جاوید مرزا	6
3	کنور نثار احمد، ہریانوی ادب و تاریخ کے نامور پر چارک	احمد سجاد بابر	12
4	اُردو اور ہریانوی کے لسانی روابط۔۔ساختی و لسانی مطالعہ	ڈاکٹر عمران اختر	15
5	اُردو، ہریانوی کی کوکھ میں	صابر علی صابر	25
6	"سانگ"/ تھیٹر ڈرامہ کی خشتِ اول	رانا تصویر احمد	28
7	راگنی۔ پاکستان میں ہریانوی لوک ادب کی گمشدہ چھوری	اختر مرزا	33
	ناول		
8	بیرو (پہلی قسط)	رانا تصویر احمد	43
	افسانہ		
9	ہریانوی افسانہ۔۔مھارا پاکستان	راؤ زاہد وارثی	50
10	پچیس ہزار	نجمہ عثمان	56
11	ایک سال میں تین حج	زاہد وارثی	58
12	جت گئے بانیے	ملک عالمگیر	62
13	کونسا سائیکل؟	اختر مرزا	65
14	بھنور	انیلہ راؤ	69
	فکاہیہ		
15	ہرفن مولا	اختر مرزا	80
	لوک ادب		
16	ہریانوی کہبت	حاجی منشاد چودھری	83
	شاعری		
17	ہریانوی لوک گیت	وقار شاکر	85
18	رچنا	نوشاد قاصر	88
19	رچنا	راؤ اسلام ناصر	88

فہرست

نمبر شمار	عنوان	لکھاری	صفحہ نمبر
20	رچنا	رانا تاج مرسلین	89
21	رچنا	رانا حسیب الحسن حسیب	89
22	رچنا	ساجد شام	90
23	رچنا	رانا وکیل انجم	90
24	رچنا	کنور واجد علی	91
25	رچنا	شاہد جامی	91
26	ہریانوی نوحہ	رانا اکرام ارشد	92
27	ماں بولی کا گیت	رانا ایم ادریس	92
28	رچنا	اخلاق احمد راؤ	93
29	رچنا	مجاہد ننکانوی	93
30	سُر چنا ۔ سن سینتالیس کا ایک واقعہ	راؤ سعید اجمل	94
	کھیل کود		
31	ہریانوی سپوت ۔۔۔ راؤ سلیم ناظم (ہاکی اولمپیئن)	پروفیسر راؤ جاوید	95
	نوہرہ کارکردگی		
32	تقریب رونمائی نوہرہ میگزین	محمد فہیم مغل	97
33	مادری زباناں کا سالانہ میلہ 2022	اختر مرزا	98
34	انٹرنیشنل کانفرنس برائے پاکستانی زبانوں کا لوک ادب	اختر مرزا	100
	افسانچہ		
35	ماں	آکاش مغل (ہریانوی ترجمہ)	104
	تعارف		
36	نوہرہ ۔۔۔ گوجرانوالہ ٹیم	-	105
37	نوہرہ ۔۔۔ خانیوال ٹیم	-	106
38	نوہرہ ۔۔۔ قصور ٹیم	-	107
39	نوہرہ ۔۔۔ قصور ٹیم	-	108

اداریہ

لیو جی 'نوھرہ' کا دوسرا شمارہ ایب تھارے ہاتھاں میں ہے۔ پہلا شمارہ میں جو مشکلاں آئی ہیں لیکن ایب ہور طرح کی تھیں۔ تھوڑی بوہت دیر سویر تو ہو گی لیکن ہم نے ہمت نیں ہاری۔ ار جٹے رہے آخر اللہ نے مھاری مدد کری ار ''نوھرہ'' کی دوسری کاپی بھی تھارے ہاتھ میں ہے۔ میگزین کا ایک ایک ورقہ جوڑن واسطے بوہت محنت کرنا پڑے ہے۔ سارا ملک میں لوگاں کی منت کرنا پڑے ہے لیکن یو بات ہے کہ مھارے ہریانوی باہن بھائی نیا ادب کی تخلیق کرن میں ایسے بہت سلوار ڈھیلے ہیں۔ شاعری کے میدان میں تو نوشاد قاصر اران کی ٹیم نے لٹھ گاڈ را کھیا ہے۔ روج روج نئیں تو ہر ہفتہ پندرہ دن میں ایک بھرپور مشاعرہ ہو جے سے ار جو شاعری ہون لاگ ری ہے واہ بلاشبہ بہت اے پکی ہے۔ ار الحمد اللہ پختہ شاعر تیار ہوندے آرے ہیں۔ احمد سجاد بابر' کنور واجد' صابر علی صابر' فانی ٹھاکر' راؤ اخلاق 'وکیل انجم' زاہد وارثی' وقار شاکر' انور علی رانا' اختر دولتالوی ایک سے بڑھ کے ایک شاعر ہے۔ لیکن نثر کا نیں ایسے کام ڈھیلا ہے حالانکہ نثر کا میدان میں کام کرنا کافی سوکھا ہے۔ تخلیق' تنقید' مضامین' تراجم' افسانہ' ناول' خاکہ' فکاہیہ' تحقیق' ضرب المثال' کہانی' داستان' ڈرامہ ار ہور بہتیری اصناف سیں۔ لیکن کے بیر الکھن آلے کت جا کے لکھ گے۔ ایب اپنی ماں بولی کا ایسا سوہنا پلیٹ فارم مل گا جتنا مرضی لکھوار ہم نیں بھیج دیو ہم چھاپن واسطے بیٹھے آں ''نوھرہ'' میگزین کے تینوں مدیر ار سارے معاون مدیران تھارے واسطے باٹ دیکھن لاگ رے ہیں تھام بس لکھن آلے بنو۔

2020ء میں جد کرونا شروع ہویا تھا تو سارا ملک میں ایک بار تو بھے چھا گا تھا شروع میں تو لوگاں نیں پابندی بھی کری لیکن جیوں جیوں ٹیم گذردا گیا سارے لوگ کرونا کے عادی ہو گے اس موذی نے مھارے بہت سے قریبی کھا لیئے بہت سارے بیمار ہو کے کمزور ہو گے لیکن ایب آہستہ آہستہ اس بیماری کے اثرات ختم ہوندے جا رہے ہیں اوں بھی ایب کرونا کا بھے بھی مک گا۔ اس جھیرے میں جانے کرونا نے پوری دنیا میں بہت سا جانی ار مالی نقصان کریا ہے ''نوھرہ'' بھی اس کے اثرات سے محفوظ کونی رہیا۔ ''نوھرہ'' تنظیم کے بوہت سارے کام اس کی وجہ سے پورے کونی ہوئے۔ تنظیم سازی' تقریبات' ہریانوی کانفرنس ار ہور بوہت سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گے اللہ کرے تو ایب ملکی حالات ٹھیک ہوندے رے تھم نیں زحمت دیواں گے۔ شاعراں کا انتخاب کتاب بھی تیار ہے ہور بھی بہت ساری خوش خبریاں ان دناں میں تھارے تک پہنچاواں گے نوھرہ کے واسطے تھاری توجہ کی لوڑ ہے۔

مدیر اعلیٰ ''نوھرہ''

ہریانوی کے حروفِ تہجی پر اجمالی نظر

جاوید مرزا

ڈاکٹر شوکت سبزواری اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ ٗحروف آوازوں کی وہ تحریری علامتیں ہوتی ہیں جو حدِ امکان تک آوازوں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ اوران میں مزید اختصار کی گنجائش نہیں ہوتی۔ حروف کا ایسا مجموعہ حروف تہجی کہلاتا ہے۔(۱۸) بابائے اردو مولوی عبدالحق کہتے ہیں کہ: سادہ آوازں کو تحریری علامت میں لانے کا نام حروف ہے۔(۱۹) شرف الدین اصلاحی حروف سے متعلق کہتے ہیں کہ: ہرچند کہ حروف اپنی آزادانہ حیثیت نہیں رکھتے اور صوتیات (Phonetics) کسی زبان میں پائی جانے والی آوازوں کی محض رسمی علامتیں ہیں۔(۲۰) اپنے تجزیات کو تحریری شکل میں پیش کرنے کے لئے ان: رسمی علامتوں: سے آشنائی لازم ہے۔ اردو ہریانوی کے صوتی نظام کے ارتقاء اوران کی تعمیر میں زبانوں کے اثرات کو سمجھنے اور نیز دونوں کے صوتی اشتراک سے شناسائی کے لئے ذیل میں اردو ہریانوی کے حروفِ تہجی کے علاوہ عربی ، فارسی اور سندھی حروف پر مشتمل ایک خاکہ درج کیا جاتا ہے۔

ہریانوی حروف تہجی کے علاوہ اردو، سندھی، عربی اور فارسی حروف پر مشتمل خاکہ۔

نمبر شمار	ہریانوی	اردو	سندھی	عربی	فارسی
1	آ	–	–	–	–
2	ا	ا	ا	ا	ا
3	ب	ب	ب	ب	ب
4	–	–		–	–
5	بھ	بھ		–	–
6	پ	پ	پ	–	پ
7	پھ	پھ		–	–
8	ت	ت	ت	ت	ت
9	تھ	تھ		–	–
10	ٹ	ٹ		–	–
11	ٹھ	ٹھ		–	–
12	–	ث	ث	ث	–
13	ج	ج	ج	ج	ج
14	–	–		–	–
15	جھ	جھ	جھ	–	–
16	–	–		–	–
17	چ	چ	چ	–	چ
18	چھ	چھ		–	–
19	–	ح	ح	ح	–
20	–	خ	خ	خ	خ
21	د	د	د	د	د
22	دھ	دھ		–	–
23	ڈ	ڈ		–	–
24	–	–		–	–
25	ڈھ	ڈھ		–	–
26	–	ذ	ذ	ذ	ذ
27	ر	ر	ر	ر	ر
28	ڑ	ڑ		–	–
29	ڑھ	ڑھ	–	–	–
30	–	ز	ز	ز	ز
31	–	ژ	–	–	ژ
32	س	س	س	س	س
33	–	ش	ش	ش	ش

34	–	ص	ص	ص	–
35	–	ض	ض	ض	–
36	–	ط	ط	ط	–
37	–	ظ	ظ	ظ	–
38	–	ع	ع	ع	–
39	–	غ	غ	غ	غ
40	–	ف	ف	ف	ف
41	–	ق	ق	ق	–
42	ک	ک	ک	ک	ک
43	کھ	کھ	ک	–	–
44	گ	گ	گ	–	گ
45	گھ	گھ	گہہ	–	–
46	–	–	–	–	–
47	ل	ل	ل	ل	ل
48	–	–	گ	–	–
49	لھ	لھ	–	–	–
50	ل	–	–	–	–
51	م	م	م	م	م
52	مھ	مھ	–	–	–
53	ن	ن	ن	ن	ن
54	ں	ں	–	–	–
55	ن	–	–	–	–
56	و	و	و	و	و
57	ہ	ہ	ۃ	ہ	ہ
58	ھ	ھ	ہہ	–	–
59	ی	ی	ی	ی	ی
60	ے	ے	–	–	ے
کل	39	51	52	28	25

۔۔اس خاکے میں ہریانوی حروف کی تعداد بشمول الف ممدودہ آ ،۳۹، اردو کی ۵۱ سندھی کی ۵۲، عربی کی ۲۸ اور فارسی حروف کی تعداد ۲۵ ہے ۔

اردو حروف کی تعداد بنیادی طور پر صرف ۳۵ پینتیس ہے۔ منشی چرنجی لکھتے ہیں کہ: اور اردو زبان کی الف، بے، پے، تے۔ میں (ا، ب، پ، ت، ٹ، ث، ج، چ، ح، خ، د، ڈ، ذ، ر، ڑ، ز، ژ، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ق، ک، گ، ل، م، ن، و، ہ، ی) پینتیس حروف ہیں ۔جن میں سے چار پ، چ، ژ، گ، خالص فارسی حروف ہیں اور آٹھ ث، ح، ص، ض، ط، ظ، ع، ق، خالص ہندی یا ناگری حروف ہیں ۔ باقی حروف ایسے ہیں جو عربی فارسی دونوں میں آتے ہیں ۔: (۲۱)

ہم نے دس قدیم ہائیوں (Aspirates) کو ہریانوی کی رعایت سے شامل کیا ہے۔ جبکہ دو حروف ہریانوی کی مخصوص آوازوں کی ادائیگی کے لیے لازم ہیں جو اردو، عربی اور فارسی میں شامل نہیں ہیں ۔: ہائیہ: آوازیں: اس سبب سے کہا جاتا ہے کہ ان میں حروف کے ساتھ: ھ: کو بطور لاحقہ ادا کیا جاتا ہے۔

اگرچہ یہ تمام آوازیں باہم ملی ہوئی نہیں ہیں تاہم چند اصل اور قدرتی آوازیں ہیں جبکہ چند ملی ہوئی۔ ایسی آوازیں اردو، ہریانوی اور سندھی سمیت تقریباً تمام مقامی بولیوں میں شامل ہیں۔ دیوناگری رسم الخط میں ان آوازوں کیلئے مفرد حروف وضع کیے جاتے ہیں جبکہ عربی اور فارسی رسم الخط میں ان آوازوں کو لکھے ہوئے حروف کی شکل میں: ھ: سے ملا کر لکھا جاتا ہے۔ ذیل میں دیوناگری، ہریانوی، اردو

دیوناگری										
ہریانوی	بھ	پھ	تھ	ٹھ	جھ	چھ	دھ	ڈھ	کھ	گھ
اردو	بھ	پھ	تھ	ٹھ	جھ	چھ	دھ	ڈھ	کھ	گھ
سندھی					جھہ				ک	گہہ

اور سندھی زبانوں میں ان آوازوں کی اشکال پیش کی جاتی ہیں:

عربی فارسی حروف:

اردو نے اپنی حروف تہجی کی بنیاد صرف عربی پر رکھی ہے اور ٹھیٹ ہندی اور فارسی آوازوں کے لیے عربی حروف میں ضروری ترمیم کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ: ''اردو حروف عربی حروف سے ماخوذ ہیں۔جنہیں ڈاکٹر جونز نے خود عربی کے لیے بڑی حد تک جامع اور مکمل بتایا تھا۔ٹھیٹ ہندی اور فارسی کے لیے عربی میں ترمیم کر کے انہیں اردو کے مزاج کے مطابق ڈھال لیا گیا''۔(۲۲)

جیسا کہ اردو کے حروف کی بنیاد عربی فارسی حروف پر رکھی گئی ہے اور پاک ہند میں اردو فارسی رسم الخط میں لکھی پڑھی جاتی ہے اسی سبب سے ہمیں ہریانوی کو تحریری ضابطے میں لانے کے لئے فارسی خط کو ہی ترجیح دیتے ہوئے اپنا لینا چاہیئے تا کہ ایک معروف اور عام فہم رسم الخط ہی اس زبان کے الفاظ کو درست خطوط پر ضابطہء تحریر میں لا سکے۔اسی بنیاد پر ہریانوی مصوتوں کے لیے حروف تہجی کا انتخاب کیا جانا چاہیئے۔ چونکہ ہریانوی میں عربی الفاظ کے مصوتے مفقود ہیں اسی وجہ سے عربی کے آٹھ حروف ث، ح،ص،ض، ع اور ق کو ہریانوی حروف تہجی سے الگ کیا گیا ہے۔تاہم عربی الفاظ کی ادائیگی کے لیے ان حروف کا استعمال بھی امکان سے خالی نہیں ہے۔اسی طرح فارسی کے چار حروف پ،چ،ژ اور گ میں سے 'ژ' کے علاوہ تینوں مصوتے ہریانوی میں پائے جاتے ہیں لہٰذا 'ژ' کے علاوہ فارسی کے تینوں حروف کو تختی کا حصہ رہنے دیا جائے۔

ڈاکٹر احسان الحق لکھتے ہیں کہ: 'لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ عربی حروف میں تغیر کے ذریعے فارسی آوازیں حاصل کی گئیں۔ بلکہ فارسی الفاظ و کلمات بھی اردو میں اسی طرح داخل ہوئے جس طرح عربی الفاظ۔پھر ان دونوں زبانوں کے الفاظ و کلمات کی روشنی میں اردو حروفِ تہجی ترتیب دیئے گئے۔ یہ اور بات ہے کہ خود فارسی کی بناء عربی حروف پر ہے۔(۲۳)

عربی فارسی مصوتوں کو ہریانوی انداز میں ہی ادا کیا جانا زبان کا حسن ہے' اور اس میں کچھ مضائقہ بھی نہیں کہ ہر زبان دوسری زبان کے الفاظ کو اپنے انداز اور مصوتوں سے ہی ادا کرتی ہے اس کی واضح مثالیں عربی' فارسی اور انگریزی میں نمایاں طور پر ملتی ہیں۔

مشترق ہندی حروف؛

عربی فارسی حروف کو الگ کرنے کے بعد اردو ہریانوی میں جتنے مشترک حروف باقی بچتے ہیں وہ خالص ہندوستانی آوازوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔متذکرہ بالا دو حروف ''ل☆'' اور ''ن☆'' کے علاوہ اس قبیل کے جتنے حروف اردو میں پائے جاتے ہیں وہ سب ہریانوی میں بھی موجود ہیں۔ ہر چند کہ رسم الخط میں بھی کسی نوعیت کی تبدیلی کی چنداں ضرورت نہیں رہی ہے۔ ہندی میں مستعمل متعدد آوازیں چونکہ عربی اور فارسی میں نہ تھیں اس لیے انہیں عربی فارسی حروف میں جزئی علامتیں بڑھا کر خالص دیسی آوازوں کے لیے حروف بنا لیے گئے۔

شرف الدین اصلاحی لکھتے ہیں کہ: ''اردو نے کوزی یا معکوسی آوازوں کے لیے قریب المخرج سادہ غیر منقوط حرفوں پر علامت ''ط'' کا اضافہ کر کے ت سے ٹ' د سے ڈ' اور ر سے ڑ بنا لیا اور ہائیہ یعنی مخلوط بہ ہائے ہوز آوازوں کے لیے اسی مخرج کے سادہ حرفوں پر علامت ''ھ'' کا اضافہ کر کے ب سے بھ' ت سے تھ' ٹ سے ٹھ' ج سے جھ' چ سے چھ' د سے دھ' ڈ سے ڈھ' ک سے کھ' گ سے گھ بنا لیا:۔(۲۴)

ہریانوی حروف کی تشکیل:

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ ہریانوی کا کوئی خاص رسم

الخط سرے سے نہیں رہا ہے۔ اسے لکھنے کے لیے ہندوستان میں دیوناگری جبکہ پاکستان میں نستعلیق خط میں ہی لکھا جاتا ہے۔تاہم ہریانوی میں دو مخصوص آوازوں:ل☆ن:اور :ن ☆ ن: کی موجودگی کے حوالے سے دیوناگری میں بالترتیب :():اور:():واضع کیے جاچکے ہیں جبکہ نستعلیق میں ان دونوں آوازوں کے لیے حروف نہیں بنائے گئے ہیں۔ہم ان حروف کی تشکیل پہلے سے موجود حروف پر چھوٹی ط کے نیچے ایک نقطہ بڑھا کر بنا سکتے ہیں۔

ہریانوی کے مخصوص حروف:

ہریانوی کے مخصوص حروف سے مراد وہ حروف ہیں جو ہریانوی میں ہیں لیکن اردو میں موجود نہیں ہیں۔ان حروف اور ان کی آوازوں کا اردو اور خود ہریانوی کے دوسرے حروف سے تعلق معلوم کرنے کے لیے ایک مفصل بحث کی ضرورت ہے۔

ہریانوی میں ادا کیے جانے والے ان مخصوص حروف میں اردو حروف تہجی میں پہلے سے موجود حروف: ل اور ن : پر چوٹی طوئے کے نیچے نقطہ لگا کر امتیاز کیا جا سکتا ہے۔حال ہی میں اس نوعیت کا رسم الخط سرائیکی اور پنجابی کے لیے بھی وضع کیا جا چکا ہے۔

ہریانوی میں درج ذیل دو حروف اردو، عربی اور فارسی سے مختلف ہیں:

ل☆(لن) لام کی یہ آواز ہریانوی اور پنجابی زبان کے مشترک ہے۔اس کا تلفظ ادا کرتے ہوئے زبان کا سِرا مڑ کر تالو کے درمیانی حصہ کو نرمی سے چھوتا ہے اور آواز ہونٹوں سے باہر نکلتی ہے۔یوں اس کا تلفظ 'لام' اور 'ڑ' کے مابین ادا کیا جاتا ہے۔

نٹن ۔۔۔ نون (نون) کی یہ مخصوص آواز ہریانوی، پنجابی، سندھی اور سرائیکی زبانوں میں مشترک ہے۔ اس کا تلفظ ادا کرتے وقت "لن" کی ادائیگی کی طرح زبان کا سرا مڑ کر تالو کے درمیانی حصہ کو نرمی سے چھوتا ہے جبکہ آواز ناک سے باہر نکلتی ہے۔ جبکہ اس کا تلفظ "ن" اور "ڑ" کے مابین ادا کیا جاتا ہے۔

ا۔ اردو اور ہریانوی حروف تہجی میں :ل: یا اور :لڑ: میں اختلاف پایا جاتا ہے۔مثلاً :ل: کا تلفظ :کل: کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جبکہ :لڑ: کا استعمال :ہلڑ: (ہل) کے لیے عمل میں لایا جاتا ہے۔اسی طرح اردو میں :ن: جبکہ ہریانوی میں :ن: کے علاوہ :نڑ: کا استعمال بھی لازم ہے مثلاً: اردو میں: پانی: کے لیے :ن: کا تلفظ استعمال کیا جاتا ہے۔جبکہ ہریانوی میں : پانڑی: تلفظ کیا جائے گا۔ان دونوں حروف کو بیک وقت ادا کیا جائے گا تو درست تلفظ ادا کیا جا سکے گا۔"ن" اور :ڑ: کو اس طرح تلفظ کرتے ہوئے "ن" کو غُنہ کرتے ہیں اور "ڑ" کو فوراً اس کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔سندھی زبان میں اسی تلفظ کے لیے "ن" کے درمیان میں "ط" کی اضافت سے بالکل یہی حرف وضع کر لیا گیا ہے۔

۲۔ اگرچہ ایسا کرنے میں ان دونوں تلفظات میں التباس کا حتمی احتمال بھی مدنظر رہے گا۔تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ ان دونوں حروف کے لیے "ن" اور "ل" کو مخصوص نشان دیا جائے اور یا پھر نئے سرے سے حروف وضع کیے جائیں۔ بالکل اسی طرح جیسے اردو کے حروف تہجی وضع کرتے وقت مختلف حروف کو نقطوں کی اضافت کے ساتھ وضع کیا گیا ہے۔

۳۔ ہندوستان میں ہریانوی الفاظ کی ادائیگی کے لیے دیوناگری رسم الخط کی بدولت ان دونوں حروف کے لیے علیحدہ علیحدہ حروف وضع کر لیے گئے ہیں اور اسی سبب سے دیوناگری رسم الخط میں ہریانوی الفاظ کی ادائیگی انتہائی آسان ہو گئی ہے۔ دیوناگری میں "ل" کے لیے () استعمال کیا جاتا ہے جبکہ "لڑ" کے لیے () کا استعمال عمل میں لایا جاتا ہے۔ "ن" کے لیے () جبکہ "نڑ" کے لیے () کا حرف وضع کر لیا گیا ہے۔

۴۔ چونکہ پاکستان میں ہریانوی زبان کے بولنے والے تو ہر جگہ موجود ہیں لیکن لکھنے کا کام تا حال درست خطوط پر شروع نہ ہونے

کے باعث اس زبان کو ضابطہ تحریر میں لانا چنداں گزارا رہا ہے۔یہی سبب ہے کہ تاحال کمپیوٹر پر کمپوزنگ کے لیے بھی ہریانوی کا کوئی کلیدی تختہ منظر عام پر نہیں آ سکا ہے۔

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی لکھتے ہیں کہ: ''اہل فارس نے جب عربی حروف کو اپنی زبان کے لیے اختیار کیا تو اپنی خاص آوازوں کے لیے عربی حروف پر نقطے لگا کر نئے حروف بنالیے۔مثلاً ب پر دو نقطے بڑھا کر پ، ج پر دو نقطے بڑھا کر چ اور ر پر تین نقطے بڑھا کر ژ بنائے گئے۔(۲۵)

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ ہریانوی کا ایک مخصوص حرف ن: سندھی، سرائیکی اور دیگر بولیوں میں بھی مستعمل ہے۔اس حروف کی بناوٹ اور مصوتے سے متعلق ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی فرماتے ہیں: ''یہ نون غنہ اور'' اور'ڑ' (نو+ڑ) سے مرکب ہے اور ہندی سنسکرت کے () کا جانشین ہے۔کو ہم اردو میں لکھنا چاہیں تو بڑی آسانی سے 'نڑ' کی شکل میں لکھ سکتے ہیں۔رہا اس کا تلفظ ادا کرنا، تو اگر نون غنہ اور ڑ کو الگ الگ اہل اردو بول سکتے ہیں تو ترکیب کی صورت میں انہیں کیوں نہیں بول سکتے۔قدیم اردو میں یہ آواز اور اس کا املا 'نڑ' پائے جاتے ہیں مثلاً بعض پرانے نسخوں میں ''کھانا'' کی بجائے ''کھانڑا'' اور 'دانہ' کی بجائے 'دانڑا' لکھا ہوا ملتا ہے۔(۲۶)

اگرچہ اصلاحی صاحب نے اس حرف کے تلفظ کی ادائیگی کے حوالے سے ایسا کہہ تو دیا تاہم ''ن اور ڑ'' کو مرکب بنا کر لکھنے سے اس کے تلفظ کی مناسب ادائیگی ناممکن ہے۔کیونکہ اول تو اردو زبان میں نون غنہ سے شروع ہونے والے الفاظ موجود نہیں ہیں کہ ان کی ادائیگی کی مشق ہو۔دوم یہ کہ ان دونوں حروف کو ترکیب سے لکھنے پر ''نڑ'' کی آواز پیدا ہوگی۔لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اردو میں اس حرف کو خاص علامت کے ساتھ وضع کیا جائے تا کہ ہریانوی، پنجابی، سندھی یا سرائیکی الفاظ کے لکھنے اور تلفظ کے ادا کرنے میں چنداں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

ہر چند کہ قدیم اردو کتب میں یہ آواز اور اس کا املا 'نڑ' پائے جاتے ہیں تاہم قدیم اردو میں اس تلفظ کا رواج عام ہونے کی وجہ سے اردو میں بھی بولا جاتا تھا جسے اصلاح زبان کے زمرے میں لا کر ترک کر دیا گیا۔جبکہ ہندی یا سنسکرت کے ایسے تمام الفاظ، جن میں یہ آواز آتی ہے، جب اردو نے اپنائے تو ان میں () نڑ'' کو''ن'' سے بدل لیا۔مثلاً :''کارن'' پران'' وغیرہ اصل میں'' کارنڑ''' پرانڑ'' تھے۔

اسی حرف کی بہتر نشاندہی اور تلفظ کی ادائیگی کے حوالے سے اصلاحی صاحب فرماتے ہیں کہ: 'اپنے مقالے میں ہم نے اس کے لیے 'نڑ' کی علامت اختیار کی ہے۔تا کہ ''ٹ'' سے ممتاز رہے، مثلاً سندھی کے لفظ ''چنٹی'' کو ہم اردو رسم الخط میں ''چٹنڑ'' لکھیں گے:(۲۷)

اردو کے برعکس ہریانوی نے اس آواز کو محفوظ رکھا۔ایسے الفاظ جن میں صرف اتنا فرق ہے کہ اردو میں جہاں ''ن'' ہے وہاں ہریانوی میں وہ (نون) سے بدل جاتا ہے۔اردو ہریانوی میں ایسے مشترک الفاظ کی ایک طویل فہرست تیار کی جا سکتی ہے۔

حرکات وعلل:

عربی کے وہ تمام حروفِ علت ا۔و۔ی اور حرکاتِ ثلاثہ زبر۔زیر۔پیش،تنوین، جزم، مدشد جو اردو میں پائے جاتے ہیں انہیں

۱	زَبَر	(فتحہ)	گد	(کب)
۲	زیر	(کسرہ)	نِیر	(پانی)
۳	پیش	(ضمہ)	سُر	(گانے کا سُر)
۴	الف	ا	سا	
۵	یائے معروف	ی	بِیر	(بھائی)
۶	یائے مجہول	ے	دیر	(تاخیر)
۷	یائے ماقبل مفتوح	ئ	اُورَے ۔اوڑے۔کڑے	(یہاں۔وہاں ۔کہاں)
۸	واوِ معروف	وُ	سُوں	(ہوں)
۹	واوِ مجہول	و	سو۔دو۔رو	
۱۰	واوِ قبل مفتوح	وَ	سَو	(100)

ہریانوی میں بھی من وعن برتا جا سکتا ہے۔ ذیل میں تمام مثالیں ہریانوی سے دی گئی ہیں۔

حرکات:

حروف جعلت:

علاوہ ازیں ہریانوی بولی کو زبان کی سطح پر لانے کے لیے اردو سے ہریانوی کے صوتیاتی اشتراک کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے تاہم وقت کی نزاکت کے پیش ،نظر اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے البتہ آئندہ آرٹیکل میں ان توضیحات کو بھی پیش کیا جائے گا۔جن میں ہریانوی صوتیات ،توضیحی تعلقات ،مصمت صوتیوں کی تقابلی فہرست ،ہریانوی مصوتے ،منفوس مصوتے اور انفعی مصوتے۔صوتی تغیرات جن میں صوتی تبدیلیاں اور مصوتوں کی تبدیلی کی انفرادی اور عجیب مثالیں بھی پیش کی جائیں گی۔

اس کے ساتھ ساتھ ہریانوی تشکیلیات جن میں مشتق الفاظ ،مرکب الفاظ ،اسم فاعل بنانے کا قاعدہ ،اسم مفعول بنانے کا قاعدہ ،اسم حالیہ ،مرکبات عطفی ،توصیفی و اضافی مرکبات بھی وقت کے پیش نظرفی الحال بیان نہیں کیے جا رہے ہیں۔

قواعد کے اعتبار سے ہریانوی اسم ،جنس ،رشتے داروں کے نام ،واحد جمع ،حالت ،ضمیروں کا اشتراک ،اسمائے اشارت ،ضمائر ،فعل پر بھی سیر حاصل گفتگو کی جا سکتی ہے اور ایک طویل فہرست تیار کی جا سکتی ہے ۔نحوی حوالے سے بھی ہریانوی زبان میں مبتدا ،مفعول ،موصول اور جواب موصول ،متعلقات وتوابع ،تمیز ،حروف جر ،مرکب اضافی ،توصیفی ،عطفی ،اشاری ،عددی ،ندائی ،جملے ،ہم رتبہ جملے ،وصلی جملے ،تابع جملے اور جملہ شرطیہ کو مفصل بیان کیا جا سکتا ہے۔

ذخیرہ الفاظ پر غور کیا جائے تو ہریانوی زبان اپنے اندر میں ایک وسیع ذخیرہ الفاظ رکھتی ہے جس کی نشاندہی او پر ڈاکٹر عمران اختر کے بیان سے بھی ظاہر کی گئی ہے۔علاوہ ازیں ہریانوی کے پاس مشترک ذخیرہ الفاظ کا بھی وسیع خزانہ موجود ہے جن میں ہندی الاصل مشترک الفاظ ،عربی الاصل مشترک الفاظ ،فارسی الاصل مشترک الفاظ اور انگریزی کے مشترک الفاظ کی بھی طویل فہرست تیار کی جا سکتی ہے۔

☆☆☆

کنور نثار احمد، ہریانوی ادب و تاریخ کے نامور پرچارک

احمد سجاد بابر

مکمل اور مطمئن زندگی جینا صرف خدمتِ خلق کی بدولت ہی ممکن ہے کہ انسان چلے تو سارے زمانے کو ساتھ لے کر چلے، سوچے تو اجتماعیت کے ساتھ، جئے تو سب کے لئے جئے۔۔۔اسی سوچ کے مجسم پیکر، ہریانی زبان کے علمبردار، راجپوت ثقافت کا سبق دینے والے، عمر بھر راجپوت تاریخ کو کتابوں میں ڈھالنے والے کنور نثار احمد 17 مارچ 2010 کو مٹّی کے پیکر سے رخصت ہو کر دائمی جہان کو رخصت ہوئے تو ان کے چہرے پر وہ ملکوتی سکون تھا جو صرف ان لوگوں کے چہرے پر ہی ممکن ہوتا ہے جنہوں نے اک اک سانس معاشرے اور لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے بِتائی ہو، کنور نثار احمد ایک فرد نہیں ایک تحریک تھے، ایک مٹی کا پیکر نہیں بلکہ ایک سوچ تھے، ایک تفکر تھے، آپ ان افراد میں سے تھے جن کے لئے "ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ" کا مصرعہ بنا، آپ حلقہ یاراں میں ریشم اور رزمِ حق و باطل میں فولاد تھے، آپ بات کے دھنی اور قول کے پکے تھے، آپ اکثر کہتے تھے کہ دھکا دے دو دھوکہ نہ دو اور انہوں نے یہ ثابت کر کے دکھایا، آپ سادہ رہے اور سادگی کا درس دیا، آپ دوسروں کے لئے جئے، زمیں پر رہے اور آسماں کی بات کی، اپنے گھر کے ننھے چراغ کو سورج سے برتر جان کر مطمئن رہے۔۔۔۔1940 میں بوانی کھیڑہ ضلع حصار میں آنکھیں کھولنے والے کنور نثار احمد نوعمری میں ہی ہجرت کر کے اپنے والدین کے ہمراہ لودھراں کے نواحی گاؤں ڈانوراں آٹھہرے، تعلیمی سلسلہ چلتا رہا اور آپ نے ایم اے، بی ایڈ، ایل ایل بی کرنے کے بعد لودھراں میں ہی بطور وکیل اپنے کیریئر کا آغاز کر دیا۔ ایک قانون دان کی حیثیت سے آپ نے بہت نام کمایا اور آپ کا شمار لودھراں کے نامور اور ایماندار وکلاء میں ہوتا تھا۔

راجپوت ادب ، تحقیق آپ کی شخصیت کا نمایاں حصہ تھا، بطور محقق آپ کی پہچان پاکستان کے علاوہ ہندوستان کے بام و در تک تھی اور اس کی وجہ علم و تحقیق سے مزّین آپ کی پانچ شاہکار کتب تھیں۔ آپ کی پہلی تصنیف کا موضوع مشرقی پنجاب سے ہجرت کے واقعات تھے۔۔۔کس پر کیا بیتی۔۔۔کون کیسے آیا۔۔۔کشت و خون کے دریا کیسے عبور کئے وغیرہ۔ کتاب کا نام "جب پاکستان بنا" تھا۔ آپ نے الگ الگ ابواب میں دہلی، کرنال، الور، بوانی، بھوانی، رہتک، حصار، ہانسی، لوہاری، مالکہ سوانہ، بلیالی، دھول کوٹ، کپور تھلہ، ریواڑی، گھرونڈہ، کلانور وغیرہ کے احوال مفصل بیان کئے، یہ بجا طور پر گم گشتہ یادوں کو وقت کی دھند میں گم ہونے سے بچانے کی ایک کوشش تھی۔۔!! واقعات کی تحقیق کے لئے آپ کئی بار انڈیا گئے، وہاں پر ان واقعات کے چشم دید گواہوں، زندہ کرداروں سے انٹرویو کئے، لٹریچر چھانا اور پھر یہی طریقہ کار پاکستان میں اختیار کیا جس کی وجہ سے اس تحقیقی شاہکار کی صحت اور سچائی مسلمہ ہوگئی۔۔ چونکہ یہ تخلیق محض ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر نہیں کی گئی تھی بلکہ اس کے لئے دشت نوردی کی گئی تھی، اسی وجہ سے نیشنل بک فاونڈیشن نے اسے ریفرنس بک قرار دیا جو بجا طور پر آپ کے فن کا اعتراف تھا، آپ کی دوسری تصنیف " پھر ساون آیا رے" راجپوتی کلچر پر تھی، جس میں آپ نے ساون کے موسم میں ہریانہ میں ہونے والی ہلچل، رسمیں، پہناوے، پکوان، کھیل، گیت اور ثقافت کو تفصیل سے بیان کیا۔ اس کے لئے آپ نے بزرگوں سے انٹرویو کیے، ان سے اُس دور کے گیت، کہاوتیں، راگنیاں اکٹھی کیں

اور بیان کیا کہ جب ساون کی جھڑی لگتی تو لباس اور کھانوں میں کیا تبدیلیاں آتیں، کونسے گیت گائے جاتے۔ وصل، ہجر، تڑپ کے کونسے گیت بے اختیار ہونٹوں پر آ جاتے۔۔۔ یہ شاہکار تصنیف اس وجہ سے بھی سرمایہ ہے کہ اس موضوع پر پاکستان میں یہ واحد کاوش ہے، ان معلومات کو یکجا نہ کیا جاتا تو یہ بزرگوں کے ساتھ ہی خاک میں جا ملتی تھیں۔۔۔ ہندوستان کے مشہور ناول نگار کشمیری لال ذاکر نے خاص طور پر تحسینی الفاظ ارسال کیے کہ جس کام کے لئے ہندوستان میں ادارے مصروفِ کار ہیں وہ آپ تنِ تنہا کئے جا رہے ہیں۔۔!!

آپ کی تیسری تصنیف "انمول رتن" ہے جس میں مشہور دوہا نگاروں جیسے تلسی داس، گرونانک، بھگت کبیر، امیر خسرو کے علاوہ آپ کا اپنا کلام بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ ہریانوی ضرب الامثال اور محاورے تشریح کے ساتھ شامل ہیں۔ آپ کا نمونہ کلام حاضر ہے:

سنسار سرائے پل دو پل کی کاہے کو اِترانا
رین بھون کو چھوڑ کے آخر امر بھون کو جانا

☆☆☆

جوڑی بچھڑی نہ بھلی اور بھلا نہ جیون کال
ماں بھلی نہ پُوت بنا اور بنا گود کے لال

☆☆☆

پہلا جادو رُوپ اور دُوجا جادو راگ
تیجا جادو لکشمی اور چوتھا جادو بھاگ

☆☆☆

کچّے گھر کو گھر کہیں، پکّے گھر کو گور
پکّے گھر کو جب کوئی جائے، لوگ مچائیں شور

☆☆☆

سُولی سوکن ایک برابر جو تُرت نکالیں جان
سوکن سے تو سُولی بھلی، جان سکے تو جان

☆☆☆

مانگن سے موت بھلی، مانگ کبھی نہ بھیک
مانگن گیا سو مر گیا، بھیک کبھی نہ ٹھیک

☆☆☆

ماٹی کے مرے گھر گھروندے، ماٹی کا میں آپ
ماٹی میں جب ماٹی مل جائے، ماٹی بن جائے آپ

آپ کی چوتھی تصنیف "راجپوتی رسم و رواج" بھی ایک منفرد موضوع پر اچھوتی کاوش تھی، اس موضوع پر پاکستان میں پہلی تصنیف جسے محققین نے بے حد سراہا۔۔ ناقدین نے اسے جمود توڑنے والا تازہ ہوا کا جھونکا قرار دیا اور ریسرچ سکالرز نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس شاہکار میں راجپوتوں کے مختلف رسوم، روایات کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا جن میں شادی، مرگ، خوشی، غمی، جنگ، تہوار، پیدائش، کھیل، تماشے، مامتا، دوستی، دشمنی وغیرہ جیسے مواقع کے رواج شامل کئے گئے نیز مروّجہ اور متروک رواجوں کی درجہ بندی بھی کی گئی۔ آپکی پانچویں تصنیف "تاریخِ بوانی کھیڑہ، ڈانوراں، بلیالی، سوانی مع مستند شجرہ جات" تھی جس کے لیے آپ کو کئی مرتبہ انڈیا جانا پڑا کیونکہ وہاں شجرہ نویسی کا کام سرکاری سرپرستی میں ہوتا ہے، شجرہ مرتب کرنے اور ریکارڈ رکھنے والوں کو "جاگے" کہتے ہیں اور اُن کی گواہی باقاعدہ عدالت میں تسلیم کی جاتی ہے، وہ حضرات بھی بڑی سے بڑی ترغیب کو ٹھکرا دیتے ہیں مگر اپنے پیشے کا تقدّس کبھی مجروح نہیں ہونے دیتے۔ کنور نثار احمد نے اس تصنیف میں نہ صرف شجرہ جات بلکہ اپنے سابقہ گاؤں "بوانی کھیڑہ" اور حالیہ گاؤں "ڈانوراں" بلکہ بلیالی اور سوانی کی مفصل تاریخ بھی بیان کی جو راجپوتوں کے مشہور گاؤں تھے۔ آنے والی نسلیں آپ کا

یہ قرض کبھی نہیں اتار سکتیں کہ جب وہ اپنی شناخت کے لئے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہوں گے تو کنور نثار احمد کی تصانیف چراغِ سرِ راہگذر کی مثل ان کو راستہ دکھائیں گی۔۔!!

کنور نثار احمد کا ایک اور اہم کارنامہ ہریانوی گیتوں، ڈراموں کو وڈیو کی شکل میں محفوظ کرنا بھی ہے آپ نے منتخب گیتوں کو CD پر "امر گیت" کے نام سے ریلیز کروایا اور اسے ہندوستان بھی بھیجا جہاں آپ کے کام کو بے حد سراہا گیا۔آپ مختلف رسائل و جرائد کے مشاورتی اور ایڈیٹوریل بورڈ کا حصہ بھی رہے جن میں "راجپوت فیملی کراچی، پیام راجپوت کراچی، جہانِ راجپوت لاہور، راجپوتاں بہاولپور وغیرہ" نمایاں نام تھے۔آپ اپنے کام کی بدولت ہر فورم پر جانے جاتے تھے،آپ کا مقولہ "Live simple,think high" تھا اور آپ اس کی زندہ تفسیر تھے،اجتماعی سوچ آپ کا وصف تھا جس کا سب سے بڑا ثبوت عمر بھر اپنی شناخت،اپنے کلچر کے لئے جدوجہد تھی،اپنے گاؤں میں 1970 میں گھر گھر چندہ جمع کر کے ماڈل ہائی سکول کی بنیاد رکھی جس سے اس دور میں کئی بیچ میٹرک کرنے میں کامیاب رہے،بعد میں یہ ادارہ حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ڈانوراں ہائی سکول میں 5 کنال زمین عطیہ کی اور آج یہاں تشنگانِ علم اپنی پیاس بجھاتے ہیں،سکول 37 لاکھ کی گرانٹ زمین کی کمی کے باعث واپس ہوئی تو آپ اس گرانٹ کو واپس لائے اور ایک بار پھر زمین عطیہ کی۔غرضیکہ آپ اجتماعیت کے پیکر تھے۔۔!!

ایک وقت وہ تھا جب رابطے مشکل تھے،سفر لمبے اور راستے کچّے،ٹوٹے پھوٹے تھے،معلومات تک رسائی دشوار تھی،لوگ خطوط کے ذریعے حالِ دل سناتے تھے۔اس دور میں کنور نثار احمد نے اپنی زبان کا سوچا،اس کے لئے لٹریچر جمع کرنے کا عزم کیا،چاروں جانب اندھیرا تھا،معلومات ناپید تھی،تعلیم اور شعور کی کمی تھی،وسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔آپ نے قلم اٹھایا اور شاہکار تصانیف تخلیق کرتے چلے گئے۔آپ نے پاک و ہند کے طول و عرض میں سفر کیا۔دردِ دل رکھنے والے ہم خیال جمع کیئے۔آپ کا منصوبہ سانگیوں اور جوگیوں کا صدری علم کتابی شکل میں محفوظ کرنے کا تھا۔اس کے لئے آپ نے ہریانہ اردو اکیڈمی ،ڈانوراں کی بنیاد رکھی اور اس کے پلیٹ فارم سے ڈانوراں (لودھراں)، دنیا پور، بہاولپور، ترگڑھ (بستی ملوک) میں ''ہریانوی ادبی سنگت'' کے نام سے سُرسنگیت سے متعلقہ ہریانوی لوک فنکار جمع کئے اور ان پروگراموں کی ویڈیو ریکارڈنگ کی،ان کی کارروائی کتابچے کی شکل میں شائع بھی کی گئی۔ان فنکاروں کو نقد انعام سے نوازکر اس دم توڑتے فن کو سانسیں پھونکیں۔ان محفلوں میں ہریانوی لوک فنکاروں کا ہر چھوٹا بڑا نام شامل ہوا۔بلاشبہ یہ ایک عظیم منصوبہ تھا جو ان کی بیماری اور صحت کے مسائل کی وجہ سے ادھورا رہ گیا۔آپ نے سندھی لوک داستان ''عمر ماروی'' کو بھی ہریانوی کے قالب میں ڈھالنے کا کام شروع کیا،جو ادھورا رہ گیا۔آپ PTV پر ہریانوی پروگرام شروع کروانے اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں ہریانوی کو بطور زبان شامل کروانے کے لئے بھی کوشاں رہے۔کئی بار اسلام آباد گئے اور اعلیٰ حکام سے ملے لیکن رکاوٹ ایک ہی رہی کہ ہمارے پاس مطبوعہ مواد نہیں تھا،اس کے بعد کنور نثار احمد نے تحریر و تقریر کی صورت میں ہریانوی مواد جمع کرنے کا عزم کیا۔

یہ علم و ادب کا ماہِ کامل 17 مارچ 2010 کی شب بادلوں کی اوٹ چلا گیا اور اب میری بستی میں تاریک رات کے ڈیرے ہیں۔۔۔یہ اجتماعیت کا علم بردار رختِ سفر باندھ گیا اور اب ہر طرف انفرادیت کا عفریت ناچ رہا ہے۔۔!! دن اور رات ایک دوسرے کا تعاقب کرتے رہیں گے،موسم بدلتے رہیں گے،وقت آگے کو رواں رہے گا،دھوپ اور چھاؤں کی آنکھ مچولی جاری رہے گی مگر اب کوئی کنور نثار احمد راجپوتوں کو میسر نہیں آئے گا جنہوں نے اپنی زبان اور ثقافت کے تحفظ کے لئے اپنی ایک ایک سانس کا قرض اتارا۔۔!!!

کوئی تو پرچم لے کر نکلے اپنے گریباں کا جالبؔ
چاروں جانب سناٹا ہے دیوانے یاد آتے ہیں

اردو اور ہریانوی کے لسانی روابط مساحتی ولسانی مطالعہ

(ڈاکٹر عمران اختر) شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، خانیوال

ہریانہ کی وجہ تسمیہ ہندو قوم کے خدا وشنو کی مناسبت سے 'ہری رام' یعنی ہری سے منسوب ہے۔ ہری سنسکرت لفظ ہے جس کا مطلب 'سبز' ہے جبکہ اس کے تحقیق سے وابستہ افراد کا خیال ہے کہ 'ہریانہ' سنسکرت لفظ 'ہریت' یعنی سبزہ اور 'آریانہ' یعنی جنگل سے ماخوذ ہے لہٰذا اس پورے لفظ ہریانہ کا مطلب ہے کہ 'سبز جنگلات'۔ اس خطہ میں دو تہذیبوں سندھ اور ویدک کے آثار نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ رکھی کٹوی اس صوبے کا قدیم ترین علاقہ ہے جو کہ ضلع حصار کا ایک گاؤں ہے اس کی تاریخ پانچ ہزار سال پرانی ہے۔ جغرافیائی تناظر میں صوبہ ہریانہ کے شرق میں نیو دہلی، اتر پردیش، اترانچل، مغرب میں راجستھان کا صحرائی خطہ، چندی گڑھ اور پنجاب، شمال میں ہماچل پردیش جبکہ جنوب میں ہریانہ آباد ہے۔ جغرافیائی اور لسانی نقطہ خیال میں یہ علاقہ دو بنیادی خطوں پر مشتمل ہے جس میں سے ایک بانگر اور دوسرا ہریانہ ہے۔ بانگڑ میں بانگڑی زبان بولی جاتی ہے جس کو گریرسن نے بانگڑو بھی کہا ہے (1) جبکہ ہریانہ میں ہریانی زبان بولی جاتی ہے چونکہ اس زبان کو زیادہ تر جاٹ برادری یا قوم زیادہ بولتی ہے لہٰذا اسی نسبت سے اس کو 'جاٹو' کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ بعد ازاں اس خطہ کو ہریانہ کھادر اور ہریانہ بانگڑ بھی کہا جانے لگا۔ پڑھے لکھے افراد اس خطہ کی زبان کو ہریانوی جبکہ ان پڑھ اور مقامی افراد اس کو ''دیسوالی'' اور کہیں کہیں ''دیساری'' کے مقامی ناموں سے بھی پکارتے ہیں۔ ہریانوی اور اردو کے باہمی تعلق کے بارے میں سید محی الدین قادری زور لکھتے ہیں کہ:۔

''یہاں ایک اور بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ اردو پر بانگڑ دیا ہریانوی کا قابل لحاظ اثر ہے۔''(1)

اس خطہ ہریانہ کی لسانی تشکیل میں مغربی ہندی کی بولیوں بُرج، قنوجی، بندیلی اور کھڑی بولی سمیت سنسکرت زبان کا بھی عنصر نظر آتا ہے۔ ہریانوی یا بانگڑی زبان کا ذخیرہ الفاظ اپنی مقامی بولیوں، ذیلی بولیوں، تحتی بولیوں اور مغرب کی بے شمار چھوٹی چھوٹی زبانوں کی آمیزش سے تشکیل پاتا ہے۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ:۔

''اردو، برج، ہریانی، قنوجی، بندیلی کا مشترک لسانی سرمایہ مغربی ہندی ہے''۔(2)

تاریخی وجغرافیائی تناظرات کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو لسانی آبیاری کے اس عمل میں مغربی ہندی نے ہریانوی کے نہ صرف صرفی ونحوی پہلوؤں کو متاثر کیا بلکہ اس خطہ کی تہذیب وثقافت کا بھی اس میں خاص عمل دخل نظر آتا ہے۔☆(3) ہریانوی زبان بولنے والوں کے اس خطہ میں ہریانوی تہذیب کی بھرپور عکاسی بھی یہاں کے میلوں، تہواروں، شادی بیاہ کی رسموں اور محافل میں خاص طور پر دیکھنے میں آتی ہے۔ اس خطہ میں ہریانوی رقص گگا، پھاگ، جھومر، دھمال، دھومر، چٹی، کھوریا سمیت مقدس ناچ گنگورے پوجا اور سوانگ بھی بے حد مقبول ہیں۔ راس لی لا اور لور خاص ہریانوی رقص ہیں جو یہاں کی ہریانوی زبان بولنے والے خواتین میں بہت پسند کیے جاتے ہیں۔ توڑے، گلوبند، گلسری، کنٹھ مالا، چمپاکلی، آرسی، کنگن، بازوبند، پلچھی، چھن، ہتھ پھول، رم جھول، سُوت، پازیب، جھاتوری، چمک چوڑی وغیرہ سے بخوبی ہوتا ہے جو یہاں کی ہریانوی زبان، جھاتوری، چمک چوڑی وغیرہ سے بخوبی ہوتا ہے جو یہاں کی ہریانوی زبان بولنے والی خواتین خصوصیت کے ساتھ تہواروں اور شادی بیاہوں میں زیب تن

کرتی ہیں ۔ہریانوی ثقافت میں ہریانوی قوم کی چھتیس شاہی خاندانوں اورتقریباً ساڑھے پانچ ہزار گوتوں (قبائل) کا ذکر ملتا ہے۔ اس قوم کے افراد نے افغانستان سے لیکرراس کماری تک ایک طویل عرصے تک حکمرانی کی۔زمانہ قدیم میں ہریانوی فرد گھشتری کے لقب سے مشہور تھے۔ ہندوستان کی پوری تاریخ راجپوتوں کے اذکار سے بھری پڑی ہے اور ان میں زیادہ تر کا تعلق ہریانوی زبان بولنے والوں میں سے تھا۔ یہ قوم تاج وتخت کے شاہی قوانین سے مکمل آگاہ تھی اورفن سپاہ گری، تلوارزنی اور شمشیرزنی میں ان کا ثانی ملنا مشکل تھا۔اس قوم میں جہاں ہریانوی رسم ورواج کا امتزاج نظرآتا ہے وہیں ان میں تہذیبی زندگی کے آثار بھی نمایاں ہیں۔ ہریانوی گوتوں میں شادی بیاہ ومرگ کی رسوم دیگر قبائل سے یکسر مختلف ہیں۔ان کے ہاں رسوم و رواج گویا جدید وقدیم کا سنگم ہے جبکہ بسا اوقات دو تہذیبوں میں ٹکراؤ کی صورتحال بھی بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔ ہریانوی کی قدیم رسومات میں سے ایک 'سوئمبر' کی رسم ہے جس میں راج کمار راج کماری سے بیاہ رچانے کے لیے اپنی ہی قوت کے دیگر افراد سے تلوارزنی ودیگر مقابلوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے اور اصلاً یہ رسم تھی جس میں راج کمارکوایک بھاری چٹانی پتھر اٹھا کر باقی افراد کے سامنے اپنی طاقت کا اظہار کرنا ہوتا تھا۔سیتا اور رامائن اس رسم کے بنیادی کردار تھے۔ اسی طرح پھول مالا کی رسم بھی 'سوئمبر' کی طرح اب اس قوم میں قریباً ناپید ہی ہوگئی ہے۔اس کے علاوہ رشتہ کی تلاس کا کام ہریانوی قوم میں نائی کے سپرد ہوتا ہے۔ شادی بیاہ کی رسومات رشتہ کی تلاش سے شروع ہوجاتی ہیں اور منگنی کی رسم لڑکے اور لڑکی دونوں جانب سے باقاعدہ ادا کی جاتی ہے۔ بعدازاں چھٹی لکھنا جوکہ لڑکی والوں سے مخصوص رسم ہے کے بعد چھٹی کھلنا جولڑکے والوں کے ہاں کھلتی ہے اس کے بعد ماہیے یا مائیوں بیٹھنا، بان یعنی اُبٹن لگانا 'ڈھولک وار پھیر' پٹڑ اا تارنا' مہندی' بھات' سہرا چوٹی' سہرا بندی' گھڑ چڑھی' جنیت یعنی بارات' سہہ بالا' سمدھ ملادا' میل' نکاح بدکی تقسیم' بری اور بریوا' وداع یا رخصتی (اس کو بداعی کے مخصوص نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے) بارات کی رخصتی' بارات کی گھرواپسی' باررکائی' دلہن کا استقبال' سند دکھائی' ولیمہ' مکلاوہ' مانڈھا جھکاؤ جیسی بے شمار رسومات قابل ذکر ہیں۔

مغربی مفکرین یا غیر ملکی سیاحوں کے نزدیک راجپوت بیرونی حملہ آوروں کی اولاد ''ہونوں'' سے تعلق رکھتے ہیں۔راجپوتوں کو دو بڑے گروہوں ملکی اور غیرملکی میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان راجپوتوں کو مزید گوتوں چوہان' چالوکیہ' گوجر میں تقسیم کیا جاتا ہے جوغیر ملکی راجپوت گروہ کہلاتے ہیں جبکہ ملکی راجپوت گروہ میں راشٹرکوت دکن کے' راٹھور راجپوتانہ کے جبکہ چنڈیل اور بندیلے پلکھنڈ کے بہت زیادہ مشہور ہیں ۔غیر ملکی راجپوتوں نے ہندومت قبول کیا اور متحدہ ہندوستان میں اپنی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کرلیں۔ یہ تمام راجپوت آریہ نسل سے تعلق رکھتے تھے۔اس نسل نے ویدک دھرم اور بدھ مت کی تین ہزار سالہ تاریخ میں اپنی تہذیبی وتمدنی زندگی کی ارتقائی منازل طے کیں اور ساتویں صدی عیسوی میں بدھ ازم اور برہمنیت کی طویل ذہنی وجنگی مصاعی کی بدولت اور کشمکش کے نتیجے میں ہندوتہذیب روبہ زوال ہوئی تو یہ گھشتری یا فوجی باغیوں کے روپ میں پورے ہندوستان میں پھیل گئے اور انہوں نے اپنی طاقت جوان مردی اور شجاعت کے بل بوتے پر اپنی الگ الگ ریاستیں اور چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کرلیں۔ خودکو راجپوت یعنی حاکم کا بیٹا کہلوانے لگے اور انہوں نے اپنی اپنی ریاستوں میں قوانین مرتب کیے۔ بعدازاں جب دین محمدی ﷺ کی واحدانیت کا پرچار اس خطہ میں ہوا تو یہ راجپوت بھی مشرف بہ

اسلام ہوئے اور ایک ہی بنیادی نسل میں متحد ہو گئے۔ مسلمانوں کی آمد کے وقت اجمیر شریف میں چوہان، قنوج میں راٹھور، دہلی میں تنور، بنگالہ میں سین، گجرات میں مرلھی، جوڑا، چالوکیہ، بگھیلا، لاہور میں بندیلے جبکہ دکن میں امراوئی پر اندھیرا، میسور پر ہوئے سالہ، کانجی ورم پر چلو کیہ اور دیوگری خاندان برسر اقتدار تھے اور یہ سب کے سب راجپوت کہلواتے تھے۔ اس ضمن میں یہ اقتباس ملاحظہ ہو:۔

''راجپوتوں کی تشکیل چھٹی اور دسویں صدی عیسوی کے درمیان ہوئی۔ پانچویں صدی کے وسط میں سفید ''ہونوں'' نے گپتا سلطنت کو تہ و بالا کر دیا۔ آٹھویں صدی تک ان کی آمد جاری رہی۔ شمالی ہند کا سیاسی نظام تتر بتر ہو کر رہ گیا۔ ان لوگوں کے جتھے ملک کے دور افتادہ حصوں مثلاً آسام اور اڑیسہ تک جا کر آباد ہو گئے جگہ جگہ ان کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں اور کھشتریوں کے ساتھ ان کے ازدواجی تعلقات قائم ہو گئے۔ یہ سب ریاستیں ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کی خواہاں تھیں چنانچہ باہمی حد عداوت کے باعث کوئی متحدہ مرکزی حکومت قائم نہ ہو سکی۔''(4)

بھارت کا پورا صوبہ ہریانہ جس کو Bttle Field of India کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہاں زبانوں کی اختلاط کا ہونا لازمی امر ہے اور اس کثیر اللسانی خطہ میں موجودہ زمانہ میں بھی راجستھان کی خود مختار ریاستوں امور جوت پور، ضلع کانگڑہ سمیت دہلی کے چاروں طرف 150 میل تک تقریباً 50 راجواڑوں کی آج بھی مادری زبان ہریانی یا ہریانوی ہے۔ تقسیم پنجاب سے قبل مشرقی پنجاب کی کمشنری انبالہ کی مادری زبان بھی ہریانوی ہی تھی اور چولستان جنوبی پنجاب میں روہیلے قوم پوری کی پوری ہریانوی زبان بولنے والی تھی۔ کنور نثار احمد اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ:۔

''ہریانی پنجاب کی سب سے بڑی علاقائی زبان ہے۔ پاکستان میں ہریانوی زبان بولنے والے چار پانچ کروڑ افراد ہیں جو پورے پاکستان کے طول و عرض میں منتشر آباد ہیں ۔۔۔۔ پنجاب کی تین علاقائی زبانیں ہریانی، پنجابی اور سرائیکی ہیں۔ اردو اور ہریانوی زبان لازم و ملزوم ہے۔ ہریانوی زبان کو اردو کی ماں کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔''(5)

ہریانوی ادبی سرمایہ زمانہ کی شکست و ریخت کی نذر ہو گیا ہے مگر اس کے باوجود اس زبان کے لکھنے والے چونکہ زیادہ تر راجپوت قوم سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا جہاں جہاں ہمیں راجپوت تاریخ ملتی ہے وہیں ہریانوی اور راجپوتی زبان سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا جہاں جہاں ہمیں راجپوت تاریخ ملتی ہے وہیں ہریانوی اور راجپوتی زبان کے ادبی قدیم متون بھی سامنے آتے ہیں۔ اس زبان میں نہ صرف علمی و ادبی سرمایہ بلکہ نقاشی، مصوری اور ہریانوی فنون لطیفہ کی بھی ایک کثیر تعداد ہمارے سامنے آتی ہے مثلاً:۔

''راجپوتوں کی نقاشی اور مصوری (امبر، جے پور، بندیلہ، میواڑ، ماحوہ بشمول کانگڑہ اور گڈھوال کے دبستان) اپنے رومانی ماحول اور دلفریب خطوط کی وجہ سے مشہور ہیں۔ راجپوت ادب جو ہندی، راجستھانی، پہاڑی اور پنجابی میں موجود ہے مختلف انواع کی رزمیہ نظموں، صوفیانہ غزلوں اور عاشقانہ گیتوں پر مشتمل ہے۔ جن کا ممتاز ترین موضوع رادھا اور کرشن کی اساطیری کہانی ہے۔''(6)

زبان تحتی بولی یا ذیلی بولیوں کی مسلمہ جغرافیائی حدود و قیود اور لسانی ہمواری و یکسانیت کسی طور پر ممکن نہیں ہے کیونکہ زبان ایک خود رو پودے کی مانند مناسب لسانی آب و ہوا کے باعث اپنا لہجہ تبدیل کر سکتی ہے۔ کسی بھی لسانی گروہ میں مناہج فکر، نفسی کیفیات اور طبیعت و مزاج

میں یکسانیت تو شاید ممکن ہو مگر اس گروہ کی صوتی کیفیات یکساں ہونا محال ہے۔ جس طرح مرد اور عورت کے وتر ان صوت ایک دوسرے سے طبعی طور جد اور الگ ہوتے ہیں بالکل اسی طرح ان کی تکلمی آوازوں، حدود وارتفاع اور معیاری انحراف میں خاصا فرق ہوتا ہے۔ ان کے لب ولہجہ اور کیفیت آواز میں اختلاف کے باعث تمیز کرنا بالکل آسان ہو جاتا ہے۔ تاہم علاقائی اثر، نفسی کیفیت اور خاندانی و لسانی مناہج کا اثر لہجہ پر ضرور پڑتا ہے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں بات کرتے ہوئے کوئی بھی شخص غیر شعوری طور پر قواعد کی پابندی اور صوتی و لسانی انداز میں یکسانیت کا خیال رکھتا ہے۔ تاہم کسی علاقے میں تھوڑے سے لسانی انحراف، فقروں کی دروبست اور محلِ استعمال کو دیکھ کر یہ قطعاً نہیں کہا جاسکتا کہ یہ مختلف لہجے میں یا یہاں کے لوگ کسی قسم کی تحتی یا ذیلی بولیاں بول رہے ہیں۔ انحرافات کو نظر انداز کر کے صوتی عادات اور لسانی تجرید کو دیکھنے کے بعد ہی کسی زبان یا اس کے لہجے میں تبدیلی کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں لسانی محقق خلیل صدیقی لکھتے ہیں کہ:۔

''ہر زبان کے مسلمہ علاقے میں تلفظ گرامر اور کلموں کے انحرافات کی دو سطحیں ہوتی ہیں۔ ایک علاقائی اور دوسری سماجی یا طبقاتی۔ جن کی شناخت کے لیے بولی Dialect کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک لسانی جغرافیہ نا قابل تقسیم لسانی اکائی نہیں بلکہ بہت سی بولیوں کی آماجگاہ ہوتا ہے اور یہ بولیاں اپنی اپنی شناخت کے باوجود اس مجموعی لسانی شناخت کا حصہ ہوتی ہیں جسے ایک مخصوص زبان سے موسوم کیا جاتا ہے۔'' (7)

اس لیے ان زبانوں کے نام علاقے کی نسبت سے ہی مروج ہو جاتے ہیں مثلاً ہریانہ کی نسبت سے ہریانوی، ملتان سے ملتانی، سندھ سے سندھی، بلوچستان سے بلوچی، ہندوستان سے ہندی، پنجاب سے پنجابی، گجرات سے گجراتی، میوات سے میواتی، ریواڑ سے ریواڑی، روہتک سے روہتکی وغیرہ۔ چند تحتی بولیاں ایسی بھی ہیں جن کے نام قبائل کی نسبت سے مشہور و مروج ہو جاتے ہیں جیسے مرہٹوں سے مرہٹی، دراوڑ سے دراوڑی، راجپوت سے راجپوتی، آریا سے آریائی وغیرہ۔ اس کی بنیادی وجہ خطہ کی برتری اور قبائل کا ذاتی اثر و رسوخ بتایا جاتا ہے تاہم اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ علاقے کی نسبت زبان یا بولی کا جو نام مروج ہے وہ کوئی نئی زبان یا ذیلی تحتی بولی ہی ہو۔ تاہم اس کی لسانی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان کی رائے میں:۔

''اردو اپنی ابتداء اور ارتقاء کے دوران دہلی اور نواح دہلی کی تین بولیوں سے خاص طور پر متاثر ہوئی ہے جن کے نام ہیں۔ ہریانی، کھڑی بولی اور برج بھاشا ان کے علاوہ راجستھانی کی ایک بولی سرائیکی نے بھی ابتدائی عہد میں اردو کو متاثر کیا ہے لسانی اعتبار سے دہلی کا محل وقوع کچھ اس طور پر ہے کہ چاروں بولیاں یہاں آکر مل جاتی ہیں۔ گویا دہلی ان بولیوں کا سنگھم ہے۔'' (8)

ذیل میں ہم جن علاقائی لہجوں روہتکی، رانگڑی، میواتی، ریواڑی کے مابین اشتراک و انجذاب کا جائزہ لے رہے ہیں ان سب کا ماخذ ہریانوی زبان ہی قرار پاتی ہے۔ لسانی انحرافات اور علاقائی نسبت کے باعث مذکورہ لہجوں میں معمولی فرق دیکھنے میں آتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہریانہ میں بسنے والے افراد جب ہجرت یا ترک سکونت کے باعث ہندوستان کے دیگر خطوں یا علاقوں میں جا کر آباد ہوئے تو اپنی جنم بھومی پر تفاخر یا علاقے کی نسبت سے ہریانوی کہلائے جبکہ ہریانوی کے لیے ہریانہ میں بھی ہریانی لفظ ہی مروج ہے۔ ہریانوی زبان بولنے والے یہ قبائل جب میوات گئے تو میواتی کہلائے اور رہتک گئے تو روہتکی۔ الغرض زبان کا سفر مسلسل ارتقاء پذیر ہے۔ ان

مقامی بولیوں میں فرق وامتیاز کوتو باآسانی محسوس کیا جاسکتا ہے مگر زبان یا بولی میں ہونے والے لسانی تغیرات کا پتہ لگانا اتنا آسان نہیں ہے۔ ہرشخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اپنی آباء کی زبان بول رہا ہے جبکہ زبانی و مکانی انحرافات سمیت معانی ومفاہیم کا ادراک اس کے ذہن میں نہیں ہوتا۔ زبان یا بولی میں ذخیرہ الفاظ وقت کے ضرورت کی سبب سے مستقل بڑھتا رہتا ہے۔ زبان چونکہ اکتسابی روایت کی امین ہے لہٰذا اس میں تبدیلی کے امکان اور غرض وغایت کا ہونا بھی لازمی امر ہے۔ زبان یا بولی کے وہ اجزا جو سماج یا ثقافتی اظہار کے قابل نہیں ہوتے بہت جلد ان کی موت واقع ہوجاتی ہے۔ تاہم علمی' ادبی شعوری اور ارادی تشکیل لسانی سرمائے سمیت ذخیرہ الفاظ کے بڑھنے میں بھی ممدو معاون ثابت ہوتی ہے۔ زبان یا بولی مسلسل بالیدگی' ارتقاء اور تغیر پذیری کا شکار ہے۔ ان تغیرات کی بے شمار نوعتیں ہوسکتی ہیں جو صوتی 'صرفی' معنوی سمیت ثقافتی بھی ہوسکتی ہیں اور تکلمی بھی۔ حرفی' نحوی اور معنویاتی تغیرات کی نسبت صوتی انحرافات زیادہ آسانی سے سامنے آجاتے ہیں۔ اسی سبب سے ہم بولی میں علاقائی نسبت کے ادغام کے باعث اسے ایک نیا لہجہ یا بولی قرار دے دیتے ہیں حالانکہ زبان کے بارے میں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ رقمطراز ہیں کہ:۔

''اردو کی جائے پیدائش دہلی اور نواح دہلی تسلیم کر لینے کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ ہم قدیم اردو کا رشتہ پنجابی سے استوار کریں۔ زبانیں اور بولیاں ہمیشہ اپنے قرب وجوار کی زبانوں اور بولیوں ہی سے متاثر ہوتی ہیں۔ ایسی صورتحال میں اردو کا ہریانی (جو دہلی اور دہلی کے شمال مغربی علاقے کی بولی تھی) اسے متاثر ایک لازمی امر تھا۔''(9)

ہریانوی باقاعدہ ایک زبان ہے جو فرہنگ' ضرب المثل' محاورات ذخیرہ الفاظ' ادب' صرفی ونحوی قواعد' صوتی علامات و نظام اور معنوی قوانین رکھتی ہے جبکہ اس کے دیگر علاقائی لہجے رہتکی' رانگڑی' میواتی ' راجپوتی اور ریواڑی سمیت دیگر لہجوں کا نہ تو صوتی وصرفی نظام ہے اور نہ ہی کوئی باقاعدہ رسم الخط یا حروف تہجی۔

''رہتک''صوبہ ہریانہ کی چار ڈویژن میں سے ایک ہے جس میں 5 اضلاع روہتک پانی پت' سونی پت' جھجر اور کرنال آتے ہیں۔ ہریانہ صوبائی دارلحکومت ہے لہٰذا صوبے کی مرکزی زبان ہریانوی ہی قرار پاتی ہے حالانکہ عہد بہ عہد بولی جانیوالی زبان کا اثر ورسوخ اس پورے خطے میں بہت زیادہ ہے لہٰذا یہاں کو ہریانوی بولنے والے افراد جب رہتک جا کر آباد ہوئے تو ہریانوی زبان میں روہتک کا مقامی رنگ بھی شامل ہوگیا اس لیے یہ لہجہ علاقائی نسبت سے ''روہتکی '' کہلاتا ہے جبکہ اس لہجے میں لسانی اختلاف نہ ہونے کے برابر ہے اور روہتکی لہجہ سارا کا سارا ہریانی لب ولہجہ اور صوتی وصرفی قواعد پر مشتمل ہے۔

اسی طرح کا معاملہ ریواڑی لہجے کے بارے میں بھی ہے۔ ریواڑی ،صوبہ ہریانہ کے 21 اضلاع میں سے ایک ہے جو گوڑ گاؤں ڈویژن کے 5 اضلاع میں سے ایک ہے۔ یہاں کی اکثریت راجپوت جاٹوں پر مشتمل ہے اور صوبائی دارلحکومت کا ہریانوی رنگ یہاں کی تہذیب و ثقافت سمیت یہاں کے ریواڑی لہجہ میں باآسانی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ہریانوی زبان بولنے والے جب ہریانہ سے ہجرت یا ترک سکونت کے باعث 'ریواڑی' میں آکر آباد ہوئے تو یہاں کے مقامی علاقے کی نسبت سے ان کی زبان بھی ریواڑی کہلائی جبکہ اس لہجے کا بھی صرفی 'نحوی اور معنوی سرمایہ ہریانوی زبان سے ماخوذ ہے۔

جہاں تک سوال ''میواتی'' لہجے کا ہے تو اس کا معاملہ بھی روہتکی یا

ریواڑی سے جدا نہیں ہے۔ میوات مسلم اکثریتی ضلع ہے جس میں 87٪ مسلمان آباد ہیں۔ یہ ضلع بھی صوبہ ہریانہ کی ڈویژن گوڑگاؤں میں آتا ہے۔صوبائی دارالحکومت کے ہریانوی زبان بولنے والے افراد جب ہجرت کر کے میوات آئے تو یہاں کے مقامی رنگ کی وجہ سے یہاں کی ہریانوی زبان میواتی لہجے میں بولی جانے لگی لہٰذا میواتی کہلائی۔

اب رہ گیا سوال رانگڑی اور راجپوتی لہجوں کا تو اس باب میں نہ تو لسانی محققین کے ہاں اور نہ کسی اور ذریعے سے ان لہجوں کی علیحدہ اور جدا گانہ اہمیت واضح ہوسکی ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ رانگڑی اور راجپوتی الگ سے کوئی لہجے یا بولیاں ہیں ہی نہیں۔ رانگھڑ اور راجپوت متحدہ ہندوستان کی 2 بڑی قومیں ہیں اور ان کے ذاتی اثر و رسوخ ' دبدبہ ' قومی تشخص اور قومی جاہ و جلال کے باعث یہ لہجے عرف عام میں مشہور ہو گئے جبکہ یہ دونوں قومیں دراصل ہریانوی اور بانگڑو زبان بولتی تھیں اور آج کے دور میں بھی ان کی زبان ہریانہ کے انہی دو لہجوں کو اپنی روزمرہ بول چال اور مجلسی زندگی میں استعمال میں لاتی ہے۔

جہاں تک سوال ان لہجوں کے مابین اشتراک و انجذاب کا ہے تو چونکہ ہریانوی زبان بولنے والے قبائل اور ہریانہ میں سکونت پذیر کئی نسلیں صدیوں سے ترک سکونت اور ہجرت کے عمل سے مسلسل گذر رہی ہیں لہٰذا جہاں جہاں یہ قبائل جاتے ہیں وہاں وہاں یہ اپنی ثقافتی و تہذیبی اقدار اور زبان بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔ یہ افراد خود کو وہاں کے مقامی لوگوں سے منفرد اور جدا کرنے کے لیے اپنی زبان انہی کے مقامی یا علاقائی حیثیت میں بولنا شروع کر دیتے ہیں اور یوں انجذاب کی ایسی صورتحال سامنے آتی ہے کہ معمولی معمولی سے فرق و امتیاز کے ساتھ آج کے دور تک آتے آتے یہ تمام لہجے اس حد تک آپس میں مدغم ہو گئے ہیں کہ کسی بھی لہجے کی الگ سے شناخت نہیں کی جاسکتی۔ تاہم ہریانوی زبان کی واضح چھاپ ان لہجوں میں آسانی سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ ان لہجوں کے مابین اشتراک و انجذاب کی یہ ساری صورتحال اس بات کی متقاضی ہے کہ ان لہجوں کو بولی اور زبان کے فرق و امتیازات کو سامنے رکھتے ہوئے پرکھا جائے تا کہ لسانی اور لسانیاتی پہلوؤں سمیت ان لہجوں کی ازسرنو بازیافت کے عمل سے واقفیت حاصل ہو سکے۔

اب رہا سوال ہریانوی کے موجودہ رسم الخط کے مابین اشتراک و امتیاز کا تو اس ضمن میں یہ بات انتہائی اہمیت رکھتی ہے کہ اس زبان کی جائے پیدائش چونکہ ہریانہ ہے اس لیے پورے بھارت میں ہریانوی زبان دیوناگری رسم الخط میں لکھی جاتی ہے جبکہ اس کا تعلق انڈو آرین زبانوں کے گروہ سے بھی ہے۔ پاکستان بھر میں خطہ ملتان سمیت یہ زبان عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے جبکہ اس کے حروف تہجی اردو سے زیادہ ہونے کی وجہ سے ہریانوی زبان کا ادبی سرمایہ عربی یا فارسی رسم الخط میں ہی موجود ہے۔۔ رسم الخط سے کسی کی زبان کی لسانی ہیئت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس ضمن میں عامر سہیل لکھتے ہیں کہ:۔

''اردو عالمی زبانوں کی فہرست میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے اور عالمی سطح پر اس کے دو رسم الخط رائج ہیں۔ 1۔عربی و فارسی رسم الخط 2۔ دیوناگری رسم الخط۔ پنجابی زبان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے کہ پاکستان میں اس کے لیے وہی رسم الخط مستعمل ہے جس میں اردو لکھی جارہی ہے (یعنی نستعلیق میں) جبکہ بھارت میں یہی پنجابی گورمکھی رسم الخط میں لکھی جارہی ہے۔ یعنی ایک زبان ایک ہی عہد میں دو بالکل مختلف رسم الخطوں میں لکھی' پڑھی اور سمجھی جارہی ہے اور اس ضمن میں نہ تو کوئی الجھن پیدا ہو رہی ہے اور نہ پریشانی۔''(10)

الغرض ایک ہی عہد میں ایک زبان کے دو بالکل منفرد اور جدا رسم الخط میں لکھے جانے سے کسی قسم کا لسانی الخطاط وقوع پذیر نہیں ہوتا اور اپنی اپنی سرزمین پر یہ زبان بغیر کسی لسانی کمزوری کے پڑھی اور سمجھی جا رہی ہے نیز ہریانوی زبان کے لسانی سرمایہ' ذخیرہ الفاظ' ضرب المثل و محاورات' صوری' صرفی و نحوی قاعدے اور معنوی قدر و منزلت پر بھی رسم الخط کی تفریق سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سندھی' سرائیکی' ہریانوی ' پوٹھوہاری اور راجستھانی کے مصادر کا مطالعہ کرنے سے ایسا لگتا ہے کہ یہ زبانیں کسی ایک ہی زبان کے مختلف رنگ ہوں کیونکہ ان کے مصادر

اور معروض کے تناظر میں پیش کیا جاتا ہے۔

(1) لسانی سروے کے دوران اس بات کا بھی ادراک ہوا کہ نمایاں زبانوں میں سے وہ افراد جن کی مادری زبان پنجابی، سرائیکی ۔ملتانی یا ہریانوی ہے وہ اپنی آنے والی نسل میں اپنی مادری زبان کی بجائے اردو کے فروغ اور اس کو بطور پہلی زبان کے سیکھنے پر اصرار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔شاید اس کی وجہ اردو کا ہماری قومی زبان ہونا ہے۔ مذکورہ لسانی سروے کے دوران چند ایک تحقیقی نوعیت کے سوالات بھی اٹھائے گئے تھے جن کے جوابات کچھ اس صورت کی میں سامنے آئے۔

(2) نمایاں زبانوں پنجابی، ملتانی/سرائیکی یا ہریانوی پر سب سے زیادہ اثرات سندھی اور فارسی زبان کے دیکھنے میں آئے۔

(3) مذکورہ نمایاں زبانوں کے لسانی سرمایہ میں شامل الفاظ کی کثیر تعداد مشترک الفاظ ومحاورات پر مشتمل ہے۔

(4) مذکورہ نمایاں زبان بولنے والے افراد میں وہ طبقہ جو کم پڑھا لکھا ہے یا ان پڑھ ہے اس نے کسی بھی قریبی یا ہمسایہ زبان کا بہت کم اثر قبول کیا ہے جبکہ پڑھے لکھے افراد میں اس کی شرح زیادہ نظر آتی ہے۔

(5) مردوں کے مقابلے میں اندرون خانہ رہنے والی عورتوں کے ہاں اپنی مادری یا پہلی زبان کے صاف جبکہ وہ خواتین جو باہر روزگار یا کسی دوسری وجہ مثلاً ترک سکونت کے باعث باہر نکلتی ہیں ان کی زبان میں کسی بھی دوسری زبان کے الفاظ کی آمیزش کے زیادہ امکانات نظر آئے۔

(6) مرد حضرات اپنی مجلسی زندگی میں بول چال کے لیے زیادہ تر اردو کی بجائے ملتانی/سرائیکی یا پنجابی بولنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

(7) لسانی سروے کے دوران یہ بات بھی دیکھنے میں آئی صحافتی ادارے چونکہ اس خطہ سے صرف اردو زبان میں اپنی اشاعت پر زیادہ توجہ دیتے ہیں لہٰذا اخبارات، رسائل، ٹی وی اور انٹرنیٹ پر بھی دیگر علاقائی زبانوں کے مقابلے میں اردو زبان کا سرمایہ الفاظ زیادہ نظر آتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ دیگر نمایاں زبانوں بشمول سرائیکی/ملتانی، پنجابی اور ہریانوی کے لیے باقاعدہ طور پر ایسا فورم نہیں ہے جس کے باعث ان علاقائی زبانوں کو پھلنے پھولنے کا موقع میسر آسکے۔

(8) لسانی سروے کے دوران یہ بات بھی دیکھنے میں آئی کہ نمایاں زبانوں کے بولنے والے افراد کی اکثریت سرکاری زبان کے طور پر ''اردو'' کے نفاذ کے لیے مطمئن نظر آتے ہیں۔

(9) نمایاں زبانوں پر غالب اثرات اردو کے ہیں جبکہ دیگر چھوٹی چھوٹی علاقائی زبانیں میواتی، رانگڑی، راجپوتی وغیرہ کے بولنے والے افراد اندرون خانہ اپنی ہی مادری زبان کے بولنے پر اصرار کرتے ہیں۔

(10) ذریعہ تعلیم انگریزی یا اردو ہونے کی بابت سوال کے جواب کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ سروے میں حصہ لینے والے بیشتر افراد کی رائے یہ تھی کہ ذریعہ تعلیم قومی زبان اردو کو ہی ہونا چاہیے۔

(11) سروے کے دوران یہ بات بھی دیکھنے میں آئی کہ نمایاں زبانوں بشمول پنجابی، ہریانوی اور سرائیکی/ملتانی بولنے والے افراد اور لسانی اکائیوں کے مظہر خاندانوں کے پاس لسانی حوالے سے کوئی نمایاں دستاویزی ثبوت یا اپنی قدیم بولی کے بارے میں کوئی ادبی سرمایہ محفوظ نہیں ہے۔

(12) مذکورہ زبانوں کے بولنے والے افراد اور خصوصاً لسانی اکائیوں کے مظہر خاندانوں کے عمر رسیدہ افراد چونکہ غیر تعلیم یافتہ ہیں لہٰذا ان کے پاس شعوری طور پر لسانی اہمیت کے باب میں کہنے کیلئے کچھ خاص نہیں ہے۔

(13) مذکورہ زبانوں کی ادبی قدر و منزلت کے باب میں یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ ہر زبان بولنے والے افراد اپنی زبان کو احساس تفاخر کے باعث تو اولیت دیتے ہیں۔ مگر ان کے پاس قدیم لہجے کی بازیافت کے حوالے سے کوئی تحقیقی ثبوت یا جواز نہیں ہے۔

(14) لسانی سروے کے دوران اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد نے اس

تقریباً یکساں ہیں:۔

اردو،ہریانوی، ملتانی، پنجابی اور میواتی زبان کے فقرات کا لسانی جائزہ

سرائیکی اور ہریانوی کے مصادر بھی بہت حد تک آپس میں مماثلت

اردو	ہریانوی	ملتانی	پنجابی
یہ بوڑھا نہیں ہے	یوہ بڈھا کونیاں	اے بڈھا کینی	اے بڈھا نئیں
اکبر کو کسی نے مارا	اکبر نے کس نے ماریا	اکبر کوں کہیں مارے	اکبر نوں کنے ماریا
ہم وہاں گئے تھے	ہم ات گئے تھے	اساں اتھاں گئے ہاسے	اسی او تھے گئے سی
یہ کس کا دروازہ ہے	یوہ کس کا بارنا سے	اے کیں دا بوہا ہے	اے کِدا بوہا وا
آپ کو کس نے پڑھایا؟	تھم کس نے پڈھائے	تہا کوں کیں پڑھائے	تہانوں کنے پڈھایا
یہ بوڑھا وہاں سے یہاں آیا ہے	یوہ بُوڈھا اُت سے اُرے آیا سے	اے بڈھا اتھوں اِتھاں آئے	اے بڈھا اوتھوں ایتھے اے
پانی کون پلائے گا	پانی کون پیاوے گا ؟	پانی کون پلیسی ؟	پانی کنے پیاوناں
آہستہ آہستہ چل	اَلگے اَلگے چال	ہولے ہولے ٹُر	ہولی ہولی ٹُر
وہ کس کا انتظار کر رہا ہے	واہ کس کی باٹ میں سَے	اوکیندی تانگ اِچ ہے	اوکِدی راہ ویکھدا اے

سرائیکی مصادر	ہریانوی مصادر
لکھن	لکھن
بولن	بولن
ڈیکھن	دیکھن
ڈکھن	ڈکھن
بھجن	بھاجن

رکھتے ہیں۔اس باب میں مندرجہ ذیل مثالوں پر غور کریں:

یہ صرف سرائیکی ہریانوی سندھی، پنجابی میں یکساں استعمال ہوتے ہیں جیسے سرائیکی میں 'اڈون' ہریانی میں 'نون' کہا جاتا ہے جس کو 'ن' پر چھوٹی سی 'ط' واضح کیا جاتا ہے۔مثلاً۔۔۔ن۔۔۔۔ن

ہریانوی زبان کا ایک حرف جو صرف پنجابی میں مشترک ہے 'ل

ہریانوی	اردو
بالک	بچے
بال	بال
ہل	ہل

اُردو واحد	ہریانوی جمع
لوگ	لوگاں
دیگ	دیگاں
یار	یاراں
دھوپ	دھوپاں
بادل	بادِلاں

کی دوسری شکل 'ل' ہے یہ عموماً صرف الفاظ کے آخر میں استعمال ہوتا ہے۔کہیں کہیں ہریانوی الفاظ کے درمیان میں بھی آتا ہے۔مثلاً

اُردو اور ہریانوی میں واحد سے جمع بنانے کا قاعدہ بھی تقریباً یکساں ہے۔الف کو الف غنہ کے اضافے کے ساتھ پڑھا جاتا ہے ۔مثلاً:۔

قبل اس کے کہ اردو ہریانوی کے لسانی خط وخال پر بات کی جائے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان تاریخی ولسانی حقائق کی جانب توجہ مبذول کی جائے جو کہ ہریانوی کے پنپنے کی بنیاد ٹھہرے ۔اس سلسلے میں اس خطہ میں ہریانوی خدوخال کا عمرانی لسانیاتی جائزہ عصرِ حاضر

لسانی سروے پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جبکہ ان میں سے اکثر اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کو خاص کر ہریانوی زبان کے بارے میں کوئی علم ہی نہیں تھا

(15) اس سروے کے دوران یہ بات بھی دیکھنے میں آئی کہ ہماری فوج میں آجکل لشکری زبان یعنی پوٹھوہاری زبان کا رواج ہے جبکہ ہماری پولیس پنجابی زبان کو آپس میں گفت وشنید کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

جہاں تک سوال ہریانوی کے لسانی روابطہ کے باب میں ہے تو اس سلسلے میں ہریانوی کی چند صوتی، صرفی ونحوی خصوصیات درج ذیل ہیں ان صوتی، صرفی ونحوی خصوصیات کا جائزہ لینے کیلئے قدیم ہریانوی تصانیف تیرہ ماسہ (اکرم روہتکی) فقہ ہندی (شیخ عبدل) دردنامہ (شیخ محبوب عالم) کا ازسرنو جائزہ لیا گیا جبکہ جدید ہریانوی ادب کے باب میں ہریانوی! ایک توضیحی تعارف مشمولہ جنرل آف ہریانہ اسٹیڈیز جلد 4_1973ء سے مدد لی گئی ہے۔

1۔ ہریانوی میں ''ڑ'' کی آواز کو اکثر ''ڈ'' سے بدل دیا جاتا ہے۔ جیسے پڑھے ---پڈھے 'پڑھنا ---پڈھنا' جڑھنا ---چڈھنا---بڑا---بڈا' مثلاً ایک کتاب' نام: بڈھے ہو گئے ہون نے پہلے وغیرہ۔

(2) ہریانوی زبان اور خصوصاً قدیم ہریانوی میں مصوتوں کی انفیعت کی بھی کئی مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں مثلاً تو---توں' ہمارے ---مہارے' پہلے---پہلے 'برسات---برسات 'کوچ ---کوچ' سے---سے' ستانا---ستانا وغیرہ۔

(3) ہریانوی زبان میں بھی اردو کی طرح مضمون میں غیر ہکاریت کے عناصر بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں مثلاً بھی ---بی' ابھی---ابی' کب---کدا' کدھر---کہاں' کڑے' کھٹے ' کنگے اور کنیہن وغیرہ غیر ہلکاریت کی مثالیں ہیں۔ جبکہ ساتھ ہی ساتھ قدیم ہریانوی میں ہلکاریت والے الفاظ بھی بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں مثلاً اردو کے قدیم نمونوں میں ہاتھ---ہات' لکھنا---لکنا' وغیرہ۔

(4) قدیم ہریانوی میں بھی اردو کی طرح ''نے'' بطور فاعل اور علامت مفعول دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے مثلاً ہریانوی میں ''نے''۔۔علامت فاعل کے طور پر بھی بے شمار الفاظ و محاورت میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ مثلاً اس نے بھی بھینس کو ڈنڈا مارا---اس نے مھینس گے لٹھ۔۔ماریا ''نے'' علامت مفعول کے طور پر بھی قدیم ہریانوی میں دیکھنے کو ملتا ہے مثلاً بچہ کتے کو مارتا ہے---بالک کتے نے بٹہ مارے سے---اسلم کو ایک بچہ چاہیے---اسلم نے ایک بالک چہیئے وغیرہ۔

6۔ قدیم ہریانوی اور اردو دونوں میں ماضی مطلق بنانے کیلئے قاعدہ یکساں ہے مثلاً مصوتوں پر ختم ہونے والے فعلی جملوں کے بعد ''یا'' بطور اضافی لفظ کے داخل کیا جاتا ہے مثلاً۔

بولا ---بولیا 'چلا---چالیا' لگا---لاگیا 'کہا---کہیا 'مارا---ماریا' سونگھا---سونگھیا' ہنسا---ہنسیا' وغیرہ

7۔ ہریانوی میں جمع بنانے بنانے کا قاعدہ بھی قدیم اردو کے بالکل شابہ ہے۔ دونوں میں جمع بنانے کیلئے آخر میں ''ں'' لگا دیا جاتا ہے مثلاً

عاشق---عاشقاں' رازق---رازقاں' عارف---عارفاں' خالق ---خالقاں' بلبل---بلبلاں' وغیرہ۔

8۔ قدیم ہریانوی اور قدیم اردو کے ضمائر میں بھی بڑی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے مثلاً۔

اس' ان' وہ---واہ' کون---کون' تم---تم

'میرا---منے' کہاں---کنگے' کھٹے وغیرہ۔

اس لسانی اشتراک کے باعث ابتدائی طور پر یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ

ہریانوی اور اردو میں صوتی، حرفی اور نحوی قواعد میں بہت زیادہ مماثلت موجود ہے اور دونوں زبانوں میں اشتراک وانجذاب اور ادغام کے واضح امکانات موجود ہیں۔

ہریانہ کے معنی لغت کی کتابوں میں ''سرسبز ہوجانے والا'' یا ہری آنہ۔ وہ جگہ جہاں بھگوان آیا یا گیتا لکھی گئی'' کے معنوں میں آتا ہے۔ ہریانوی زبان کے چار لہجے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مثلاً اردو کے لفظ ''کہاں'' کو ہی لیجئے۔

1۔ ہریانی الاصل لفظ...... کِت جو کہ ہانسی، حصار اور روہتک کے علاقوں میں بولا جاتا ہے۔

2۔ کتھے...... یہ لہجہ بھی ہانسی، حصار اور روہتک سمیت میوات کے چند علاقوں میں بولا جاتا ہے۔

3۔ کِنگھے...... یہ لہجہ کرنال اور اس کے اطراف میں کثرت کے ساتھ بولنے اور سننے کو ملتا ہے۔

4۔ کڑے...... یہ لہجہ حصار، ہانسی اور اس کے قریبی علاقوں میں بولا جاتا ہے۔

اردو زبان پر ہریانوی کا اثر ہو یا نہ ہو مگر یہ بات بہر حال انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ اردو کی تشکیل اور ارتقاء میں دیگر زبانوں کے ساتھ ساتھ ہریانوی نے اپنا مخصوص کردار ادا کیا ہے۔ یہاں ایک اور بات بھی لسانی حوالے سے نے حد اہم ہے کہ وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ زبانوں میں تغیر وتبدل ہونا ایک فطری امر ہے اگر چہ موجودہ عہد میں نہ تو ہمیں کہیں قدیم اردو کے اثرات دیکھنے میں آتے ہیں اور نہ ہی قدیم ہریانوی کے اثرات موجودہ عہد میں زبان کی صورت میں باقاعدہ زندہ ہیں۔ ارتقائی حالت میں ہونے کی وجہ سے قدیم اور جدید ہریانی کا موازنہ کسی بھی طور لسانی حوالوں سے درست اقدام نہیں ہوسکتا تاہم نواح دہلی کی بولیوں میں بہر حال ہریانوی کی اہمیت مسلمہ ہے اور یہ وہی زبان ہے جس نے اردو زبان کو شستہ بنانے میں اپنا مخصوص کردار ادا کیا ہے۔

مذکورہ بالا بحث کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر چہ ہریانوی اقلیتی زبان کا درجہ رکھتی ہے اور اس کے بولنے والے افراد بہت کم تعداد میں ہیں لیکن اس کے باوجود اس کی لسانی اہمیت مسلمہ ہے اور اردو زبان کو موجودہ عہد تک بطور زبان کے پوری دنیا میں متعارف کروانے میں ہریانوی نے بھی اپنا اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ زبان یقیناً مستقل قریب یا بعید میں ایک باضابطہ زبان کے طور پر اپنا جداگانہ تشخص منوانے کے لئے میدان میں ہوگی۔

☆☆☆

حواشی و حوالہ جات

1۔ محی الدین، قاری، زور، سید ''ہندوستانی لسانیات'، نسیم بک ڈپو، لکھنو 1960ء، ص 95

2۔ سبزواری، شوکت، ڈاکٹر ''اردو لسانیات''، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ 2000ء، ص19

3۔ خان، مسعود حسین، دکنی یا اردوئے قدیم، ایضاً، ص241

4۔ ماہنامہ 'پیام راجپوت' کراچی، مارچ، اپریل 2000 ص9

5۔ احمد، نثار، کنور ''ہریانوی، عوامی زبان'، مشمولہ ماہنامہ 'راجپوتاں'، بہاولپور، جنوری 2000، ص30

6۔ ماہنامہ 'پیام راجپوت' کراچی، مارچ، اپریل 2000، ص13

7۔ صدیقی، خلیل، ''زبان کیا ہے؟'' بیکن بکس، ملتان، باردوم 2001، ص47

8۔ خان، مسعود حسین، دکنی یا اردوئے قدیم، ایضاً، حیدر آباد 1944ء، ص173

9۔ خلیل احمد بیگ، مرزا، ڈاکٹر ''اردو کی لسانی تشکیل''، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ایضاً، علی گڑھ، ص157

10۔ سہیل، عامر، ''رسم الخط کی تاریخ اور ہندکو زبان کا رسم الخط''، مشمولہ 'اخبار اردو' اسلام آباد، اگست 2012ء، ص3۔2

☆1 ماخوذ از نوشاد قاصر ''ہریانوی لغت''، غیر مطبوعہ، ملتان

☆2 ''ن'' کے نقطے کے اوپر اور ''ل'' کے نیچے ہریانوی میں ''ط'' کا حرف لکھا جاتا ہے، لہٰذا جہاں بھی ہریانوی میں یہ حرف استعمال ہوں انہیں ''ط'' کے ساتھ ہی پڑھا جائے۔

☆3 لسانیاتی جائزہ ہند از جارج گریرسن، جلد ہفتم میں مغربی ہندی کی بولیوں میں بانگڑو کے علاقائی نام کی نسبت سے ہریانو زبان کو یاد کیا گیا ہے اور مستشرقین بھی ہریانوی کو بانگڑو یا بانگڑی ہی سے پکارتے ہیں۔

☆4 مہتمم ہریانہ اردو اکادمی، راؤ سجاد بابر، احمد، ڈانوراں، تحصیل وضلع لودھراں، صرف اول مشمولہ راجپوتی رسم ورواج اگست 2001ء ص7

''اردو ہریانوی کی کوکھ میں''

صابر علی صابر

جد بھی ہریانہ اور ہریانی کانی سوچیاں ساں تو کئی بات سوال بن کے مہارے آگے آ کھڑی ہوسیں۔ ہریانی ادب کتنا پرانا سے اس خطے کے لوگ اپنے ادبی ورثہ نے کیوں نہیں سنبھال سکے۔ حافظ محمود شیرانی نے 1928ء میں اپنے مقالے میں کہہ دیا کہ اردو پنجابی تھے لکڑی سے۔ جد کہ اصل بات تو یوہ سے کہ اردو خطہ پنجاب میں بولی جان آلی جباناں میں سے اخذ کر لی گئی ہے اور ہریانہ بھی 1966ء تھے پہلے پنجاب کی ڈویژن انبالہ کا بھی حصہ تھا اور کھڑی زبان (ہریانی) اور پنجابی دونوں کا لہجہ کھڑا اور بولن کا ایک جیسا طریقہ سے (مثال)

اردو	ہریانی	پنجابی
کھانا	کھانڑاں	کھانڑاں
جانا	جانڑاں	جانڑاں

ایب تو تحقیق نے یو بات ثابت کر دی سے کہ اردو زبان ہریانی کی کوکھ سے جنم لیکے بڈھی ہوئی سے۔ اس بارے میں بہت محقق اپنی اپنی تحقیق سامنے رکھ چکے سیں۔ چند ایک مثال دیکھو

(1) ''اردو کا اصل حرف کھڑی بولی ہے'' گیان چند جین

(2) ''قدیم اردو کی تشکیل برائے راست ہریانی کے زیر اثر ہوئی ہے'' مسعود حسین خان

(3) ''قدیم اردو کی تشکیل برائے راست جمنا دوآبہ کی کھڑی اور جمنا پار کی ہریانوی کے زیر اثر ہے'' مسعود حسین خان

(4) ''میں سہیل بخاری اور شوکت سبزواری سے اتفاق کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ اردو ہندی اور کھڑی بولی ایک ہیں'' گیان چند جین

(5) ''اردو کھڑی بولی اور پنجابی کے سہ چشمے سے نکلی ہے'' محی الدین زور قادری''

محی الدین زور قادری اپنی کتاب ''ہندوستانی لسانیات'' جو دلیل دیوے سے اس کے حساب تھے تو یہ دعوہٰ بالکل ٹھیک دیکھیے سے کہ ہریانی اور پنجابی میں گھنٹیء یکسانیت پیدا ہوندی دیکھی سے تو اردو کا اصل (ماخذ) پنجابی کے دعوہ کرن آلے گیل گیل ہریانی (کھڑی) بولی آلے بھی ٹھیک کرنیں سیں۔

لیکن پنجابی نے حافظ محمود شیرانی جیسا محقق مل گیا اور ہریانوی ایسے سپوت سے محروم رہی جو اس کی جنگ لڑ سکدا ا۔ اردو کی پہلی لغت لکھن آلے پہلے مصنف کا تعلق بھی ہانسی ضلع حصار ہریانہ سے تھا بہت بہادر، لٹھیر اور دلیر لوگ ہریانے کے خطے میں تھے لیکن تعلیم کی کمی کی وجہ سے ادبی طور پر ہریانوی گھنٹی پاچھے رہ گئی۔ جو لوگ ہریانہ میں پڑھے لکھے تھے وینھ ہریانوی نے ادب طور پر بولن لکھن اور ترقی دین میں جھکھکیں تھے وہ رسم آج تک جاری سے آج بھی گھنٹی پڑھی فیملی اپنے بالکاں نے اردو انگریزی تو سکھاویں سیں لیکن ماں بولی میں بولنا عیب سمجھیں سیں۔

کھڑی بولی یا ہریانوی کا تعلق براہ راست شورسینی اپ بھرنش (مغربی اپ بھرنش) سے ہے۔ یوہ بولی وسطی ہند آریائی دور میں (500 قبل مسیح تا 1000 عیسوی) میں بولی جاوے تھی (1000ء) تک آندے آندے اس بولی نے دم توڑ دیا اور اس تھے کئی بولیاں نے جنم دیا۔ ان میں سے ایک بولی کھڑی بولی یا ہریانوی کے طور میں بولی جان لاگی۔ اس کھڑی بولی کا اگلا روپ نہاری یا ہندوی کوہان لاگیا اور آج کال مہاری اردو سے ''برصغیر پر انگریزی کے قبضہ کے بعد ہریانہ انبالہ

ڈویژن میں شامل کر دیا گیا۔موجود ہریانہ ہندوستان کے شمال مغرب میں واقع ہے اسے یکم نومبر 1966ء کوصوبہ کا درجہ ملا۔اس سے پہلے یہ مشرقی پنجاب کا حصہ تھا۔ چندی گڑھ اس کا درالخلافہ ہے۔اس کے شمال میں پنجاب اور ہماچل پردیش ہیں ۔ مغرب اور جنوب میں راجھستان ہے مشرق میں اتر پردیش ہے۔ یہ دریائے جمنا کے مغربی کنارے کا علاقہ ہے ۔ 1912ء میں انگریزوں نے پنجاب کے 29اضلاع بنا کر ان کو پانچ ڈویژنوں میں تقسیم کر دیا۔ ہریانہ کے اضلاع گوڑ گاؤں، رہتک، حصار، کرنال، انبالہ اور شملہ کو ملا کر انبالہ ڈویژن بنا دیا گیا۔جھجرا اور سرسہ کے اضلاع ختم کر دیئے اور ان کو رہتک اور حصار میں بانٹ دیا۔رہتک 1824ء میں ضلع بنا''

اورے ہریانہ کا حدود در بہ بیان کرن کا مقصد یوہ تھا کہ ہریانہ کا پس منظر سامنے آن کے بعد بولی یہ بات کری جاوے تو ٹھیک سے سمجھ آوے گی۔

ہریانہ کا علاقہ تعلیم میں گھنا پاچھے ہون کی وجہ سے ہریانی ادبی شکل میں مکمل طور پےنھی ابھر سکی

ہریانوی ''رن گھڑ'' قوم سے تعلق کی وجہ سے رانگھڑی بھی کہاوے سے قدیم زمانے میں ہندوستان میں صرف برج بھاشا بولی جاوے تھی جو ہریانوی سے بہت یکسانیت راکھے تھی۔

''ہریانی زبان کی حدود میں ضلع حصار، رہتک، ہانسی، بھوانی، دادری ریاست دوجانہ، مہم، کلانور، کرنال، ریاست نابھ، ریاست پٹیالہ کے کچھ حصے شامل تھے، ضلع کرنال میں جمنا پار کے علاقے سہارن پور اور میرٹھ کا لہجہ غالب تھا جو اردو کے قریب تر تھا اسی طرح ضلع گڑ گاؤں کی سرحد میوات سے ملتی تھی اور گڑ گاؤں میں میواتی بھی آباد تھے۔اس وجہ سے یہاں ہریانی پر میواتی کے اثرات غالب تھے، کانپور اور نگانہ حالانکہ ہم جد تھے پھر بھی ان کے لہجوں میں فرق تھا۔تحصیل ہانسی کے علاقوں کی زبان ٹھوس ہریانی تھی''۔

اتنے لامبے چوڑے رقبے پے بولی جان آلی ہریانی کے لہجے اور بولن کا ڈھنگ ڈھال کتنا وسیع تھا یوہ اوپر آلے حوالے سے کھل کے سامنے آ گیا۔ضلع روہتک اور حصار میں بولن آلی ہریانی بانگڑو یا جاٹو کہاوے تھی اور ہریانی کا خالص لہجہ تھی۔ ہریانی میں شاعری اور نثری ادب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ پڑیا سے لیکن نقاد کی آنکھ ان تک نہیں پہنچ سکی۔چند مثال دیکھو

کھٹے تھے آیا، کھٹے جاوے گا بے شک اسے گام میں آیا ہوتو
آگے ہو کے پانی پی لۓ جے تیں راہی تسایا ہوتو
دنیا تو دورنگی سے یوئے بات نا بھول
ایک ہاتھ میں پاتھر راکھے ایک ہاتھ میں پھول
ایسے طرح کچھ دوہے بھی حاضر سیں
ساجن تم جھوٹے نکلے، جھوٹی تھاری پیت
برہ نے میرا ساتھ نہ چھوڑا کیسی سچی میت
گیہوں جوار اور باجراہ، ہوا نہ کچھ اس سال
پچھلے برسوں کی طرح پڑے نہ پھر آ کال
کھیتی چوپٹ ہوگئی، گاؤں میں سب بے کار
ملے نہ آدھے پیٹ بھی، کسی روٹی دال

''دوہا''، ارگیت دوایسی صنف ادب سیں جو برصغیر کے اس خطے کی اپنی ایجاد کری ہوئی سیں ۔دوہے جو بڑے نام سیں وینھ اپنے فن میں کھڑی بولی (ہریانی) کے گھنٹے اے شبدھ (لفظ) لکھدے رہیے سیں ۔بھگت کبیر، میرا بائی، طلسی داس برگے بڑے کویاں نے جد دوہے کہے تو ہریانی کے بول اس میں صاف صاف دیکھں تھیں اوپر لکھے گئے

''دوہیاں''میں

گھیوں' چوپٹ اور آدھے پیٹ اسے طرح کے شبدھ سیں اڑے تک کی بات چیت نے اتنی بات کو کھول دی کہہ دوہا اور ہریانی دونوں بر صغیر کی بہت پرانی تاریخ راکھیں سیں۔ میرا بائی کا یوہ دوہا دیکھن آلہ سے۔

کاگا سب تن کھائیو' چن چن کھائیو ماس

دونیناں مت کھائیو' پر یہ درشن کی اس

کاگا' کاگ تھے نکلنا ہے ار کاگ ہریانی کا شبدھ سے۔

1826ء میں ثبوت ملیں سیں کہ عورتاں تہجد میں پڑھن کے گیلے ایک مناجات پڑھا کریں جس کے چند مصرعے نیوں سیں

جنت میں ایک روکھ سے جس کا ناں رمجان

اس کے پتے کِتے ؟؟؟ جتا ملک جہان

اڑھے رمضان کی بجائے 'رمجان' برتا گیا ہے۔

اردو ادب میں تاریخ کی شروعات مسعود سعد سلمان ار امیر خسرو تھے ہو سے اور ان کے دور تھے اگلے آرٹیکل میں دور در دور ہریانی اور اردو کا تعلق لکھن کی کوشش کروں گا۔

عبدالواسع ہانسوی نے پہلی ڈکشنری (لغت) لکھی تو اس میں لہجہ ہریانی کا تھا اس نے سارڈھو کی بجائے ساڈھو' کڑھی کی جگہ کڈھی' جھاڑ کو جھاڈ اور مسوڑھے کی جگہ مسوڈھا لکھیا سے

اکرام رہتکی کی ''تیرہ ماسہ'' شاہ عبدالحکیم کی 'خواب نامہ' اور جہیز نامہ' غلام حسین چشتی کی 'راگ مالا' شاہ غلام جیلانی رہتکی کی ''شرح فارسی چوپائیہا'' ایسی کتاب سیں جو کھڑی بولی (ہریانی) کا مقدمہ لڑن کی اہم مثال ثابت ہو سکیں سیں۔ ان کتاباں اور دوہا کی مثال دین کا مقصد یوہ سے کہ اتنی ساری ''ادب'' کی قیمتی وراثت راکھ بھی مہاری بولی اتنی گیل نے کیوں رہ گئی۔

محشر نامہ' مسائل ہندی' درد نامہ' دھیر نامہ بی بی فاطمہ خاتون آخری لاگت' بلبل باغ محمد' رنگیلی' عقائد عظیم' لفت نامہ وصیت نامہ' قصیدہ امالی کا ہریانی ترجمہ و تشریح' فتاوی محمد' رسالہ برق لامع' رسالہ در روافض وغیرہ جیسی کتاباں کئی سو سال پرانی سیں اور ہریانی کا بہت بڑا کارنامہ سیں لیکن ان پے کام کرنا تو ایک اور بات تھی کسے نے پڑھنا اور سننا بھی گورا نھی کریا۔

ڈاکٹر تبسم کشمیری کہہ سے:

''یہ بات یاد رکھنی چاہے کہ کوئی زبان نشوونما کے خواہ کتنے ہی ابتدائی مرحلے میں کیوں نہ ہو' تنہا الفاظ کی حالت میں نہیں رہتی''

جد تھے آنکھ کھولی سیں ہریانوی لوگاں کے بڑھے بڑھے دعوے سنن نے ملے سیں لیکن 'خالی چنا باجے گھنا' آلی بات اے ملی۔ کھڑی بولی تھے گھنی پاچھے ادب میں آئی تھی گھنی آگے نکل گئی صرف پاکستان اے نھی ہندوستان کے صوبہ ہریانہ کے لوگاں میں بھی صرف بے ڈھنگی ار عروض اور فکر سے خالی شاعری کے علاوہ کوئی ادبی تحریر نھی ملدی یا تو بابا لکھمی چند کی راگنی ملیں سیں یا دھن پت سنگھ کے سانگ لیکن وینھ بھی اس واسطے کہہ ان سانگ ار راگنیاں میں ہندی دیومالیاں کے قصے سیں جو ہندو مذہب کی جان سیں۔

بھگت کبیر کی یوہ سور چنا دیکھیو

یہ انکھیاں السانی

پیا ہو سیج چلو

کھمبا پکڑی پتنگ اس ڈولئی

نہ بولے مدھر بانی

پھولن سیج بچھائی جورا کھیو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رانا تصویر احمد "سانگ" تھیٹر/

ڈرامہ کی خشت اول

پاکستان میں ہونے والی تمام مردم شماری جو 1951ء سے شروع ہوئی اور 2017ء تک کی تمام مردم شماریوں کے ریکارڈ کے مطابق میری ماں بولی ہریانوی سے وابستہ ایک بھی فرد سرکاری ڈیٹا پر موجود نہیں ہے لیکن زمینی حقائق اس سے قدرے مختلف ہیں۔ قیام پاکستان میں تبادلہ آبادی کی صورت میں سب سے زیادہ افراد کی زبان یا تو پنجابی تھی یا ہریانوی تھی کم و بیش 80 لاکھ سے ایک کروڑ کے لگ بھگ مہاجرین ہجرت کر کے پورے ملک میں آئے۔ ان لوگوں کی تیسری چوتھی نسل اب کسی صورت میں بھی تین سے ساڑھے تین کروڑ لوگوں سے کم نہ ہے۔ لیکن سرکاری کاغذوں میں انہیں کبھی اردو سپیکنگ بتایا گیا اور کبھی پنجابی لکھا گیا۔ اپنی تہذیب و ثقافت، بود و باش، زبان، رہن سہن، پہناوا تقریبات اور ادب میں ایک بہت بڑی تعداد نے اب تک اپنی صدیوں پرانی تہذیب کو گلے سے لگایا ہوا ہے۔ ہریانوی زبان کے بارے میں ایک عمومی مغالطہ یہ بھی پایا جاتا ہے کہ یہ ہمسایہ ملک کے ایک صوبہ کے رہنے والے لوگوں کی زبان ہے۔ لیکن جب ادب تحقیق اور تاریخ کا طالب علم اس کی ٹوہ میں نکلتا ہے تو یہ تہذیب ہمیں ہزاروں سال پر محیط نظر آتی ہے۔ لفظ "ہرے" اس کا ماخذ ہے جس سے مراد خوش حالی۔ ہریالی زندہ جاوید ہے۔ جو آپ نے بھی بارہا "ہرے راما" ہرے کرشنا" کی صورت ضرور سنا ہو گا اس کی قدامت اتنی ہی ہے جتنا قدیم ہندو مت یا ہندوستان کی معلوم تاریخ ہے۔ تاریخ میں یہ مختلف ناموں سے زندہ رہی ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ اس حال میں موجود تمام حاضرین اس کے تمام ناموں سے آشنا ہیں برج بھاشا۔ کھڑی بولی، شورسینی اپ بھرنش، مغربی اور وسطی ہندی آریائی دور جو کہ 500 قبل مسیح سے 1000 سنہ عیسوی تک کی آخری یادگار ہے۔

جب آریا اس خطہ میں آئے تو اس زبان کو اپنایا اور نام" پراکرت" نے جنم لیا۔ پراکرت سے مراد پرائے لوگوں کی زبان۔ آپ بھرنش عام لوگوں کی زبان تھی اس میں گیت گائے جاتے تھے روزمرہ کے استعمال کی زبان تھی۔ اور اس نے پراکرتوں کے متبادل کی صورت میں ترقی یافتہ شکل اختیار کر لی تھی۔ اور قدیم ہندوستان کے وسیع علاقہ پر بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ یہ تمام قدیم زبان اور لہجے 1000 سنہ عیسوی تک پہنچتے پہنچتے بہت سے لب و لہجوں اور بولیوں کو جنم دے چکے تھے.

زبانوں کے اس تغیر و تبدل کے دور میں یہ کھڑی بولی پھر ہندوی، اور پھر ہندی زبان بن گئی۔ فارسی زبان کی فصاحت و بلاغت کے دور میں بھی اس نے اپنی بقا کو محفوظ رکھا اور فورٹ ولیم کالج کے دور نے اس پر ہندی اور اردو کی مہر ثبت کر دی۔ مسعود حسین خاں، حافظ شیرانی، سہیل بخاری، گیان چند جین، کشمیری لال ذاکر، انصار اللہ قاسم محمود، مرزا خلیل اور دیگر بہت سے ماہرین لسانیات نے ہریانوی زبان کے کسی نہ کسی گوشہ کو اردو کا ماخذ بتایا ہے۔ اردو کی کلاسیک میں سے اگر ہم ہریانوی کو نکال دیں تو شاید ہی کوئی عبارت مکمل ہو۔

تیسری صدی قبل مسیح کے آخری اور چوتھی صدی قبل مسیح میں ہمیں اس خطہ کی قدیم ترین تاریخ کے شواہد نظر آنا شروع ہوتے ہیں۔ چندر گپت موریہ کا دور 298 قم سے 322 قم کا دور، کوٹشیلیہ چانکیہ کی دانش میں بھی ہمیں اس زبان کا رس اور رنگ ملتا ہے۔ اس دور میں ہمیں تھیٹر کی ابتدائی شکل ملتی ہے۔ ایک شکار کی داستانوں کو درباری مسخروں نے جب پرفارم کر کے راجہ کو دکھایا تو اس دور کو ہم تھیٹر کی خشت اول کہہ سکتے ہیں۔ جب شکار کی داستان کو اس دیدہ زیب انداز میں پیش کیا گیا تو دربار میں موجود راجہ اور رعایا نے خوب سراہا۔ آہستہ آہستہ یہ پرفارمنس کا انداز دربار میں مستقل جگہ بنا گیا۔ اس دور کے تمام تخلیق کار، اہل دانش اور درباری مسخرے اس

فن سے روشناس ہوتے گئے۔ آغاز میں یقینی طور پر اس میں بازاری جملے، ستائش، شامل رہے ہونگے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ فن جب صاحبان دانش کے ہاتھ لگا تو اس میں جدت اور حسن آرائی شامل ہونے لگی۔ یہ ایک فن کی صورت اختیار کر گیا۔ تمام تہوار، جنگ سے پہلے کی تیاریوں میں فتوحات کے جشن، اس فن سے سجائے جانے لگے۔ آغاز میں اس کا نام " سانگ "، مخصوص ہو گیا۔ وقت چلتا رہا دوار بدلتے رہے۔ سانگ کی ابتدائی شکل میں پختگی آتی گئی۔ پہلے ایک یا دو لوگ مکالمہ کی صورت میں مدعا بیان کرتے تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ٹیم کی صورت میں پیش کیا جانے لگا۔ ریاستوں کی شکل بدلی۔ تہذیب و ثقافت میں تبدیلیاں آتی گئی۔ یہ فن درباروں سے نکل کر عوامی شکل اختیار کر تا گیا۔ کچھ خاندان مخصوص ہو گئے۔ قدیم ہندوستان میں جیسے زبان نے سفر اختیار کیا سانگ کی روایت میں تبدیلی اور جدت میں اضافہ ہو تا گیا۔ عوام میں پذیرائی ملنے لگی۔ فن کی ساخت مزین ہونے لگی۔ سر والٹر لارنس اور دیگر برٹش مصنفین کی کتابوں میں ان سٹریٹ تھیٹرز کا ذکر ملتا ہے۔

" بھانڈ " سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی نقل، طربیہ، تمثیل کے ملتے ہیں سانگ کی ابتدائی شکل میں یہ فن محض مزاح یا محفل میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے رچایا جاتا تھا لیکن وقت نے اسے بہترین تخلیق کاروں کے ہاتھ میں دے دیا۔ گاؤں دیہات کے میلوں میں مذہبی رسومات میں شادی بیاہ کی محفلوں میں، رت جگے کی صورت میں سانگ ایک لازم و ملزوم حصہ بن چکا تھا۔ بھرت منی کے " نٹ شاستر " میں تھیٹر کے بنیادی اصول و ضوابط متعین کر دیئے گئے۔ سانگ کی بنیادی تاریخ کے دنوں میں ہی شاعری اس کا لازمی جزو بننا شروع ہو گئی تھی۔ شاعری کی پختگی نے ڈائیلاگ کے ساتھ مل کر مکالمہ میں جان پیدا کر دی۔ اور لوگوں کے فن نے اسے عروج دیا۔ بہترین فن کار قرب و جوار سے ان ٹیموں کا حصہ بننے لگ گئے۔ کردار منتخب کئے جانے لگے بنیادی

موضوعات میں مذہب، حب الوطنی، جنگ، حسب نسب، شجاعت و بہادری شامل رہے عوام کی طلب کے پیش نظر معروف رومانوی داستانیں بھی موضوعات میں شامل ہونے لگی۔ جب سانگ میں عوامی موضوعات شامل ہوئے تو پذیرائی دو چند ہو گئی۔ پندرھویں، سولھویں صدی میں ان سانگ یا ڈراموں کا ذکر ہمیں آج بھی ملتا ہے۔ خاص طور پر نندرشی، اور شیخ نور الدین کی شاعری میں نمایاں رنگ ملتا ہے۔ 1855ء میں اودھ کے نواب واجد علی شاہ نے اپنے محل میں آغا حسن امانت کا ڈرامہ " اندر سبھا " رچا گیا۔ اس دور تک باضابطہ طور پر اسٹیج بنایا جانے لگا۔ ٹیم کے مکالموں پر توجہ ہوئی۔ زرق برق لباس اور میک اپ کی صورت میں فن کار پیش کئے جانے لگے۔ جب اس قدر تیاری کے ساتھ ڈرامہ پیش کیا جانے لگا تو عوام کی واحد تفریح کا درجہ حاصل کر لیا۔ یہ دور ڈرامہ یا سانگ کا عروج قرار دیا جاسکتا ہے۔

کالی داس جسے ہندوستان کا شیکسپیئر بھی کہا جاتا رہا ہے " شکنتلا " تخلیق کیا اس ڈرامہ نے اس عہد میں نئے اصول و ضوابط متعین کر دیئے۔ پھکڑ پن سے کہانی کو مرکزی اہمیت ملنا شروع ہو گئی۔ ریاستیں، حکومتیں بدلتی گئیں لیکن " سانگ " اس دور کے ہر معاشرہ میں عوام کی خدمت بن گیا۔ اور سانگ کی دو اقسام میں یہ فن تقسیم ہو گیا۔

ا۔ کیرتن انداز

۲۔ نوٹنکی انداز

اس دور کے سانگ پیش کرنے والے چند نام ایسے ہیں جنہیں کسی صورت بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ دیپ چند باہمن جو کھانڈا سونی پت سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کو اپنے وقت کا کالی داس کہا جاتا ہے۔ انہوں نے علی بخش کے طریقہ سانگ کو چار چاند لگائے۔ معاشرہ میں موجود تمام قابل ذکر کردار، کہانی، صورت حال، فتوحات، عشق کی داستانیں اہم موضوعات بن گئے۔ ہر طرح کے تجربات کیے جانے لگے۔ اسٹیج پر اداکار پیش

ہوتے کچھ چپ اداکار اپنی فن کاری سے توجہ حاصل کرتے پس پردہ آواز ان کے کرداروں کو اجاگر کرتی۔ مکالمہ مکمل طور پر نظمیہ انداز میں پیش کیا جاتا۔ ہر کردار تحت اللفظ میں اپنے مکالمے ادا کرتا۔

نئی شاعری تخلیق ہونے لگی اور پہلے سے موجود شاعری کو ضرورت کے مطابق ڈھال لیا جاتا اور کرداروں سے ادا کرایا جاتا۔ راگنی کی صنف جو اس قت تک سانگ کا لازمی حصہ بن چکی تھی، اس صنف نے سانگ کی روایت کو بام عروج تک پہنچا دیا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران اور بعد میں دیپ چند باہمن کا طوطی بولتا تھا۔ انگری سرکار نے انہیں "رائے صاحب" کا خطاب بھی نوازا۔

راگنی کے ساتھ ساتھ موسیقی کے آلات نے اسٹیج پر اپنی جگہ بنائی جب سازو آواز کے سنگم کے ساتھ مکالمے اور کردار سامنے آئے تو تھیٹر کی دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا۔ اس دور کی تخلیق شدہ راگنیاں، ردھم، اور کمپوزیشن آج تک لوگوں کے پاس محفوظ ہیں۔ یہ سلسلہ نسل در نسل چل نکلا۔ کشن لال بھاٹ کا دور کم وبیش دو سے اڑھائی سو سال قدیم ہے۔ لیکن اس دور کے فولک تھیٹر کا موجد انہیں بھی تصور کیا جاتا ہے۔

کوی شنکر داس جو کہ خود شاعر اور اداکار بھی تھے ایک اور بڑا نام ہے۔ میرٹھ سے تعلق ہے۔ علی بخش کا تعلق ریواڑی سے تھا۔ یہ بھی ایک عہد ساز شخصیت تھے۔ انہوں نے بھی لازوال سانگ سجائے۔ فاسانائی۔ آزاد، پدماوت وہ شاندار کھیل ہیں جنہیں رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ ان میں موسیقی کے تجربات جن میں خیال، ٹھمری، دادرا، کو چار چاند لگائے گئے۔ عمومی طور پر رات میں پرفارم کئے جانے لگے۔ روشنی کے لیے کرداروں کو مشعل اور لالٹین سے سجایا جانے لگا۔ اس سنہرے دور کے یہ تخلیق کار سانگ اور تھیٹر کے اصل موجد گردانے جاتے ہیں۔

پنڈت دیپ چند باہمن
پنڈت لکھمی چند
مہر سنگھ جاٹ
باجے بھگت (باجے نائی)
پنڈت مانگے رام
پنڈت رام کشن ویاس

مغلیہ دور میں خواتین کی سٹیج پر فارمنس پر پابندی تھی، لیکن کسی بھی کھیل میں نسوانی کردار کے بغیر نہ کہانی سجتی ہے نہ عوام کو مکمل تفریح میسر آتی ہے۔ اس پابندی کے سد باب کے لیے مردوں نے میک اپ اور زنانہ لباس سے پورا کیا۔ خداداد صلاحیتوں والے فن کاروں نے اس شعبہ میں بھی جھنڈے گاڑ دیئے۔ اس صدیوں پرانے فن میں کچھ ایسے لازوال فن کار بھی پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے جب کسی نسوانی کردار میں رنگ بھرے تو دیکھنے والوں کے تصور میں وہ ادائیں اور فن نقش ہو گیا۔ اس سنہرے دور کی لازوال داستان ہمارے ادب کے گم شدہ اوراق ہیں۔

فن ثقافت کے ان روشن میناروں میں سے ایک نام لکھمی چند کا بھی ہے۔ انہیں بے شمار خطبات سے نوازا گیا۔ "پنڈت"۔ "دادا"۔ "ہریانہ کا کالی داس" "سوریا کوی" (شاعری کا سورج) اور نہ جانے کتنے ناقابل فراموش کردار اس تخلیق کار نے پیش کئے۔ جس طرح موسیقی میں آج گھرانوں نے نام سے لوگ اپنی شناخت کراتے ہیں۔ ایسے ہی سانگ اور تھیٹر کی روایت میں پنڈت لکھمی چند کے گھرانہ کی اہمیت ہے آج تک کا تخلیق کار بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس فن سے وابستہ اور لکھمی چند کے شاگرد خاندانوں کی نسل کی باقیات اس وقت ملتان نالہ ولی محمد کے محلہ میں کسمپرسی کی حالت میں زندہ ہے۔ پنڈت لکھمی چند کے چند شاہکار ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ راجہ ہریش چندر

۲۔ شاہی لکڑہارا

۳۔ جانی چور

۴۔ سیٹھ تاراچند

۵۔ سقے وان ساوتری

۶۔ ہیر رانجھا

۷۔ چاپ سنگھ سوموانی

۸۔ راجہ گوپی چند

۹۔ بھوپ پرنجن

۱۰۔ میرابائی

۱۱۔ پورن مل بھگت

۱۲۔ ہیرامل جے مل

۱۳۔ رگھوبیر دھرم کور

۱۴۔ چندر کرن

۱۵۔ پھول سنگھ نوٹانی

۱۶۔ لچک

۱۷۔ دروپدی

۱۸۔ پدماوت

سانگ کی اس روایت میں آغاحشر کانام بھی اہم ستون کے طور پر نظر آتا ہے۔ آغاحشر کے ڈراموں نے پارسی تھیٹر کو پیش کیا ان کے تخلیق کردہ کھیل "بلوامنگل" اور "نیک پروین" نے یعنی اس رویت کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ جس طرح سارنگ کی روایت کے پیش نظر ہم نے پہلے لکھاری، ہدایت کار، تخلیق کاروں کو زیر بحث لائے ہیں ایسے چند اہم فن کار جو اس روایت میں ہمیشہ زندہ رہیں گے ۔ ان کے نام بھی پیش کرتا ہوں۔ طوالت کے پیش نظر محض ان کے ادوار اور نام کاذکر کروں گا۔

چتن شرما	تیرھویں صدی
بالمکونڈ گپت	سولہویں صدی
گردھار	سولہویں صدی
شیوکمار	سولہویں صدی
کشن لال بھانڈ	سولہویں صدی
سعد اللہ	1760 کے دوران
بنسیال	1802 کے دوران
اجرم	1819 کے دوران
پنڈت بستی رام	1958۔1841
احمد بخش	1850-1800
علی بخش	1899-1854
ہیر اداس اداسی	1816 کے دوران
تاؤسانگی	1878 کے دوران
ہر دیواسوامی	1926-1884
من سنگھ براہمن	1955۔1885
پنڈت میرام	1964-1886
سورج بھان ورما	1942-1889
پنڈت شادی رام	1973-1889
پنڈت سروپ چند	1956-1890
پنڈت نیت رام ڈورنگ	1890
باجے بھگت	1936-1898
پنڈت ہرکشن	1936-1898
پنڈت ناتھورام	1990-1902
پنڈت لکھمی چند	1945-1903
شریرم شرما	1966-1907
پنڈت رگھوناتھ	1977-1922
پنڈت تیج رام ڈورنگ	1931
بھارت بھوشن ڈورنگ	1932
بنوری لال سیٹھ	1983-1932
جھمن لال	1935

مہاشے سرپل	2013-1935
پنڈت جگن ناتھ	1939
پنڈت ٹل رام	2008-1939
رنبیر دھیہ	1950
چتر بھوج بنسل	1951
پنڈت جگدیش چندر	1997-1916
پنڈت مچھند	1916
دیال چند گوپال	1916
پنڈت رامانند ڈورنگ	1917
جاٹ میر سنگھ دھیہ	1944-1918
سلطان شاستری ڈورنگ	1919
ماسٹر نیک رام	1996-1915
کشن چند شرما	1922
کھیم چند سوامی	1923
چندر لال بھاٹ	2004-1923
گیانارام شاستری	1923
پنڈت رام کشن	2003-1925
رائے دھنپت سنگھ	1979-1916

حاضرین محفل میری ماں بولی کے گلدستہ سے محض ایک پھول آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ جس کی مکمل خوشبو آپ تک نہیں پہنچا سکا۔ اس کے لئے پورے ادارے درکار ہیں۔ مضمون کے شروع میں جیسا کہ آپ کو بتایا گیا ہے کہ ہریانوی تہذیب و ثقافت کو پہلے مردم شماری کے ڈیٹا سے غائب کیا گیا۔ کروڑوں لوگوں کو اردو اور دیگر زبانوں کی چھتری تلے چھپنا پڑ گیا کیوں کہ ہماری شناخت کا خانہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

ہماری زبان، فن، تہذیب، ادب بھی تاریخ کے صفحوں میں گم نہ ہو جائے۔ آج کے عہد کے ہر سرکردہ تعلیمی ادارہ جہاں تحقیق زندہ ہے اور غیر جانبدار محقق آج بھی اگر ارادہ کر لیں تو ہریانوی زبان و ادب اور تہذیب و ثقافت کی گم شدہ وادیاں ہزاروں سال پر محیط ملیں گے۔ اگر آپ جیسے باوقار ادارے ایم فل اور پی ایچ ڈی لیول پر تحقیق کا کام شروع کرا دیں تو یہ بھی اس عہد ساز زبان پر احسان ہو گا۔ آپ کی توجہ کا شکریہ۔

مرزا غالب رمضان کے مہینے میں دہلی کے محلے قاسم جان کی ایک کوٹھری میں بیٹھے پچیسی کھیل رہے تھے۔ میرٹھ سے ان کے شاگرد مفتی شیفتہ دہلی آئے تو مرزا صاحب سے ملنے گلی قاسم جان آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ رمضان کے متبرک مہینے میں مرزا پچیسی کھیل رہے تھے۔ انہوں نے اعتراض کیا: ''مرزا صاحب ہم نے سنا ہے کہ رمضان میں شیطان قید کر دیا جاتا ہے۔'' مرزا غالب نے جواب دیا: ''مفتی صاحب آپ نے ٹھیک سنا ہے۔ شیطان جہاں قید کیا جاتا ہے، وہ کوٹھری یہی ہے۔

راگنی-پاکستان میں ہریانوی لوک ادب کی ایک گمشدہ چھوری

محمد اختر مرزا
ایڈیٹر۔ نوھرہ میگزین۔ ملتان
akmirza2001@gmail.com

جناب صدر۔ ممبران آرگنائزنگ کمیٹی ۔ معزز خواتین وحضرات

السلام علیکم!

سب سے پہلے تو میں کانفرنس کی آرگنائزنگ کمیٹی کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ اتنے کم وقت میں اتنا جامع پروگرام کا انعقاد کر کے پاکستان میں مختلف زبانیں بولنے والوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا تا کہ ہم پاکستان میں بولی جانے والی زبانوں کے متنوع لہجے، شاعری، لوک کہانیاں۔ قصے اور داستانوں کے بارے میں جانیں۔

میں آج کے دن خود پر فخر کر رہا ہوں کہ پہلی دفعہ ایک انٹر نیشنل پلیٹ فارم پر اپنی مادری زبان کو متعارف کروا رہا ہوں۔ ہریانوی برصغیر کی قدیم زبانوں میں سے ایک ہے۔ اور متعدد ماہرین لسانیات اور محققوں نے اس بات کو مانا ہے کہ ہریانوی ہی ہماری قومی زبان، اردو کی ماں ہے۔ برج بھاشا اور کھڑی بولی اس کے متبادل نام ہیں اور یہ بولی دلّی، اتر پردیش راجھستان اور موجودہ ہریانہ کے آس پاس کے علاقوں میں بولی جاتی تھی۔ اس زبان کے پانچ رجسٹرڈ لہجے ہیں۔

1۔ بانگری۔ 2۔ باگڑی۔ 3۔ میواتی۔ 4۔ کھادری / نردکھی۔ 5۔ آہیرواٹی

1947ء میں ان علاقوں سے ہجرت کر کے آنے والے لوگ اپنے ساتھ زبان کے یہ لہجے بھی لائے اور آج تک اپنے گھروں میں ان لہجوں کی ہی پرورش کر رہے ہیں۔

ہریانوی شاعری اور موسیقی میں راگنی ایک بنیادی صنف ہے۔ سرزمین ہریانہ نے جہاں کئی ساز اس علاقے کو دیئے جن میں سب سے اہم سارنگی ہے۔ وہاں راگنی کی صورت میں شاعری کی ایک ایسی صنف بھی دی جو کئی سو سال گزرنے کے باوجود آج بھی اسی شوق سے گائی اور سنی جاتی ہے۔ راگنی کے ذریعے لوک کہانیاں، تاریخی واقعات اور داستانوں کو انتہائی کم الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ جب لوگ لکھنے پڑھنے سے دور تھے تو اس وقت بھی یہ راگنیاں سینہ بسینہ یاد رکھی جاتی تھیں اور نسل در نسل آگے بڑھتی رہتی تھیں۔ اور خوشگوار حیرت اس بات پر کہ شاعر ہی اس کا موسیقار بھی ہوتا تھا اور گلوکار بھی۔ ہریانوی لوک زندگی میں راگنی کی

خاص اہمیت ہے۔ یہ گانے کا وہ انداز ہے جس کے ذریعے تاریخ، کہانیوں اور لوک زندگی کے مختلف پہلوؤں کو کم الفاظ میں موثر انداز میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ راگنیاں بنیادی طور پر سانگ کے ایک اہم حصے کے طور پر تیار ہوئیں۔ تاہم، ان کے علاوہ، کچھ راگنیاں ایسی بھی پائی جاتی ہیں جو کسی گیت یا کہانی کا حصہ نہیں ہیں۔ ہندوستانی تھیئٹر یا سانگ جو کہ باقاعدہ ایک ڈرامہ ٹیم کی شکل میں پرفارم کرتا ہے۔ اس کی بنیادی اکائی راگنی ہی ہے۔ بڑے بڑے قصے اور کہانیاں جن کے ذریعے پورے گاؤں کو ساری ساری رات مسحور کر کے بٹھا لیا جاتا ہے، وہ انہیں راگنیوں کے بول اور گانے والے کے لہجے کی مٹھاس اور اٹھان پر ہی منحصر ہوتا ہے۔ عموما راگنی میں دو کردار سوال، جواب کے انداز میں شاعری میں باتیں کرتے ہیں۔ اور ڈائیلاگ کی بجائے شعروں میں بات ہوتی ہے۔

انڈیا کے شہر نارنول کے بہاری مل کو پہلا باقاعدہ راگنی لکھنے اور گانے والا تصور کیا جاتا ہے جس نے 1206 ء میں عوام الناس کی توجہ راگنیوں کے ذریعے مبذول کروائی۔ راگنی نے عام آدمی کے جذبات کی نمائندگی کرنا شروع کی، جن میں دکھ، سکھ، پیار، محبت۔ بہادری اور بے وفائی سب کچھ سمو دیا گیا۔ عام فہم لفظوں کے ذریعے کی گئی شاعری کو جب شاعر نے گا کر سنایا تو ایک سماں بندھ گیا۔ پھر سازندے ساتھ بیٹھنے لگے اور ایک پوری ٹولی بن گئی تو باقاعدہ گاؤں کے کھلے میدان میں سٹیج لگنے لگا۔ اور یوں "سانگ" یا "سوانگ" شروع ہو گیا۔ سانگ کی شکل میں اسٹیج ہونے کے باعث میوزیکل ڈرامہ نہ تو کرداروں کی مخصوص شخصیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے وسیع بیانیہ کا سہارا لیتا ہے اور نہ ہی اشاروں، دلائل یا گفتگو کی باریکیاں ان کی ذہنی الجھنوں کو پیش کرتی ہیں۔ بلکہ جذبات پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ اس لیے گیت میں کہانی کا بہاؤ راگنی کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔

راگنی میں بنیادی عنصر جذبات ہیں۔ ایسے جذبات جو انفرادیت اور قربت کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ فرد کی اجتماعی شخصیت کو نشانہ بناتے ہیں۔ دیہی معاشرے کی زندگی کی روایات میں ابھرنے والے مسائل کے متعلق راگنی کے ذریعے ایسے احساسات کا اظہار کیا جاتا ہے جو عام اور مستحکم شکل حاصل کر چکے ہوںَ۔ راگنی کو کیونکہ سامعین کے سامنے کھڑے ہو کر گایا جاتا ہے، اس لئے یہاں جذبات کو ترتیب دیا جاتا ہے اور آسانی سے پکڑ میں آنے

والے محاوروں اور لفظوں میں پرو کر مانوس تال اور دھنوں میں ترتیب دیا جاتا ہے تاکہ بیان کئے گئے احساسات لوگوں کو پسند آئیں۔لوگ راگنی کے بولوں کو اپنے دل کی دھڑکن کا اظہار کرنے والی ترکیب کے طور پر قبول کرتے ہیں۔راگنی کی اصل طاقت جذبات کی تشہیر اور اظہار کی آسانی میں ہے۔ راگنی کی اصل زندگی عام لوک زبان کے محاوروں میں سادہ سُر اور تال کو اپنانے اور کہانی کے ایسے دل میں اتر جانے والے موضوعات کا انتخاب کرنے میں ہے جو لوگوں کے ذہن میں نقش ہو جائے۔ان سب عناصر کی موجودگی میں ہی راگنی لوگوں کے احساسات ، درد اور دبی ہوئی خواہشات کو سادہ اور آسان فہم انداز میں پیش کرنے میں کامیاب ہوتی ہے۔

راگنی کو عام لوگوں کی سوچ کو نکھارنے اور ان کے جذبات کو سنوارنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ان راگنیوں میں اکثر قدرتی آفات اور سماجی اصولوں کو برقرار رکھنے کے لئے دی گئی قربانیوں کا ذکر ہوتا ہے۔ صبر اور حوصلے کے ساتھ برداشت کرنے والے شخص کی خودی کو خصوصی وقار دیا جاتا ہے۔ سماجی برائیوں کا شکار محنت کش عوام کی بغاوت کے جذبے اور ان کے فطری جوش وخروش کا اظہار بھی بعض اوقات ان راگوں میں ہوتا ہے لیکن بنیادی عنصر صبر و تحمل اور ایثار و قربانی ہی رہتا ہے۔

سامعین کرام!

آیئے میں آپ کو برصغیر کے نامور راگنی لکھنے اور گانے والے لوگوں سے متعارف کراؤں۔

پنڈت لکھمی چند، مہر سنگھ اور جھنڈو میر کا زمانہ وہ زمانہ تھا جب انگریز سامراج سے آزادی کے لئے جدوجہد کی جارہی تھی۔ تو اس وقت کی راگنیوں میں حب الوطنی، قربانی اور آزادی کی تڑپ ابھارنے والی راگنیاں لکھی گئیں۔ یہ راگنیاں خاص طور پر پرانے نظریات کی بحالی کے تناظر میں اور موجودہ نظام کے تحت عام لوگوں کے دکھوں کے اظہار کو زیادہ اثر انگیز بناتی ہیں۔ لیکن محبت کے راگوں میں غالب ہونے کے باوجود یہاں اکثر محبت کے جذبات کو دھندلا دیا جاتا ہے۔ ان راگنیوں میں محنت کش عوام کے اندر زندگی کی طرف لازوال جوش نظر آتا ہے۔ لیکن رسم و رواج کے مصنوعی میلوڈرامے کی رسومات لوک نفسیات سے پھوٹنے والی فطری محبت اور جوش کو بھی بگاڑ دیتی ہیں۔ کیونکہ تحریک آزادی سے اٹھنے والی جدت کی لہر کا اظہار بھی راگنی کے ذریعے ہو رہا تھا۔ چنانچہ

نام	عہد	نام	عہد
چیتن شرما	13ویں صدی	پنڈت لکھمی چند	1945- 1903
بہاری مل	13ویں صدی	دھنپت سنگھ	1979- 1916
کشن لال بھٹ	16ویں صدی	جاٹ مہر سنگھ دہیا	1944- 1918
شیوکاور	16 ویں صدی	بندہ بلھے والا	3 گیانی میر چاندی والا
سعداللہ	1760	ممتاز میر بوانی	بندے میر مہی
بنسال	1802	امیر باگڑی	زیب النساء زیبو
احمد بخش	1850- 1800	حاجن حسینہ کلائنت والی	میر محمد صدیق
علی بخش	1899- 1854	فضل دین	افضل باگڑی
سورج بھان ورما	1942- 1889	جھنڈو میر	محمد سلیمان بادی
پنڈت سروپ چند	1956- 1890	جمو امیر	

روایتی اقدار کے قیام، مصائب برداشت کرنے کی رواداری اور پیار محبت کے دھندلے اظہار کے اندر سے ہم کبھی کبھی راگنی کی روایت میں ایک اور آواز سنتے ہیں۔ جس میں فرد کے انسانی وقار، استحصال اور جبر کا مطالبہ ہوتا ہے۔ اور سماجی خاندانی تعلقات کو مزید مستحکم بنانے کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔ یہ شاعر اور گلوکار عام لوگوں کے حالات، بول چال اور محاورات پر بہت مضبوط گرفت رکھتے تھے اور انہیں عوام کے بنیادی رجحانات کو تال میل سے پیش کرنے میں مہارت تھی۔ یہ لوگ اپنے اپنے عہد کے چیلنجوں کی گہری سطح پر محسوس کرتے ہیں۔ اور مواد کی صورت میں وہ اپنی تخلیقات میں بلواسطہ طور پر اپنے زمانے کے مسائل کی جھلک پیش کرتے ہیں۔ یہ راگنی لکھنے والے تصوف اور تقدیر پرستی کا پرچار بھی اپنی راگنیوں میں کرتے نظر آتے ہیں۔

راگنی کی اصل زندگی عام لوک زبان کے محاوروں میں ایک سادہ تال کو اپنانے اور ایسی دل کو چھو لینے والی کہانیوں کا انتخاب کرنے میں ہے جو لوگوں کے ذہن میں نقش ہو جائیں۔ ان سب کی مدد سے ہی راگنی لکھنے والا لوگوں کے احساسات، ان کے درد اور دبی ہوئی خواہشات کو سادہ اور آسان انداز میں پیش کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ راگنی کی حدود کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان نئی قسم کی

ترکیبوں میں بھی بنیادی زور جذبات کے اظہار پر دیا جائے نہ کہ منطق پر۔

معزز حضرات!

اب میں حالات کا رخ بٹوارے کے بعد ہجرت کر کے آنے والے لوگوں، راگنی کے شاعروں، اداکاروں اور گلوکاروں کی طرف موڑتا ہوں۔ یوں تو مسلمان گایئکوں اور شاعروں نے اپنا لوہا متحدہ ہندوستان میں ہی منوا لیا تھا۔ جھنڈو میر جو کہ پارٹیشن کے بعد اوکاڑہ شہر میں آباد ہوئے، لکھمی چند کے مقابلے کے راگنی گانے والے تھے۔ اور اتنی شہرت اور عزت پائی کہ خود لکھمی چند ان کے سامنے گانے سے کتراتے تھے۔ دونوں کا استاد ایک ہی تھا یعنی دونوں کوی مان سنگھ کے شاگرد تھے۔ ایک مرتبہ لکھمی چند جھنڈو میر کے گاؤں دیرہ میں سانگ کرنے آیا تو اس شرط پر کہ جھنڈو گاؤں میں موجود نہ ہو۔ جو جھنڈو میر نے مان لیا کہ میں سانگ میں نہیں آؤں گا۔ پر وہ اپنے گاؤں میں ہی رہے۔ سانگ شروع ہونے کے دوسرے دن لکھمی چند کو معلوم ہو گیا کہ جھنڈو میر گاؤں میں ہی ہے تو اسے بلوالیا۔ اور سنا۔ پھر خود مان بھی گیا کہ جھنڈو واقعی بڑا گائیک ہے۔ جھنڈو میر کا کلام ہریانے میں آج بھی دل سے گایا جاتا ہے اور اتنا ہی مشہور ہے جتنا پارٹیشن سے پہلے تھا۔

ان مہان شاعر گائیکوں کے مشہور سانگ جو ظاہر ہے کہ راگنیوں پر مشتمل ہیں۔ یہ ہیں۔

راجہ بھوج۔ راجہ امب۔ ستونتی۔ چاپ سنگھ۔ جانی چور۔ ہیر رانجھا۔ سوہنی مہینوال۔ کولا دیوی۔ گجنا۔ چندر کرن۔ پورن بھگت۔ راجہ نل۔ قصہ حضرت داؤد علیہ السلام۔

قیام پاکستان کے بعد یہ لوگ اوکاڑہ، ملتان، سکھر اور محرابپور کے شہروں میں آباد ہوئے۔ اور 80 کی دہائی کے وسط تک یہ پاڑیاں گاؤں، گاؤں اور شہر شہر گھوم کر اپنے فن کا مظاہرہ کرتی تھیں ۔ دس سے پندرہ لوگوں پر مشتمل پارٹی دو، دو ہفتے کے لئے قیام کرتی اور عشاء کے بعد سے لے کر رات ڈھلنے تک یہ لوگوں کو محظوظ کرتے۔ سننے والوں میں زیادہ تعداد بڑی عمر کے لوگوں کی ہوتی جو اپنی جوانی ہریانہ میں گذار آئے تھے۔ لیکن جوان اور نوجوان لوگ بھی اچھی خاصی تعداد میں سننے آتے تھے۔ عموما" عورتوں کے کردار بھی مرد ہی نبھاتے تھے۔ اور جب وہ لکڑی کے تختوں کے سٹیج پر ڈانس کے دوران جمپ کرتے تو تختوں کے ٹوٹنے کا ڈر رہتا تھا۔ اس کے علاوہ مزاح بھی ان سانگوں کا حصہ

ہوتا تھا۔ جو نوجوانوں کو دیر تک بٹھانے کا سامان کرتے تھے۔

محمد شریف بنواری ولد نادر علی ایک ایسا راگنی لکھنے والا گذرا ہے جس نے پاکستان بننے سے پہلے ہی سانگ شروع کر دیئے تھے۔ اور پاکستان بننے تک اس کا نام ہریانہ میں عزت سے لیا جاتا تھا۔ بنواری نے بیس سال تک انڈیا میں سانگ کئے پاکستان آکر اوکاڑہ میں رہائش اختیار کی اور 1975 ء تک پاکستان میں لوگوں کو محظوظ کیا اور نام کمایا۔ ہریانوی راگنی لکھنے والوں میں بنواری کا نام ایک بڑا نام ہے۔ اس کے مشہور سانگ ، چندر کرن۔ منا کور۔ پورن بھگت اور ستونتی ہیں۔ یہ کہانیاں تو پرانی ہیں۔ لیکن ان کی راگنیاں بنواری کی طبع زاد راگنیاں ہیں۔ ڈائیلاگ ڈیلیوری میں بنواری کسی کے کم نہیں تھے اور کسی اور کو اپنے سامنے بولنے کا موقع ہی نہیں دیتے تھے۔ دو سال اوکاڑہ میں رہنے کے بعد ملتان ٹمبر مارکیٹ میں آکر قیام کیا۔ بنواری کے ذکر کے بغیر راگنی لکھنے والوں کی تاریخ ادھوری رہے گی۔ بنواری کا نمونہ کلام پیش ہے۔

مرے کہے کی ناں مانے مینھ زہر منگا کے کھالیوں
توں بیشک کھالیے زہر پری جد بارھ شہر تھے جالیوں
بنواری لال کس طرح جاہیں تیرے گل مینھ جیھی پالیوں
اسا مریا ہو یا منے مت سمجھے میں ہانگے تھے ناڑ چھٹالیوں

ایک اور نام عبدالعزیز عرف گیانی میر کا بھی ہے۔ اسے بچپن سے ہی سانگ دیکھنے اور راگنی سننے کا شوق تھا۔ یہی شوق اسے ایک دن ضلع حصار میں اپنے وقت کے نامی گرامی سانگی ہر پھول کے گاؤں بوانی لے گیا اور اس کی شاگردی اختیار کی۔ ہر پھول کے ساتھ دس بارہ سال سانگ کرنے کے بعد اپنی سانگ پارٹی کی بنیاد رکھی اور پاکستان بننے کے وقت لگ بھگ سولہ سال ہریانے میں اپنے نام کا ڈنکا بجوایا۔ پاکستان میں پہلے اوکاڑہ میں رہائش اختیار کی اور اپنی پارٹی بنانے کا کام ملتان ، پرانا شجاع آباد روڈ پر آکر کیا۔ ملتان میں ان کے شاگردوں میں رمضان دھمانیا۔ نیک محمد نیکو۔ محمد سلیم کے ٹو۔ اللہ رکھا عرف چمن۔ چھوٹی مینا، شیداں بی بی۔ کوثر اور سدو ہیں۔ کچھ عرصہ بعد وہ کراچی شفٹ کو گئے اور باقی تمام عمر سندھ کے باسیوں اور راگنیوں کے متوالوں کی خدمت کی۔ گیانی میر کے انڈیا میں ہم عصروں میں میر بندے علی۔ جھنڈو میر۔ میر بندے علی مہمی۔ امیر باگڑی جیسے مانے ہوئے شاعر

تھے۔ پر گیانی نے اپنی الگ پہچان بنائی۔ گیانی میر نہ صرف اپنے عہد کا اچھا اداکار تھا بلکہ اپنے وقت کا ہریانوی زبان کا نامور شاعر بھی تھا۔

حاجن حسینہ نے پاکستان آکر اپنی بہن محمودہ اور بیٹی نگینہ نرگس کے ساتھ مل کر ایک سانگ پارٹی بنائی۔ اور پورے ملک میں کامیابی کے جھنڈے گاڑے۔ حاجن حسینہ اور ان کی بیٹی کو متعدد بار ہریانوی زبان کی نمائندگی کے لئے پی۔ ٹی۔ وی اور لوک ورثہ نے بلایا۔ پرانی ویڈیو ٹیپس ضرور ریکارڈ میں موجود رہی ہونگی۔ حاجن حسینہ کی پارٹی پاکستان میں راگنی لکھنے والوں اور سانگ کرنے والوں کی آخری ٹولیوں میں شمار کی جاتی ہے۔ یہ لوگ پورے پاکستان میں گھومے جہاں جہاں ہریانوی زبان بولنے والے لوگ رہتے ہیں۔ حاجن حسینہ جب سر پر پگڑی باندھ کر مر دانہ کردار ادا کرنے سٹیج پر آتی تھی تو لوگوں کے نعرے اور شور کافی دیر تک سنا جاتا تھا۔ راقم نے بھی اپنی شہر میں حاجن حسینہ کو پرفارم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ لوگ رات ڈھلنے تک سانگ دیکھنے کے لئے بیٹھے رہتے تھے۔ حاجن حسینہ کے مشہور سانگ امب راجہ کی راگنی سے اقتباس پیش کرتا ہوں۔

ماتھے میں بل تین پڑیں میرے۔ تیں کیوں روٹھ گیا
امر تسر کا دان ار پانی او گوری او ٹھ گیا
امر تسر سے شہر تیرا کیوں قہر دکھائی دے؟
میرا اور کرم کارے گوری بیر دکھائی دے

ہاتھ جوڑ کے کہہ رھی سوں کر اوڑے جان کا ٹالا
ناں میں اوڑے جان کی ٹال کروں چھے کر لے جی کا گالا
تیرے گل کے مینھ لیوں گھال اوڑھنا کیوں بن رھیا ہانگے آلا
میں تری ایب مرمت کر دیوں سے۔ لاٹھی بھیت بچالا

اپنے مقالے کے اختتام کی طرف آتے ہوئے میں ذکر کرنا چاہوں گا کہ آخر کیوں یہ لوگوں کے دلوں کو گرمانے والی راگنیاں لکھنے والے گم ہوتے چلے گئے اور ہوتے ہوتے بلکل معدوم ہو گئے۔ تو اس بارے میں عرض ہے کہ جب وہ لوگ جن کا تعلق اس عمر کے ساتھ تھا جو انڈیا سے ہجرت کے وقت جوانی یا لڑکپن میں تھے۔ وہ راگنی لکھنے اور گانے والوں کی سر پرستی کرتے تھے۔ ہریانوی ثقافت کے مطابق شادیاں لمبی سرگرمی کے طور پر منائی جاتی تھی جس میں لڑکی والوں کے گھر لڑکے کی بارات کم از کم تین دن تک قیام کرتی تھی۔ اور اچھے کھاتے پیتے

گھرانے اس وقت ضرور اپنی شادیوں میں مہمانوں کی تفریح طبع کے لئے سانگ پارٹیوں کو بلاتے تھے۔ رات گئے تک خوب میلہ لگتا۔ دور دور سے مہمان آتے تھے تو سب ایک دوسرے سے نہ صرف ملتے تھے بلکہ یہیں اپنے بچوں کے رشتے بھی طے کرتے تھے۔

سانگ پارٹی کو نہایت عزت کے ساتھ رہنے اور کھانے پینے کی سہولت مہیا کی جاتی تھی۔ وہ لوگ سارا دن سو کر گذارتے تھے اور سر شام رات کے شو کی تیاری میں لگ جاتے۔ لڑکے عورتوں والے کپڑے پہن کر دیسی میک اپ کر کے جب گیس یا لالٹین کی روشنی میں عوام کے سامنے آتے تو پہچانے نا جاتے۔ یہ لوگ اچھے صداکار۔ گلوکار اور اداکار ہوتے تھے۔ ہنسی مذاق کے لئے کامیڈین بھی ساتھ میں ہوتے تھے۔ تاکہ اگر کسی جنگی کہانی، کوئی اداس یا غم زدہ ماحول کو طربیہ بنانا ہو تاکہ لوگوں کی بوریت کو بھی کم کیا جاسکے تو یہ لوگ کام آتے تھے۔ اور پھر جب اُس نسل کے لوگ کم ہوتے گئے تو نوجوانوں نے فلموں کی طرف رخ کر لیا۔ جہاں پردہ سیمیں پر زیادہ بہتر سیٹ، جدید ساؤنڈ سسٹم اور بہترین میک اپ میں موجود اصلی لڑکیاں جدید ڈانس کرتی نظر آتیں۔ تو وہ رات کی ملگجی روشنی میں لڑکیوں کے کپڑے پہنے لڑکے ان کی نظروں میں گرتے چلے گئے۔ اپنی مادری زبان گھر تک محدود رہ گئی اور نوجوانوں نے مقامی زبانیں بولنا شروع کر دیں۔ تو ہریانوی کے ٹھیٹھ الفاظ کی شاعری بھی ان کی سمجھ سے باہر ہوتی چلی گئی۔ یوں آہستہ آہستہ ہمارے یہ لوک فنکار اور شاعر عسرت کی زندگی گذارنے لگے ۔ میر صدیق جیسے راگنی گائیک اور شاعر کی آخری زندگی کے کچھ سالوں کا میں گواہ ہوں کہ اس کی زندگی کیسے گزری۔ ان لوگوں کی اولاد نے اپنا گائیکی کا پیشہ چھوڑ کر پیٹ کا ایندھن بھرنے کے لئے دوسرے کاموں کی طرف توجہ دینا شروع کی۔ جب کسی فن کی سر پرستی کرنے والے نہ رہیں تو پھر ایسا ہونا مقدر ہوتا ہے۔

نوہرہ پاکستان کا قیام 2016 میں عمل میں آیا اور ہریانوی ادب و ثقافت اور زبان کو دوبارہ سے زندہ کرنے اور اسے محفوظ کرنے کا بیڑا اٹھائے ہم لوگوں نے مواد اکٹھا کرنا شروع کیا۔ سانگ اور راگنیوں کی شکل میں بہت سا ادبی مواد آڈیو کیسٹ اور یوٹیوب پر موجود ہے۔ اس سارے مواد کو تحریری شکل میں محفوظ کیا جارہا ہے۔ ہریانوی زبان کو آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ بنانے کے

لئے ہریانی قاعدہ تیار ہے۔ نوہرہ میگزین زبان ، ادب اور ثقافت کا نمائندہ میگزین بن کر سامنے آ چکا ہے۔ ہریانوی شاعری کا انتخاب چھپنے کے لئے تیار ہے۔ پندرہ روزہ ہریانوی مشاعرہ ہریانوی کمیونٹی میں اپنی جگہ بنا چکا ہے اور ہریانوی شعرا انتہائی پختہ شاعری کر رہے ہیں۔

حاضرین کرام۔

راگنی کی صورت حال بھی اتنی دگر گوں نہیں ہے۔ ابھی بھی چک نمبر 50 ، ضلع وہاڑی کے راؤ غفار اپنے شاگردوں کے ہمراہ اور ملتان کے افضل باگڑی جیسے لوگ نہ صرف نئی راگنیاں لکھ رہے ہیں بلکہ اس فن کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ میری دعا ہے کہ پاکستان میں بولی جانے والی تمام زبانیں زندہ رہیں۔ ان زبانوں کی تمام اصناف زندہ رہیں۔ ان کی ثقافت اور رسم و رواج قائم رہیں۔ پھلے پھولیں اور آنے والی نسلوں کے لئے بھی مشعل راہ رہیں۔

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

ساحر لدھیانوی نے اپنی نظم ''فن کار'' کے ایک شعر میں عرصہ گاہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ کسی نے اس لفظ پر اعتراض کیا تو ساحر نے ایک صاحب کی معرفت علامہ تاجور نجیب آبادی سے استفسار کیا۔

علامہ تاجور نے کہا:

''اگر کسی دوست نے استعمال کیا ہے تو صحیح ہے، اگر کسی دشمن نے لکھا ہے تو غلط ہے، میں دونوں طرح ثابت کر سکتا ہوں۔

ایک اعلیٰ عہدے دار پطرس بخاری سے ملاقات کے لیے آئے، پطرس نے کہا: ''تشریف رکھیے

ان صاحب کو یوں محسوس ہوا کہ کچھ بے اعتنائی برتی جا رہی ہے، چنانچہ انہوں نے کہا: ''میں محکمہ برقیات کا ڈائریکٹر ہوں۔'' پطرس مسکرائے اور کہا: ''پھر آپ دو کرسیوں پر تشریف رکھیے

فیروز خان نون کی پہلی بیوی بیگم نون کے نام سے موسوم تھیں۔ جب فیروز خان نون نے دوسری شادی کر لی تو ان کی ایک شناسا نے مولانا سالک سے بطور مشورہ پوچھا: ''اب دوسری بیوی کو کیا کہا جائے گا؟''

مولانا نے بے ساختہ جواب دیا: ''آفٹر نون۔

پیا بنا کھلاٹی

دھیرے ٹھاوں دھرو پلنگا پر

جا کتھ نند جیٹھانی

کہتا کبیر سنو بھائی سادھو

لوک لاج بچھلانی

یو شاعری ۱۴۷۰۔۱۴۴۰ء کے بیچ کی لکھی ہوئی سے ار اس میں مدھر بانی، راکھیو، نند، جیٹھانی، سادھو بر گے شبد بتاویں سیں کہ یہ ہریانی کے پرانا ہون کی دلیل سیں۔

ڈاکٹر سلیم اختر ادب کے حوالے سے کہویں سیں ''کسی زبان کی جغرافیائی حدود سے مخصوص لسانی، روحانی، تہذیبی، تمدنی، سماجی، سیاسی اور اقتصادی عوامل و محرکات کے عمل اور ردعمل سے تشکیل پانے والے ذہنی تناظر میں وقوع پذیر ہونے والی تخلیقات کی معیار بندی، لسانی مضمرات اور تخلیقی شخصیات کا مطالعہ تاریخ نگاری اور ان ہی کا مطالعہ، تجربہ و تخیل اور تشریح ادبی مورخ کا بنیادی فریضہ۔

آج پڑھن اور سنن آلیاں تھے یوہ کچھ لکھن کا مقصد یوہ تھا کہ تصویر بھائی نے ''نوہرہ'' میگزین شروع کر کے پہلا پتھر پھینک دیا اور ایک پلیٹ فارم دے دیا ایب مہارے پڑھے لکھے اور تحقیق کرن آلے بھائیاں نے چاہیے رات دن ایک کر کے اپنے جبان و ادب میں وقت کی دھول تلے دبے ہویے خزانے کاڈ کے سامنے لاویں تاکہ ہمارا ادب دوسری بولیاں کے برابر آسکیں۔ منے یہ تعارفی مضمون دیا سے آگے تھے اردو ادب کے شروع تھے لے کے ار موجودہ دور تک دور بہ دور ہریانی کا جائزہ لے کے بھائیاں آگے دھروں گا۔ اور فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا کہ تھم اپنے ادب نے پڑھن ار عام کرن میں شرم کرو گے یا نہیں کے آگے قدم ٹھاؤ گے۔ سامعین آگے مڑی سی بات چیت دھری سے آگے قسط وار تحقیق بھائیاں آگے دھر دارہوں گا۔

حوالہ جات

1۔حنیف رانا' گردش اقوام النبی آدم ویلفیئر سوسائٹی راجن پور

2۔یٰسین صوبیدار ہیرے اور کنکر قائم خوانی ریسرچ سنٹر بستی ملوک

3۔تبسم کاشمیری ڈاکٹر اردو ادب کی تاریخ و ابتدا' سنگ میل پبلی کیشنز لاہور

4۔سلیم اختر ڈاکٹر اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ آغاز سے 2010 تک ایڈیشن 32۔2018 ص35

☆☆☆☆

ایک دفعہ مرزا غالب گلی میں بیٹھے آم کھا رہے تھے، ان کے پاس ان کا ایک دوست بھی بیٹھا تھا جو کہ آم نہیں کھاتا تھا۔ اسی وقت وہاں سے ایک گدھے کا گزر ہوا تو غالب نے آم کے چھلکے گدھے کے آگے پھینک دئیے۔ گدھے نے چھلکوں کو سونگھا اور چلتا بنا تو غالب کے دوست نے سینہ پھلا کر کہا دیکھا مرزا، گدھے بھی آم نہیں کھاتے تو مرزا نے بڑے اطمینان سے کہا کہ جی ہاں دیکھ رہا ہوں گدھے آم نہیں کھاتے۔

بیرو

(پہلی قسط)

رانا تصویر صاحب

بیرو! باسن دھو لیے ہوں تو بہاری دے لے۔ منیراں کے بول نے گھر میں چھائی چپ توڑ دی۔ جی باجی! ایبے کروں سُوں۔ بیرو بولیا۔ بیرو ایک چوداں سال کا بالک سے۔ جو پچھلے ایک سال تے چودہدری حامد کے گھراں کام کرے سے۔ منیراں بیرو نے کام کا کہہ کے اپنی پڑوسن گیل گپ مارن لاگ گی۔ دونواں میں بات چال رھی تھی۔ پرلے گھراں میں آن آلی نئی بوھڑیا کی۔ ناصر کھاں کے بیٹے کی بہوسنیا سے دھیج میں کچھ بھی نھی لیائی؟ ایک ءٹیچی کیس لے رھی تھی بس۔ بنڑا، بنڑی دوءِ مانس کار تے اُترے تھے۔ ڈرائیور نے ءِڈگی تے بیگ تاریا تھا۔ وَہ اُتری تو میں بجارتے آئیِ تھی۔ میرے سیاُ ھی ءِ وینھ دونوں گھر میں گئے تھے۔ مَنے تو جماں سلگیِ نھی تھی اک یوہ بھی کوئے نئی بہو سے۔ میں جانی نادیہ کی کوئے سھیلی ہوگی۔ مَنے تو کالہہ برابر آلی نے بھتایا اک تنے سنیا سے ناصر کھاں کا چھورا بہولیایا سے؟ میں تو ہک دھک رہ گی۔ نیوں کیوکّر بہو لے آیا؟ ناں کوئے وانا؟ ناں کمے گانا بجانا؟ کمے رولا ناں رَبدا؟ بھلا نیوں بھی کوئے بیاہ ہو سے؟ پڑوسن نیں ایکیِ سانس میں منیراں تے اپنی اُدبِگھا بھتا گری۔

باجی کلاس میٹ ہوگی'' بیرو بُہاری ٹھّان آیا تو دونواں کی باتاں میں اپنی بات اڑادی۔

پرے مر! اپنا کام کر لے'' منیراں بیرو نیں جھاڑ کے پھیر پڑوسن گیل بتلان میں لاگ گی۔

منیراں بیرو کی بات تو ٹھیک ءِ لاگے سے۔ ہو سکے سے کلاس میٹ ہوں۔ آج کالھ کی کلاس بھی تو اِسی ءِ ہوں سیں۔ ینھ بالک پڈھن کدجاں سیں۔ ینھ تو ساک ٹوھن جانویں سیں ار چھوریاں کے تو گھنییِ آگ لاگ رھی سے۔ آپاں بھی تو جوان ہوئے تھے۔ جس نے دیکھّو بیاہ کی پڑ رھی سے۔ اچھا میں تو چالوں سوں۔ لاؤں گی چکر ناصر ہور کے مل کے آؤں گی۔

پڑوسن منیراں کا جواب سنے بنا گھر کانی چال پڑی۔ منیراں بھی بھیتر نے ہولی۔ پڑوسن کی باتاں پے دھیان ناں دین کی پالیسی گھنی ءِ ٹھیک رہئی۔ منیراں پورے دھیان گیل پڑوساں کی بات سنیا کرے پر سنڑ یاءِ سنڑ یا کرے اس پے سوچنڑ کے چکر میں کدے نھی پڑی۔

بھیتر جاندے گھر کے کام کاج میں لاگ گی۔ لگائی ار گھر کے کاماں کا چولی دامن کا ساتھ ہو سے۔ دونوں ایک دوسرے کا کارنڑ سیں۔ دونوں ایک دوسرے بنا نھی رہ سکدے۔ بالکاں نیں سکول بھیج کے۔ ان کے آن کا بندوبست کرنا کھان پکان، لتّے، جُتی گھرداری کے کاماں میں بکھت لکڑن کا بیراءِ نھی لاگدا۔ اسے بیچ حامد آجے سے بالک آجیں سیں۔ واہے کام کاج۔ واہے بات چیت نیویں دن بِگ جیں سیں۔ ان میں اتنییِ تبدیلی ہوئی اک حامد نیں دس دناں کی چھٹی لے لی۔ سارا دن گھر میں ءِ رہوے تھا اک کام کر کر کر کے تھک رھیا سوں کچھ ریسٹ ءِ کرلیوں۔ چھٹی لیاں پاچھّے ایک دن تو سویا ءِ رھیا۔ اگلے دن گھر کے کاٹ کباڑ میں بڑ گیا ان کی ترتیب سدھی کرن لاگ گیا۔ لان کی کاٹ چھانٹ کردا رھیا۔ بیرو بھی گیلے لائے راکھیا۔ ار وَا بھی، جی بھائی جی بھائی کردا گیل گیل کام کرواندا رھیا۔ حامد کے ہاڈّاں نیں چین کت تھا لان تے نمٹ کے گاڈی کی جھاڑ پونجھ میں لاگ گیا۔ گاڈی تے نمٹیا تو کھڑکی بارنیاں نیں جھاڑن لاگ گیا۔ گیل گیل منیراں تے بھی چھیڑ چھاڑ چالدی رہئی۔ اُس دن مگرم پاچھے حامد کے ڈھبّی آگے۔ گپ گار میں کھانے کا ٹیم ہوگیا۔ کھانا کھا کے چاء کا موڈ بن گیا۔ چاء پی کے ٹیونٹ کھیلن کا پروگرام بن گیا۔ یوہ کٹھ رات نیں تین بجے لگ چالدا رھیا۔ منیراں تو گیارہ بجے

بالکاں گیل سوگی تھی۔ بیرو پوری دلچسپی گیل بیٹھک میں بیٹھیا رھیا۔ ہر گھنٹے پاچھے چاء بنڑا بنڑا کے پیاندا رھیا۔ تین بجے حامد نیں لا گیا رات گھنی ءِ جالی تو اُس نے سارے بجھا دیئے کمرے میںھ سون گیا تو سوچیا تڑکے بیرو نیں انعام دیوں گا ایب لگ جاگدا بھی رھیا ار بھاج بھاج کے کام بھی کردا رھیا سے۔ جد دیکھو وَہ ہنسدا ءِ رھوے سے۔ تڑکیئ تڑکے گھر کے کام کاج کرے سے اسے پیچ اُس نے بیرا ءِ نھی لاگیا کد سوگیا۔ تڑکے ءِ باتھ روم جان نے اٹھیا تو بارہ کچھ کھڑکا ڈرکا سنیا جاکے دیکھیا تو بیرو باسن دھون لاگ رھیا تھا۔

ارے تیں سویا نھی؟

’’بھائی سولیا آنکھ کھل گی بالکاں کے سکول جان کا ٹیم ہو رھیا سے‘‘۔ تھم باجی نیں ٹھادیو۔

حامد نیں دیکھیا سچی ءِ سات بج رھے تھے۔ اُس نیں تولی تولی بالک جگائے۔ پھیر وَنھیئ دن بھر کے رولے ربدے واہے کام کاج واہے بھاج دوڑ پھیر سانجھ ہوگی۔ حامد کا آدھا دن تو سوکے کٹ گیا بلکہ آج تو کچھ گھنا ءِ سولیا۔ جد منیراں کے جھڑکن پے جاگیا تو بیرا لاگیا اک بالک بھی سکول سے آلیے سیں ار کھانے کی باٹ میں سیں۔ منیراں گیل گیل روٹی لیاندی رھئی ار گیل گیل اُس نیں جھڑکدی رہئی اک بیراناں اسا کے پی راکھیا سے جو اتنا سووے سے۔ آفس تھے چھٹی لے راکھی سیں تو مانس گھر کیاں گیل بات چیت بھی کرلے۔ گھر آلی گیل بات کرنا تو سیکھیا ءِ کونی۔ چلو بالک تو تیریئ سیں یوہ بنٹو میری کے نھی سنڑ دا۔ پہلاں سکول میں آچھا بھلا پڑھے تھا ایب کے نتیجہ بھی ٹھیک کونی آیا۔ میری نھی سُنڑ دا تو تھم نیں چھپیئے دھورے بٹھا کے سمجھانا تھاری بات سمجھ لے گا باپ کی باتاں میں گھنا اثر ہو سے۔ حامد ایک ءِ ٹیم میں منیراں کی بھی سن رھیا تھا ٹی وی بھی دیکھن لاگ رھیا تھا بالکاں کانی بھی دھیان تھا۔ ساری بات گڈمڈ ہو رھی تھیں۔

مانس گھنا سولے تو بھی سکون نھی ملدا۔ اپنے آپ نیں بنا بات مجرم سمجھن لاگ جے سے۔

میری سنے سے کے؟

منیراں جان گی اک جس تے بات کر رھی سے وا تو سُنڑ داءِ نھی۔ ار لگائی اس نیں اپنی گھنی توہین سمجھیں سیں۔ منیراں نیں پھیر تقریر چالو کردی ایب کے بول اونچے بھی تھے ار کڑوے بھی۔ حامد حالات نیں سمجھ گیا اوں بھی حامد کی گنتی بات نیں سمجھنیاں میں ہووے تھی۔ اُس نیں پہلاں تو ٹی وی بند کریا۔ روٹی کھایاں پاچھے منیراں کا دھیان گھر کے سمان کانی کرایا ار بولیا چال آپاں چالاں ار گھر کا سمان لے آنواں تیں ہر مھینے ٹوکے سے سمان پورا نھی آیا، ٹھیک نھی آیا، کوئے ناں کوئے کمی رہ جے سے۔ آج تیں گیل چال۔ منیراں اتنا سندئے پھول کی ڈھال کھل گی ار حامد کی باتاں میں آگی۔ حامد نیوں ناں کردا تو بات اور بگڑ جاندی۔ منیراں تولی تولی کام سمیٹن چلی گئی۔ بالک بھی کھان تے نمٹ کے اپنے کھیل میں لاگ گے۔ کسے نیں موبائل ٹھالیا تو کوئے کارٹون دیکھن لاگ گیا۔ کوئے کاپی میں رنگ بھرن لاگ گیا۔ حامد منیراں نیں لے کے چلیا گیا۔ دو گھنٹے منیراں کی جیبھ چالدی رہئی سامان لیاندے ہوئے لگاتار نارکچور کاڈھدی رہئی۔ کھریداری کردے ہوئے لگائی گیل لوگ ہو تو ایک نیاری ءِ اکڑ اُس پے حاوی ہو جے سے نیوں لاگے سے جنو پوری دنیا کی مالک واہے بن گی ہو۔ ویںھ دونوں گھر آئے تو بالک سوئے پڑے تھے۔ حامد کے کہن پے منیراں جد چاء بنا کے لیائی تو بولی یوہ بیرو تو بوھتِ کام کرے سے ایمان تے میں تو جماں ءِ نھر ام کردی اس نیں۔

حامد نیں جتنا مکھن لادیا تھا وَہ اگلے چوبیس گھنٹیاں لگ بوھت تھا

اُس نیں ان سنی کردی ار ٹی وی ویکھن میں لاگ گیا۔منیراں نیں بالک جگائے تو وینھ آدھے سوئے آدھے جاگے باپ تے آ کے لیٹ گے۔بنٹو کے کہن پے حامد بالکاں گیل کرکٹ کھیلن لاگ گیا۔رات نے پھیر سارے ڈھبی کٹھے ہو گے پھیر تین بجیاں لگ ٹیونٹ چالدی رہئی۔بیرو آج بھی گیل گیل رہیا۔اُس نے بھاج بھاج کام کرداد یکھ کے حامد کے کاناں میں منیراں کی بات گونجدی رہئی اک بیرو بوہت کام کرے سے۔اس بات نے وَہ اور احسان مند کردیا۔اوپر تے بیرو بجھ بجھ جاوے تھا۔ گھنیئ وانر پاچھے حامد کی آنکھ کھلی تو بیرو پھیر کام کرن لاگ رہیا تھا حامد نیں نئ اُدبگھا ہو گی۔ارے تیں آج بھی نھی سویا؟ ایب تو سکول کا ٹیم بھی کونی پانچ بج رہے سیں؟ بھائی منے سوچیا سارا کام کر کے ءسووَں گا پھیر بیراناں آنکھ کھلے ناں کھلے۔دیر نہ ہو جے باجی تنگ ہوں گی۔حامد کمرے میں بگ تو گیا پر اُس کی تسلی نھی ہوئی۔

اگلے دن اُس نے ساری ہان اُس پے آنکھ راکھّی۔اُس نے گھنیئ اُدبگھا تھی اک یوہ اتنا کام کیوں کرے سے؟ یوہ بات اُس کے من میں کھٹک رہی تھی۔بیرو نیں بیراءنھی لاگیاں اک آج حامد اُس نیں تڑکے ءکا دیکھ رہیا سے۔سیرے پانچ بجیاں تے لیکیے رات تین بجے لگ وَہ اُسے لگن تے کام کردا رہیا۔حامد نیں سارے ڈھبی بھیج کے بیرو بھی اُس کے کمرے میں سون نیں بھیج دیا۔آپ لاوَنج میں بیٹھ کے کتاب پڑھن لاگ گیا۔

کتاب گھنیئ دلچسپ تھی ٹیم جان کا بیراءنھی لاگیا۔بیراجد پٹیا جد ایک دم بارنا کھول کے بیرو لاوَنج میں آلیا۔چان چک بارنا کھلیا تو حامد اُدک کے پڑیا۔بیرو نیں دیکھدے ایک دم بولیا ''کے ہویا؟'' تیں سویا نھی اِبے؟ وَہ بھائی پانی لین آیا سُوں پانی بھول گیا تھا بیرو نے عجیب ڈھال تے کہیا اُس کی آنکھ بھی عجیب ءہو رہی تھی۔حامد نیں سوچیا کالھ کا جاگ رہیا سے جاہیں تے بول بھاری ہو رھیا سے۔دن بھی گھناء چڑھ لیا تھا۔بالک بھی چلے گئے تھے۔منیراں چُلھانی میں لاگ رہی تھی۔اگلے اگلے حامد نیں پچھلی رات کی بات یاد آن لاگی۔اُس کا دل کہہ رہیا تھا کچھ سے تو،کدے سوچے تھا سب ٹھیک سے نارمل بات سے۔حامد کھان پین تے نمٹ کے بس بیرو نیں ء دیکھن کمرے تے لکڑیا تھا وَہ سدا کی ڈھال اپنے کام کاج میں جُٹ رہیا تھا۔حامد پاں دابدا چُلھانی میں آیا ار بیرو کے پاچھیئ سِر پے کھڑیا ہو کے کام کردے نیں دیکھدا رہیا۔ایک برتو پلیٹ پے اُس کے چالدے ہاتھ رُکے کچھ ناڑ بھی مُڑی پر پھیر وَہ اپنے کام میں لاگ گیا۔منیراں ہانڈی بھونن لاگ رہی تھی ار سدا کی ڈھال بے تکی بولے جارہی تھی۔گلاس سمڑ گے،کالھ لے کے آوُں گی۔

''بیرو تیں کدجا گیا بھئی''؟ حامد ایک دم بولیا تو منیرہ اچھل کے پڑی۔

''تیں کسے دن میری جان لیوے گا۔بیرانھی یوہ پیر داب کے چالن کی عادت کدتے پڑگی۔'' منیراں پاٹ کے پڑی پر بیرو اپنے کام میں ءلاگیا رہیا۔اُس نیں کوئے دھیان نھی دیا اک لوگ لگائی آپس میں کے بات کریں سیں۔حامد بھی الٹا آکے ٹی وی دیکھن میں لاگ گیا۔

بالک سکول تے آگے تو کھان پین تے نمٹ کے سارے باتاں میں لاگ گے۔

''بیرو کت سے'' حامد نیں پوچھا۔

''کیوں؟ کے کام سے؟'' منیراں بولی۔

''نھیں نیوں ءپوچھوں تھا''۔

منیراں اپنے موبائل میں لاگ گی۔اُس نیں دوئے ٹیم پسند تھے جو وَہ اپنے موبائل نیں دیا کرے تھی۔ایک دوپہریاں میں جد بالک سکول تے آ کے کھاپی کے سوجیں تھے ار دوسرا رات نیں جد بالک

سوجیں تھے۔حامد مڑی ہان میں اُٹھیا جا کے چلھانی میں دیکھیا تو بیرو کونی تھا۔وہ اگلے اگلے پاں دابدا لاؤنج میں گیا دوسرے کمریاں میں گیا۔ بیرو کا کمرہ باہر لان کے دوسرے کانی بنیا ہویا تھا۔ بارنا بند تھا۔اُس نیں بارنا کھولن کی بجائے سائیڈ میں بنے ہوئے ہوادان مینھ کو جھانکیا تو ساہمنے کھاٹ پے بھی بیرو نھیں تھا۔ایب اُس نے اُدبگھا ہوئی اک کت گیا۔اسے بیچ باہر کی ڈوربیل باجی تو حامد گیٹ کانھی لپک لیا۔اُس نے ڈر تھا کتے سَے بیرو لکڑ کے ناں آجے۔ار اُس نیں جھانکدے نیں دیکھ لے گا تو بچی ہونا پڑے گا۔وَہ ایبے لان میں پہنچیا ءِ تھا پیچھے تھے بیرو کا بارنا کھڑکیا۔ناں چاہندے ہوئے بھی اُس نیں مڑ کے دیکھیا تو بیرو کمرے تے بارھ آرھیا تھا۔وَہ گیٹ کے دھورے ءِ تھا جد بیرو اُس نیں کراس کر کے گیٹ پے پہنچ لیا تھا۔بارھ دھوبی کپڑے دین آیا تھا۔حامد نیں اپنے اگلے چالن کا احساس ہویا وَہ بیرو تے کتنا آگے تھا پر وَہ بالک چالن میں اُس تے کتنا آگے لکڑ گیا حامد اپنا پچھی پن مٹان کے مارے دھوبی گیل چھیڑ چھاڑ کرن لاگ گیا۔یوہ کونسا ٹیم سے آن کا بھلے مانس اس ٹیم سوئے پانویں سیں۔بیرو کپڑے بھیتر دھر کے اُن کے بیڈروم میں جالیا تھا۔باجی کے پاں دابن لاگ رھیا تھا۔باجی نیں پاں دبوانا گھناءِ پسند تھا۔منیراں ادھ سوئی اور بھی سکون میں آ گی تھی۔

”بیرو اللہ تیرا بھلا کرے۔بہت آچھی ڈھال پاں دابّے سے۔میں گھنیءِ تھک جوں سوں۔بس کر بیٹا تیں بھی تھک گیا ہو گا۔تیں بھی تو گھناءِ کام کرے سے۔“

”ناں باجی۔تیں تو میری ماں سے،ماں کے پاں دابن تے بھی کوئے تھکیا کرے سے۔تھم نیں اتنا کام کرنا پڑے سے۔سب کاءِ دھیان راکھنا پڑے سے۔میری تو کوئے بات ناں باجی۔“

حامد ینھ ساری بات دھوریءِ کرسی پے بیٹھیا سن رھیا تھا۔دیکھن میں تو وَہ اپنے موبائل میں لاگ رھیا تھا۔

منیراں اُٹھ گی تھی ار حامد کے سِر تھی۔”کدے تیں بھی اپنے گھر آلی نیں چاء بنا کے پیا دیا کر۔کے میرے ءِ لاگ سے سیوا کرن کی۔پہلے تو کدے کدے بنا لے تھا۔منے تو تھاری چھٹیاں کا کوئے لابھ ھی ہویا۔سارا دن موبائل،ٹی وی یا پھیر تھارے ڈھبی آجیں سیں سارا دن اِنھے کاماں میں لاگے رہو سو۔“

حامد نیں بور ہو کے پھیر ٹی وی چلا لیا تھا۔بیرو بارھ نیں جا لیا تھا۔منیراں پھیر بیرو کی بڑائی میں لاگ گی۔بالک جگائے ار پھیر اُن کے کھان پکان میں لاگ گی۔

حامد جد ٹی وی تھے بی بور ہو لیا تو گاڈی کی چابی ٹھائی ار منیراں ہور تے بولیا چال بارھ کِتے گھوم کے آنواں۔بالک گیل لیے ار سارے بارھ لکڑ گے۔بارھیءِ کھانا کھایا۔بالک بھی راجی تھے ار منیراں گیل بھی رج کے بات چیت کری۔بیرو بھی گیلے تھا وَہ بھی بالکاں گیل کھیلد ارھیا۔

منیراں گیل باتیں لاگیاں پاچھے بھی اُس کی نگاہ بار بار بیرو پے ءِ جا ٹکے تھی۔بیراناں کیوں حامد بیرو کانی تھے ایک نیاری ءِ اُدبگھا میں پھنس گیا تھا۔اُس دن اُس نیں سارے ڈھبی بھی یوہ کہہ کے روک دیئے تھے اک آج بالکاں گیل بارھ جانا سے۔گیاراں بجے لگ بالک کھیل کھال کے سو گے۔منیراں بھی ایک بجیاں لگ بات کر دی کردی سو گی۔حامد مڑی ہان تو جاگدا رھیا پھیر اُس کی بھی آنکھ لاگ گی۔اگلے دن وَہ اٹھیا تو نیا نرویا تھا۔پچھلی ساری بات بھول گیا تھا۔چھٹی آدھی جالی تھی۔حامد بھی بور ہو گیا تھا۔

منیراں تے بولیا۔” آج جمعہ سَے بالکاں کی بھی دو چھٹی

سیں۔گام میں چالاں اتوار نیں الٹے آجاں گے۔''

منیراں تو سندئے تیار ہو گی اک دو دن کا ماں تھے جان چھٹ گی۔گام کی اُس نیں گھنیئِ چاہنا تھی۔بالک بھی راجی ہو گے۔اُت حامد کا رقبہ سے۔مال ڈانگر بھی راکھ راکھے سیں۔بالک ڈانگراں گیل کھیل کے راجی ہونویں تھے۔کھانا پکا پکایا مل جے تھا۔کھانا بھی دیسی۔تندور کی تاتی تاتی روٹی منیراں نیں ایک دم یاد آ گی۔وَہ تولی تولی پیکنگ کرن میں لاگ گی۔بالک بھی گام میں جان کا ٹن کے اُچھلدے پھر رھے تھے۔حامد کے دو بیٹے ار ایک بیٹی تھی۔بڑا بیٹا سلیم جس نیں ویںھ پیار تے بنٹو کہیا کریں تھے تیراں برس کا تھا ار لائبہ نو سال کی ساریاں مینھ چھوٹا کلیم پانچ سال کا تھا۔سانجھ نیں چار بجے ویںھ گام کانی چال پڑے تھے۔چالیس منٹ کی ڈرائیو کریاں پاچھے ویںھ گام میں پہنچ گے تھے۔گاڈی ڈیرے مینھ کھڑی کری ڈیرے کے سیاُھی حامد کے پُرکھیاں کا بنایا ہویا گھر تھا۔جت وَہ پیدا ہویا تھا۔اُس کا بچپن بیتیا تھا۔ماں باپ گیل بتایا سارا ٹیم اُس نیں یاد آجے تھا۔اپنے باپ کا کمرہ حامد نیں اپنی کھاتر تیار کروایا تھا۔پر اپنے باپ کی ساری چیچ اُسے طراں راکھی تھی۔تھوڑی سی تبدیلی یوہ کری تھی اک اُس کے گیل آلا کمرہ بھی اس میں رلا لیا تھا تاکہ کمرہ کھلا ہو جے۔

ان دونوں لوگ لگائیاں کی یوہ عادت تھی اک بالکاں نیں اپنے دھورے سووایا کریں تھے۔گھر تو بڈاءِ تھا اور بھی کمرے تھے۔ایک کمرے میں حامد نیں اپنے پرانے نوکر کے بالک راکھ راکھے تھے۔اُن کا کام اس گھر کی جھاڑ پونچھ ار دیکھ بھال تھا۔مریاں اُن کی پرانی نوکرانی تھی اُس کا میاں اکبر حامد کے ڈانگراں کا دھیان راکھے تھا۔جد حامد اپنے بالکاں گیل آجے تھا تو وَہ ڈیرے میں جا سووئے تھا۔مریاں ار بالک گھر میں ءِ رینھ تھے۔اوں بھی مریاں منیراں کی پکی سھیلی تھی۔وہ بھی اپنی باجی کی ڈھال بہت بولیا کرے تھی۔جتنے دن منیراں گام میں نھی تھی اُن سارے دناں کا بیرا دیندی۔کھانے بھی سواد بنایا کرے تھی۔ان کے آن تھے سمجھو مریاں کی توعید ہو جے تھی۔حامد نیں بالک بھیتر بھیج دیئے ار آپ ڈیرے کانی چال پڑیا۔بیرو بھی اس کے گیل گیل تھا۔حامد گاں بھیساں نیں دیکھ کے کتیاں کانی چال پڑیا۔جیوں ءِ وَہ کتیاں دھورے گیا چاروں کتے ایک دم بھونکن لاگ گے۔حامد نیں بول کے پچکاریا تو کِتے چپ ہو گے۔حامد نیں اُن تے پیار کریا۔بیرو کتے کاندھ کے پرے نیں ءِ رہ گیا تھا۔

حامد نے سوچیا بیرو ڈر گیا سے۔''بیرو کت رہ گیا رے؟ آجا کچھ نھی کہندے تنے۔

''بھائی میں ٹھیک سوں با چھڑے گیل کھیل رھیا سوں''۔

''نھی اُرے آتیں۔ڈر دے نھی بولے بندھ رھے سیں کچھ نھی کہویں۔'' حامد نیں دوسر کے کہیا تو بیرو آ گیا۔

بیرو نیں دیکھدئے کتے تڑائیے کرن لاگ کے ویںھ بری طراں بھونک رھے تھے۔بیرو کے چہرے کا رنگ بھی بدل رھیا تھا۔وہ ایک دم الرٹ ہو گیا تھا۔آنکھ لال منہہ لال۔حامد نیں دیکھیا کتے کسے ڈھال قابو نھی آ رھے تو بولیا آ چالاں۔وَہ بیرو نیں لے کے چال پڑیا۔کتے چپ ہون کا نامئ نھی لے رھے تھے۔حامد اُدبگھ ہو گیا۔ویںھ کیرا ان نیں نیا مانس سمجھ رھے سیں۔تولی تولی چالدا حامد بھانے تے بارہ آ گیا۔ار ڈیرے پے جا بیٹھیا۔جو ملنیئے آئے بیٹھے تھے اُن تے گپ گار میں لاگ گیا۔بیرو بھی ایک کانھی چپ چاپ بیٹھ گیا۔گھنیئِ وار پاچھے اکبر نے بتایا بھائی کھانا تیار سے تھم نیں بلا رھے سیں۔حامد اُٹھ کے بھیتر کانی چال پڑیا بیرو بھی گیل گیل

ہولیا۔کھانا کھایاں پاچھے ساریاں گیل گپ گار چال پڑی۔ بارہ آنگن میں کھاٹ بچھا راکھی تھی۔کھایاں پاچھے چاء کا دور چالیا۔مریاں حامد نیں بھی گام کی کوئے کوئے بات بھتان لاگ گی۔اکبر بھی آ کے حامد کی ٹانگ دابن لاگ گیا۔اکبر تے حامد نھے بھتایا اک اُس کی لاڈلی کتی ڈھولی نیں چھ بچے دیئے سیں۔

''او ہو۔تیں ایب بھتاوے سے چال چال کے دیکھاں۔'' حامد اکبر گیل گھر میں ایک کانی بنے ہوئے پنجرے کانی چال پڑیا۔

رات کے نو بج لیے تھے۔بالک اے سی آلے کمرے میں مریاں کی سٹوریاں سنن لاگ رہے تھے۔سارے کام کاراں تے نمٹ کے حامد نیں اپنے کمرے کا منہہ کریا۔مریاں بھی چلی گئی کچھ ہان منیراں گیل گپ کری پھیر منیراں بھی سوگی۔گام میں دس بجے گھناء ٹیم ہو جے سے۔چاروں کانی سرناٹا تھا بالک بھی سو گے تھے حامد رات نیں دیر تے سونیاں میں تھا۔نئی تھاراں اوں بھی نیند کم ء آوے سے۔اوپر تے یوہ ڈھولی کدے بھونکن لاگ جے تھی تو کدے رون لاگ جے تھی۔کتے کا رونا گھناءِ منحوس مانیا جے سے۔ار گام میں تو اوں بھی جد دور لگ اندھیرا ار سرناٹا چھایا ہو۔چاروں کانی چپ چھائی ہو۔ مینڈک ار کساریاں کے مقابلے نیں محول اور بھی گھمبیر کر دیا تھا۔حامد بارہ بریندے میں بیٹھیا سگرٹ پی رہیا تھا ار گام کے جادو کا سواد لے رہیا تھا۔اتنے سکون آلے ماحول میں ڈھولی کا رونا اور بھی برا لاگ رہیا تھا۔حامد کا دل کریا کسے ڈھال اس نے چپ کرا دے۔پنجرہ گھنیئ دور تھا۔وَہ کسے نیں بول بھی نہی دینا چاہوے تھا۔اک رُکا ماریا تو بہت دور لگ سنے گا سوئیئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔دوسرا حل یوہ تھا اک وَہ آپ پنجرے دھورے جا کے اُس نے جھڑک کے چپ کراوے۔اصل میں گام کی گھمبیرتا سئے حامد بھی کچھ ڈر گیا تھا۔جاہیں تھے اُس نے تیسرا حل اچھا جانیاں اک سگرٹ پی کے بھیتر کمرے میں جاؤں سوں۔مڑی ہان کوئے کتاب پڑھوں گا تو نیند آ جے گی۔سگریٹ لا کے وَہ سکون تے بیٹھیا تھا۔

رات کا جادو اپنا کام کر رہیا تھا۔پچھے تھے ڈھولی کا رونا ایب گھناءِ تنگ کر رہیا تھا۔ایک دم آنگن تے کوئے چیز پنجرے کانی لپکی جیو کر کوئے چاندنا سا۔ڈھولی کا بھونکنا ایک دم گھنا ہو یا ار پھیر جنوں وَہ چنگھاڑی ہو پھیر ایک دم چپ چھا گی حامد دہل کے رہ گیا۔وہ چاندنا سا اتنیئ تولی واپس آیا جتنی تول میں لپکیا تھا۔یوہ سب کے چند سیکنڈاں میں ء ہو یا۔حامد نیں دیکھیا وَہ چاندنے کا جھامرہ سا بیرو کا تھا جو ایب کھاٹ پے لیٹ رہیا تھا۔ڈھولی کا رونا ار بھونکنا تھم گیا تھا۔مینڈک کِساری بھی جنوں سہم کے چپ ہو گے تھے۔حامد کے کاناں مینھ ساں ساں ہو رہی تھی یوہ تھا کے؟

اُس تے اُٹھیا بھی نہی جا رہیا تھا سگرٹ تو ہاتھ تے کد کی گر لی تھی۔حامد پے جنوں کسے نیں بھاری بوجھ گیر دیا ہو۔اُس بوجھ تلے دبیا حامد اٹھیا اَر تول کر کے بھیتر جا کے بارنا بند کر لیا۔حامد گھناء ڈر گیا تھا۔اُس کی آنکھیاں کے سیاہمی وَہ چاندنا سجے تھے کھبے ار کھبے تے سجے کانی چال رہیا تھا۔ار ڈھولی کی چنگھاڑ دل کا ڈھن آلی تھی۔حامد اپنے بستر لگ تو پہنچ گیا تھا پر مڑی ہان پہلاں کی اُس دِکھت نیں وَہ گھناءِ اُدبگھ کر دیا تھا۔نیند تو پرے رھئی وَہ تو پسینے میں بھیج رہیا تھا۔بلکہ ڈر سے کانب بھی رہیا تھا۔اُس نے جو کچھ یاد تھا پڑھ لیا تھا اپنے ار اپنے بالکاں پے پھونک دیا تھا۔وہ بار بار کروٹ بدل رہیا تھا۔اُس نیں اپنا گات آگ مینھ جھلسدا ہو یا لاگ رہیا تھا۔اُس نیں گرمی ار گات کی بے چینی تڑپھان لاگ رہی تھی۔رات جان کا نامئِ نہی

لے رہی تھی۔

جیوکّر تیوکر رات کٹی تڑ کے لگ حامد تاپ مینھ تپ رہیا تھا۔ بیرا نھی کدآنکھ لاگی۔ آنکھ کھلی تو منیراں ارمریاں اُس کے دھورے کھڑی تھیں۔

اُٹھیے! کے ہویا تاپ کیوں چڑھ گیا؟ منیراں کا جانیا پچھانیا بول اُس کے کاناں مینھ پڑیا تو اُس نے آنکھ کھولدی۔ وہ اُٹھ کے بیٹھیا۔ پانی پیا سر مینھ گھناءِ درد ہورہیا تھا۔ رات کی کوئے بات یادنھی تھی۔ نیوں لاگے تھا جنوں کسے نیں لٹھاں تے کوٹیا ہو۔ کے ہوگیا؟ جاگ تو گیا سوں میں؟ بالک کت سیں؟ بالک دھولی کے پلورھیاں گیل کھیل رہے سیں۔ رات بیراناں دھولی کیوکر مرگی؟ تڑکے ءِ مری ہوئی پائی۔ بیراناں کے لڑگیا۔ اکبر بارھ گیرآیا اُس نے۔ بالک اُس کے بالکاں گیل کھیل رہے سیں۔

اربیرو؟

بیرو بھی اُتے ہوگا۔

حامد نیں رات کی بات یادآ گی۔ اوپر تے دھولی کی موت نیں وہ گھناءِ اُدبگھ کر دیا تھا۔ یوہ بات ءِ اسی تھی جو وہ کسے تھے کہہ بھی نھی سکے تھا۔ اسے دبدھا میں اُس نے نہاری کری ار چاء پی لی۔ بارھ جان نیں بھی جی نھی کررھیا تھا۔ پھیر اُس نے یادآیا اک بالک بھی تو اُتئے کھیل رہے سیں۔ وہ لپ دے سی بارھ آیا۔ بالک پلورھیاں نیں بگڑ مینھ کھلا رہے تھے۔ ایک پلورھا بیرو نیں بھی ٹھا راکھیا تھا۔ حامد نیں سارے جھڑ کے چھوڑ دیوان نے۔ وَہ سیدھا اکبر دھورے آ گیا۔

اکبر کے ہویا دھولی کے؟

بھائی بیرانھی کے ہویا۔ اُس کی ایک ٹانگ ار کمر کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ میں ٹھاکے ریڑھی میں گیرن لاگیا تو اُس کی کڑ دُورھی ہوگی میں حیران ہویا اک مریاں پاچھے تو اکڑ جے سے؟ منے ریڑھی پے گیر کے دیکھیا اُس کے کوئے گھاء بھی کونی تھا پر اگلی ٹانگ ار کمر کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ جیوکر کسے نیں لٹھ مار کے توڑی ہو۔ گھر مینھ تو کوئے بھی نھی آسکدا۔ جانور نیں اتنا ماراں تو وہ رولا کرے سے چینگھ چنگھاڑا مچاوے سے۔ اس کا تو بول بھی نھی سنیا۔ بیرانھی اِسا کے ہویا۔

حامد اکبر کی سن کے اور بھی اُدبگھ ہوگیا۔ سب کے اُس کی آنکھیاں آگے آ گیا۔ پر ایب ڈر کی جگہ چنتا نے لے لی تھی۔ اکبر کہوے تھا ہڈی ٹوٹ رہی سیں؟ پر وَہ جھا مرہ تو مساں کچھِئ سیکنڈ نیں رکیا تھا۔ اساکے کریا؟ پھیر وَہ بیرو کی کھاٹ پے کے کرن گیا تھا؟ کے اوپر اتھا تو اُس نیں بیرو کا تو کچھ نھی بگاڑیا؟ ☆☆☆

جوش ملیح آبادی نے پنجابی زبان کی اکھڑپن سے زچ ہو کر کنور مہندر سنگھ بیدی سے کہا: ''کنور صاحب! کیا آپ جانتے ہیں کہ دوزخ کی سرکاری زبان یہی آپ کی پنجابی ہوگی۔'' کنور صاحب نے برجستہ جواب دیا: ''تو پھر جوش صاحب! آپ کو ضرور سیکھ لینی چاہیے۔

ہریانوی داستان

مھارا پاکستان

راؤزاہدوارثی

پیرآ لے دن فجر کی اذان کے بعدمھارے گام کی میجت میں ''خانُوں ولد نیچورمبے آلے'' کی فوتگی کا اعلان ہویا سارے 'دھک دھولے' تھے کہ پورے گام میں رَمبے کا تو کوئی گھرنھی سے ۔پھیر یو اعلان کس کا ہویا؟ سارے مانس مونہہ 'باءباء' کے ایک دوسرے سے بوجھن لاگ رے تھے۔ یوبات نمبر دار کے علاوہ صرف ہم چار پانچ جنے آں نے بیرا تھی۔۔۔۔۔۔۔

قافلے کا مونہہ پاکستان کا ہنی تھا پر دل ایبے بھی پاچھے اپنے گام میں گھر کے'' کاندھ کولے آں'' گیلیاں چھی گاہل گاہل رو ریا تھا۔ نیارے دیس کا 'چاء' اپنی جگہ پر اپنے باپ دادے کی نسانیاں، گھر بار، ڈھور ڈانگر ارفصلاں چھوڈن کا دکھ بھی گیل گیل ءتھا۔ انکھاں سیاُ ھی اپنے چاچے تائے ار بھائیاں کے کٹن کا ار جوان ''باہن بووا کی عزت لُٹن'' کا دکھ بھی کالجہ پاڑے تھا۔ چالدے چالدے سیر ہون آلی ہوئی تو بابے شوکت نے ایک ''پیپل کے درکھت'' تلے کو وادیکھ کے قافلہ روک دیا۔ میں سمجھیا کہ پانی بھرنا سے۔ پر باپُو نے گاڈے پہ سے تَولی تولی بُو واریساں تاری ار بھائی لالے نے بوبوگڈو۔ ار دیکھدے دیکھدے اُنہاں نے دونوں ''دھی دھیانی'' ٹھا کے کُووے میں گیر دی۔ اُنکی پانی میں گِرن کی واج سے میں جِسا تڑپھ کے کُووے کا ہنی بھاجن لاگیا تو میرے مونہہ پہ اپنا ایک ہاتھ رک کے، گھُٹ گھُٹ روندی ہوئی میری ماں نے، دوسرے ہاتھ گیل میری بانہہ کَس کے پکڑلی۔ میں سمجھ گیا تھا کہ یو قیامت ''چان چک'' نہی ٹوٹی بلکہ سب کی بابے شوکت گیل پہلاں ءبات ہولی ہوگی۔ راہ میں ہندوبلوائی ''جوان دھی دھیانیاں'' کی عزت کا ہنی نیوڑیں تھے۔ اس ماری اپنے ہاتھ سے مارنی بڈھیا جانی۔۔۔۔۔۔۔

ہفتے آلے دن میں کام پہ سے گھرآ وں تھا: مُوحلے میں بڑدی ءتایا ستار ملیا۔ اس نے ''ہانسی گاہل کے'' بتایا کہ آج پھیروا تھارا ''بابامُنتا'' لٹھ لیکے کِسے کے دوالے ہورہیا تھا۔ ار مونہہ سے کِمے بولیا بھی سے۔ تائے نے اور بتایا کہ بابامُنتا سَتر سال میں یوچوتھی بَر بولدا سنیا سے۔

''بابے مُنتے'' کی عمر اسی سال سے اوپرءتھی۔ منے جد سے سَودھی سمبھالی تھی۔ میں بابے مُنتے نے اسے ڈھال دیکھ رہیا تھا۔ اِیب میری عمر بھی چالیس سال ہولی تھی۔ بابامُنتا اَن بول تھا، گام کے سارے مانس اُس نے گونگاءجانیں تھے ار نیو جانیں تھے کہ یوں (مھارے کُنبے آلے) نمبر دار ''مُرادلی'' کا بڈا بھائی سے بابامُنتا نمبر دار کے گھیر میں، بیٹھک کے پاچھے ایک چھوٹے سے کوٹھڑے میں رہیا کردا۔ ایک ءطریاں کا دھولا دھوتی کُرتا پہرے پانچوٹیم نماز پڈھن آ نداجاندا دِکھدا۔ مھارے تائے ستار کی عمر بھی ستّر پنجھتر سال ہوگی۔ تائے نے اُس دن اور بتایا کہ بابے مُنتے کا اصلی نام تو کے بیرا کے سے؟ یو ''منتا'' نام تو نمبر دار کے باپ ''نیاجُولامبے'' نے ٹیکیا تھا۔ گدر کے بکھت بابے مُنتے کی عمر دس باراں سال تھی۔ اس کے کنبے کا یو ایک ءمانس بچ کے اورے لگ پہنچیا تھا۔ یوراہ میں کتے بے ہوس پڑیا تھا، پچھلے قافلے آلے ٹھاکے لےآئے۔ ملتان کیمپ میں جَد ہوس آیا تو ایک فوجی نے اس پہ اِس کا نام بوجھیا تو یو کچھ بول ءنہی سکیا۔ نمبر دار نیاجُولامبا لَوی ءکھڑیا تھا۔ تولی سے بول پڑیا۔

''یومھارا چھورا سے اسکا نام ''مُنتیاج'' سے''

جَد سے اُس نے سارے ''مُنتامُنتا'' کہن لاگ گے ار نمبر دار نیاجُو نے یو اپنے گھر اپنا بیٹا بنا کے راکھ لیا۔ بہشتی نیاجو نے اپنے بیٹے ''مُرادلی'' ار اس میں کِمے فرق نہیں کریا تھا۔ اس نے جِسا اپنے سگے بیٹے مُرادلی سے کھوایا پہرایا، بِنّس اُساءبابے منتے سے۔

ہم دیکھاں تھے کہ بابے مُنتے کی صداں سے یوعادت تھی نماج بپڈھدا ار سِدھا اپنے کوٹھڑے میں آکے لیٹ جاندا۔ جد کوئی روٹی لیاکے ٹیک دے تھا تو کھالے تھا، مانگے نہیں تھا چاہے دوسرا پہر ہوجاندا۔ نمبر دار بھی اِسکی روٹی لَتّے کا دانواں دھیان راکھے تھا۔۔۔۔۔۔۔

بابامُنتا پھیر بولیا۔

پانی میں گِرن کے کچھ دیر بعد ءمَنے اپنی بوبو گڈوار بُوواریِ یساں کی آخری چیکاں سُنی ۔ مردے مردے بھی کہہ رہی تھی۔

ہائے باپُو ہائے رے بیرے‘‘۔

گھنی مُسکل سے جان لِلکڑی۔ بابا شوکت نے کُووے کاہنی اپنے کان دھر راکھے تھے جد پانی میں حرکت تھم لی تو بابا شوکت بولیا

چالو لِلکڑ لیو۔ پھر ام ہو لیے مَرلی سَیں ینھ دونوں۔

بابا منتا پھیر (اپنی بُوواار باہن نے یاد کر کے) روندا رہیا۔ عشاں کی اذان کا کر کے رُکے تھمیا اذان کے بعد بابا منتا بولیا

’’میری بُوواار بوبو کے مَرَن کا سُن کے میری ماں کے تو غشی آ گی ار واگاڈے میں گر گی باپو نے سمبھالی۔ بھائی لالے نے جلدی سے پھیرا اپنا ہاتھ میرے مونہہ پہ ٹیک دیا کہ میں چیک نہ ماردیوں جو بُلوائی سُن لیں۔

اُس بکھت باپُو کی آنکھ پاتھر ہو رہی تھی ار مَنے واجماء مریا ہویا لاگیا۔ انکھاں میں اَنجو بھی تھے پَر بَچارا رو نہی سکے تھا۔ باپو نے بوواریِ یساں بوہت پیاری تھی وانیو کہ بوواریِ یساں باپو کے بیاہ سے ایک سال پہلاں ءتو پیدا ہوئی تھی ار بُوواریِ یساں اِیے چھ مہینے کی تھی تو میری دادی مرگئی تھی اِسے ماری باپو کی عمر جد مُسکل سے پندراں سال تھی تو میرے بابے نے باپو کا بیاہ کر دیا تھا کہ میری ماں نے باپو گیل رَل کے میری بووا رِیِساں بھی اپنی دھی جسطراں پالی تھی ۔ ہائے آج کس حوصلے گیل آپ ءکُووے میں گیر دی، باپو آپ بھی اس بکھت جِندہ لاہس ءدِکھے تھا۔

قافلہ چال پڑیا بھائی لالے نے میرے مونہہ پہ اِیب لگ ہاتھ ٹیک راکھیا تھا۔ دن کا مَڑا سا چاندنا پھوٹیا تو جوان مرد ایک بَر پھیر لٹھ لے کے اگلے پاسّے کٹھے ہون لاگ رے تھے جو کہ اِس بات کی نسانی تھی کہ اگے پھیر کوئی جوڑ پڑن آلا تھا ۔ بُلوائیاں کے پچھلے حملے میں پھوپھے دِینُو کی ایک بانہہ کٹ کے الگ ہوگی تھی ۔ موڈھے سے لہو چال رہیا تھا۔ باپُو نے ماں آلی اوڈھنی کی پٹی بھی کس کے باندھی پر لہو چالدا رہیا۔

کیجاں گاڈے کے پچھلے پاسے ’’اَدھ مری‘‘ پڑی تھی اسکے سر سے گھناں ءلہو لِلکڑ گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں کیجاں مَرلی تو بابے شوکت نے بس دو تین منٹ گاڈا روکیا۔ باپو نے راہ سے ہٹواں ’’مَڑی دُھڑی‘‘ ماٹی کٹھی کر کے اس میں کیجاں دابی ار اگے چل پڑے۔

گاڈے آں میں چھولے ار گُڑ تو تھا پر ’’کھان پین کی ہوس‘‘ کِسے نے نہی تھی۔ بس بالک چیلک دودھ پانی پی لیں تھے۔

دن لِلکڑیا تو پھیر بُلوائی قافلے پہ ٹوٹ پڑے پچھلی لڑائی میں مامے حسنو کے ٹابّر میں سے کوئی نہی بچیا تھا۔ ایب کے والڑ نیا میں اگے تھا تھوڑی دیر میں لڑدے ہوئے وابھی مَرلیا۔ ہم نے وا بغیر دفنائے اگے لِلکڑنا پڑیا۔۔۔۔۔۔

ہفتے نے جد میرے تائے ستار نے یو بتایا کہ آج ظہر بکھت بابامُنتا لٹھ لے کے دھنُو آلے اکرم کے سِر ہو رہیا تھا۔ اکرم اپنی سات آٹھ سال کی روندی بیٹی کی ’’بانہہ پکڑے‘‘ گھر کاہنی کھچے لیا رہیا تھا اُسکی بیٹی نُوا اں سکول بیگ لین ماری ’’بِراڑ‘‘ کر رہی تھی، یوں دیکھ کے بابے مُنتے بے بیرانی کیوں اکرم پہ غصہ آیا ار وا اکرم کاہنی لٹھ لیکے نیوڑیا (بوسن کے منے اچنبھا رسا ہویا ار میرا جی کریا کہ میں بابے مُنتے سے ملوں، بوجھوں کہ وا بولدا کیوں نی، کس طرح پاکستان پہنچیا۔ اس کے کنبے کے باقی مانس کت سیں؟)۔

اگلے دن میری اتوار کی چُھٹی تھی ار میرے یار شکیل ار قاسم نے بھی مھارے گام میں آنا تھا۔ ہم تینوں، مغرب ٹیم تائے ستار نے گیل لے کے، بابے مُنتے لَوے پہنچ لیے نمبر دار کے گھیر میں کھبے پاسے بیس تیس ڈانگر بندھ رے تھے۔ ار سجے پاسّے بیٹھک کے پاچھے ,بابے منتے آلا چھوٹا سے کوٹھڑا تھا۔ ہم کوٹھڑے میں آئے ,اوٹھے ایک ءکھاٹ پڑی تھی جس پہ بابا مُنتا لیٹیا پڑیا تھا۔ کھاٹ کے لَوے تین اِینٹاں پہ ایک گھڑا رکھیا تھا۔ گھڑے پہ پیتل کا ایک گلاس تھا۔ گھڑے لَوے اے ایک پالڑی پڑی تھی جس میں ایک پونا ار خالی کٹوری پڑی تھے, (بابے

نے ایہے روٹی کھائی ہونی) درواجے لوے سیمنٹ کی کئی خالی بوریاں پڑی تھی۔ تایا ستار نے کھاٹ پہ سے بابے کی لاٹھی ٹھا کے بھیت گیل کھڑی کر دی ار پَیند پہ بیٹھ گیا ہم نے سلام کریا, بابے نے مھارے سلام کا کوئے جواب ءنہی دیا۔ اُس کوٹھڑے میں قبرستان بر گی خموشی تھی۔

مَنے کوچھ سات بَر بُوجھیا

''باباجی بولوتو تھارااصل نام کے سے، اِنڈیا سے کس طراں اورے لگ پہنچے''؟

پر بابا نہی بولیا۔ اِتنے میں میرا چھورا ''احمد'' بھی میرے پاچھے پاچھے اوٹھےء آ لیاار آندے بولیا'' ابوابو گھر آ جا'' بُووا'' آ ئی سے۔''

ہم جو گھنیء دیر کے بابے نے بُلان کی کوشش کر رے تھے پَر بابا نہی بولیا۔ میرے بیٹے کے مونہہ سے لفظ'' بووا'' سُن کے بابا مُنتا دو تین بَر بولیا

''بُووا۔ بُووا۔ میری بُووارَئیساں''

ار بابا پھیر چھوٹے بالکاں کی ڈھال ''چر لی'' مار مار کے رون لاگ گیا۔ جد پانچ سات منٹ لگا تار روندا رہیا تو ہم کِمے پریشان سے ہو گے کہ اورے آ کے شید ہم نے غلطی کر لی۔ پر پھیر سوچیا کہ آج اصل بات لے کیءجاں گے ارمڑے اور جم کے بیٹھ لیے۔ مَنے اپنا بیٹا احمد نیو کہہ کے واپس گھر بھیج دیا۔ ''تیں جا بیٹا! میں کِمے دیر سے آ وں گا۔

۔۔۔۔۔۔

بابا جدرو کے ہٹیا تو بولن لاگیا۔ (ہم جس مانس نے کئی سال سے گُونگا سمجھاں تھے۔ وا بولدا دیکھ کے'' دَھک دھولے'' بھی تھے ارمڑے خوش بھی)۔

بابا بولیا

میرا نام'' خانُو'' سے۔ ار میرے باپ کا نام ''نتھُو'' تھا۔ مھارا گام رَمبا تھا۔ (پھیر بابا مُنتا لگاتار چار پانچ گھنٹے روندا رہیا ار بولدا رہیا۔ پھیر ہمیشہ واسطے چُپ ہو گیا)۔

بابا مُنتا بولا

ہندوستان میں رَمبے گام میں مھاری زمین تھی۔ '' گھر بار'' ار بیس بائیس ڈھور ڈانگر تھے۔ مھارے موحلے میں کچھ گھر ہندواں کے بھی تھے۔ ہم کئی نسلاں سے اُن گیل 'گھل مِل' کے رہن لاگ رے تھے۔ مھارے گیل آلا گھر بھی ایک ہندو'' کبیر'' تھا جس نے ہم تایا کہیا کر دے۔ مھارے بیچ دَھرم کی بھینت نیچی تھی ار پیار کی'' پینگھ'' اوچّی تھی, ہم نے لاگے تھا کہ اصل میں'' مانس کی محبت'' میں اللہ بھگوان ار ایشور ملِے سے''

باپ ایکلا بھائی تھا تو ہم تایا کبیر نے سگا تایاء سمجھاں تھے۔ تائی'من بھری' بھی میری ماں کی باہن ءبنی ہوئی تھی۔ عید ہوندی یا دیوالی, شب رات ہوندی یا رنگولی۔ ہر تہوار پہ دونوں گھراں کے بالک حلوہ کھیر ایک دوسرے کے گھر لیاندے۔ ویسے صرف مھارا پکیا گوشت نہی کھاویں تھے باقی تو ہم دال سبزی ایک دوسرے سے لیا کراں تھے۔ تائے کی کوئی بیٹی نہی تھی۔ ایکء'' اُندھڑک سا'' بیٹا سندیپ تھا جس نے سارے'' پپّو'' کہیا کر دے۔ مھارے ار اُنکے کچے گھراں کی بیچ کی کچی بھینت میں لنگھن کا ایک راہ بھی چھوڑ را کھیا تھا۔

پپُو, میں، بُووا رئیساں ار گڈو اُنکے بیہڑے میں نیم نیچے کھیلدے رہندے۔ بھائی لالہ گھر کے سامنے کھیت کے کام میں جُڈ یا رہندا۔ تائے کبیر کا کھیت بھی گیل ءتھا۔

تایا کبیر میری باہن گڈو نے اپنی دھی سمجھ کے خوب لاڈ کریا کردا۔ اُس نے اپنے نیم پہ گڈو واسطے اوچی پینگھ باندھ راکھی تھی۔ میری عمر اُس بکھت دَس باراں سال تھی ار گڈو میر سے دو سال بڈی تھی۔ بووا رئیساں کی عمر ستاراں اٹھاراں سال تھی۔ اُسے سال بُووا کا بیاہ بھی تھا۔ ہم نے پھٹی کی فصل ٹھان کے بعد کے دن دَھر راکھے تھے۔ بَروالے کے نَردکیاں میں مانگ راکھی تھی۔ گڈو بھی اُس کے دیور کیء دینی کر راکھی تھی۔ اُن دِناں میں, کِسے کِسے گھر میں ریڈوا ہووے تھا۔ اپنے مسلمانان کے نیارے دیس کی خبراں تو کئی مہینیاں سے سُنن لاگ رے تھے۔ نوے دیس کا سُن کے خوشی تو ہوے تھی پر جی سا بھی کٹے تھا۔ کہ کس طراں, اپنا سب کِمے چھوڑ کے, ایک الگ دیس میں جا کے بساں گے؟

یوبات بتاندے بتاندے بابا مُنشا پھیر رون لاگ گیا۔(منے گھڑے میں سے پانی کا گلاس بھر کے بابے سے دیا)۔بابے نے ایک ڈوھنگہ لمبا سانس لیا اور پانی کے دو گھونٹ بھر کے ,کامبدے ہاتھاں گیل گلاس اُلٹا پکڑاندے ہوئے بولیا!

جس دن ہم انڈیا سے لِکڑے ,سانجھ سی تایا کبیر گھبرایا ہویا مھارے گھر آیا تھا۔باپو ڈانگراں نے نسانی گیرے تھا۔ار بھائی لالہ لاکڑی چیرن لاگ رہیا۔ماں لان واسطے سبزی بناوے تھی۔میں بو بو گڈو گیل ماں کے لوے ءرسوئی میں کھڑیا تھا۔

تایا کبیر سِدھا رسوئی میں ءآیا ار بو بو گڈو کے سر پہ دونوں ہاتھ رکھ کے (ایک ءسانس میں) ماں سے بولیا۔

بھابھی بھابھی!

بھائی نیہّ ہو کت سے؟

تھم تولی تولی لِکڑن کی تیاری کرو۔

ماں دھک دھولی ہو کے بولی

رے بیرا کبیر !

کِت لِکڑن کی تیاری کراں؟

باپو بھی سانی چھوڑ کے تائے کے لوے آ لیا تو تایا بولیا!

بھائی ! آج ریڈوے پہ خبر چالی سے کہ تھارا مسلمانان کا نیارا دیس پاکستان بن گیا۔سارے گاماں سے گاڈے پاکستان کی اوڑ جارے سیں۔کوئی ریل بھی جاری سے پروا ''کلانور'' ار ''لاہلی'' کاہنی کو لِکڑے گی۔

تایا پھیر تولی تولی بولدا گیا

سارے گاماں میں مسلماناں کی ''کاٹ باڈ'' سرُو ہو لی سے۔اورے بھی کچھ ءدیر میں ہندوآ جیں گے۔سفر واسطے جروری سمان باندھو۔تھم نے لیے لِکڑنا سے ,میرا اُوت پوُگھیر میں تھارا گاڈا جوڑن گیا۔

یو سُن کے ماں کے تو ہاتھ پیرء پھول گے۔

تایا پھیر بولیا

میں گھر سے تھارے کھان پین ماری کچھ بندھواوں سوں۔تھم تیاری کرو۔

تائے کبیر نے روندے روندے نے باجی گڈو کا ماتھا چُومیا۔ار اِس طراں دُکھی ہو کے (گل گیل لا کے) رویا جس طراں کوئی باپ اپنی ایکلی بیٹی نے بِدا کردے ہوئے رویا کرے۔

تائے نے بھاج کے مھارے درواجے کی اندر سے سانکل ار کُنڈی میں گُلیل کی ساہنگی پھسائی۔تولی سے بھینت پہ کو اپنے گھر گیا ار راہ واسطے کُچھ گُڑ ار چھولے بندھوا لیا یا۔

اِتنی ہان میں باہر گلی میں کمے گدر سا ماچ لیا تھا جو کمے اور نیڑے ہوندا آرہیا تھا۔

تایا کھان پین کے سمان کی پٹوکلی گیل دو لٹھ بھی لیا یا ار جساء وا بھیت کے اوپر کو مھارے گھر واپس کُو دیا۔دو تین بُکوائی بھی باہر آلی بھینت کے اوپر سے گھر میں کود لیے ,تایا کبیر لٹھ لے کے ان کے سامنے ہو لیا۔ان میں سے ایک ہندو تائے کبیر نے جانے تھا۔

وا غصے میں بولیا

کبیرے! تیں آج اِن ''مُسلے آں'' کی اَوڑ میں نہ آ وے۔ار اپنے گھر جا! باہر مھارا پورا گام سے۔آج ہم انھاں نے کاٹ باڈ دیاں گے۔

تایا گرج کے بولیا

اوئے !بیری ! کئی نسلاں سے مھارا مرنا جینا کٹھا سے۔میں اپنے جِیندے جی اِس ٹابّر کے کُچھ نہی ہون دیوں۔تھم پیچھے ہٹ جوار اِن نے اِن کے دیس ''پاکستان'' جان دیو۔

ماں نے ''چان چک'' یو گھمسان دیکھ کے میر سے ار گڈو سے اپنے پاچھے لھکو لیا۔بُووا رئیساں اندر کوٹھڑے میں تھی۔ماں کے کہن پہ بُووا رئیساں نے اندر سے سانکل لالی۔بھائی لالے ار باپو نے بھی لٹھ ٹھا لیے تھے۔

تائے نے پاچھے مونہہ کر کے باپو سے کہیا۔

بھائی !تھم نے تھارے اللہ کا واسطہ۔ بھابھی ار بالکاں نے لیکے گھیر کے پچھلے راستے سے ,گاڈے کا ہنی لِکڑو۔ میں اِن بیریاں نے آپ روک لیوں گا۔

تایا کبیر نے اپنی لاٹھی تانے کھڑیا تھا۔ پر اُسکا دھیان مھارے کا ہنی تھا۔ پپُو بھی گاڈے پہ سانی گیر کے آلیا۔ ایب اُس کے ہاتھ میں بھی لٹھ تھا۔ اتنی دیر میں اور زیادہ بلوائیاں نے بھینت پہ سے کود کے ان دونوں باپ بیٹیاں گیل لڑائی سَرُو کردی۔

تایا کبیر گات کا بھی تکڑا تھا۔ اراوں بھی پورے گام میں ''لٹھ باز'' مشہور تھا۔ لڑدے لڑدے تائے کبیر نے آخری باری باپو کا ہنی دیکھ کے ہاتھ کے اسارے سے باپُو سے رُخصت کردیا۔ بیرانھی پاچھے سے ان کا کے بَنیا ہوگا پَر گاڈے تک مھارے پاچھے کوئی نہی آسکیا۔

باپو مّنے ,بُووا ,ماں اربو بوگڈو نے لے کے گاڈے لوے آیا۔ باپو نے بُووا کے بیاہ کی تیاری ماری کچھ ٹُو ٹاں بنوا راکھی تھی۔ ماں توَل میں ویتھ بھی نہی ٹھان پائی۔ تولی سے سارے مانس گاڈے میں بیٹھ لیے تو بھائی لالے نے چنے ارگُڑ آلی پٹوکلی بھی ٹھاکے گاڈے میں دَھرلی۔ گاڈے تک آندے آندے مغرب ہولی تھی۔ اُن دِناں میں بجلی تو تھی نہی۔ توَلی ءاندھیرا ہوجے تھا۔ گاڈے لوے ماماسپیا ار مامی جمیلہ چھوٹے بیٹے رسید نے لیکے آئے کھڑے تھے۔ منے جد مامے کا بڈا بیٹا فرجندہ اربیٹی بیسو کوئی دِکھے تو مامی سے اُن کا بوجھیا۔

مامی بولی!

بُلوائی مھارے گھر کُود گے تھے۔ ویتھ جسے ءبیسو کی عزت کا ہنی نیوڑے تو میری بچی نے اپنے پیٹ میں چھُرا مارلیا ار مرگئی۔ میرا اُوت فرجندہ دس مانساں گیل ایکلا لڑدا لڑدا مریا ہائے ! کِسے بدنصیب میرے لعل !۔ ہم تو اُنکی لاہس بھی نہی ٹھان پائے۔

یو بتاندے بتاندے مامی جمیلہ چِرلی مار کے رون لاگی۔

بابا شوکت مھارے کُنبے کا ٹھُلے دار تھا ار اس بکھت کئی گاڈے آں کے مھارے اِس کافلے کا بڑا بھی۔ اس نے پاکستان کا ہنی جان آلے راستے کا بھی بیرا پار لیا تھا۔ بابے شوکت نے مامی جمیلہ سے رون نہی دیا کہ بلوائی نہ سُن لیں۔ جلدی سے مانس اران کی گٹھڑیاں گاڈے میں لاد کے چال پڑے۔ مھارا کُتا بھی گاڈے کے نیچے گیل گیل تھا۔ تائے نے بلد کے گل میں سے ٹلّی کھول کے بگادی کہ راہ میں شور نہ ہووے۔

مھارے گاڈے میں مھارے ٹابر کے علاوہ مامے سپیے ار مامے حسنو کا ٹابر بھی تھا۔ قافلہ چالیا ,چالدے چالدے رات کا پہلا پہر ہوگیا تھا۔ اندھیری رات تھی ار''اَن دیکھا'' راہ تھا۔ راہ کے دونوں پاسے تِل ار جھونّے کے کھیتاں میں کِتے کِتے کوئی پٹبیجنا دِکھ جے تھا۔ گڈو نے پٹبیجنا پکڑن کا بوہت شوق ہووئے تھا۔ گاڈے کے ریڑے آں کی ''چیں چیں'' کی واج گیل ,(اپنے آں کے دکھ میں) ,لگائیاں کی گُھٹی گُھٹی رون کی واج بھی تھی۔ راہ دونوں کا ہنی اگے اگے ٹڈی بولے تھی ارجد گاڈا اوٹھے پہنچے تھا چپ کر جے تھی۔ کدے کدے قافلے کا کوئی بالک رووے تھا یا دُور کِسے گام میں کِسے کُتے کے بھونکن کی واج تھی ,اس کے جواب میں مھارا کُتا بھی بھوکن کی کوشش کردا تو بھائی لالے کی ''چھی'' کرن سے چُپ ہوجاندا۔ پھیر راہ میں قافلہ مڑا ڈیا, مردڈانڈی کے گیل پہرہ دین لاگ گے ار لگائیاں سے کہیا کہ تولی ''جنگل پانی'' ہولیو۔ پھیر قافلہ چل پڑیا۔ اِیسے تھوڑی ءدور گئے تھے کہ اگلے گاماں کے بُلوائیاں نے حملہ کردیا

مھارے قافلے میں اپنے اپنے ٹابراں گیل چاچالیلہ ,چاچا ڈھولُو ار چاچا مینُو بھی تھے۔ بلوائیاں نے چاچالیلے کے پیٹ میں چھُرا مار کے اوٹھے ء ماردیا۔ (ہم اس نے اس کی لاہس اوٹھے ءچھوڈ دی تھی) چاچامینو اپنی دھی رکیجاں نے لے کے مھارے گاڈے تک اگے آیا ار بولیا۔

نپّہ ٹھو بھائی!

لیلا تو کھتم ہولیا ار رکیجاں کے سر میں کرپان کا ڈُوہنگہ پاڑ سے۔ لہُو نہی تھم رہیا۔ رکیجاں نے سنبھالو ,میں پاچھے جا کے ڈھولُو نے دیکھوں سوں۔

کئی گاماں کے بلوائی تھے۔ تھوڑی دیر میں جد ویتھ ہم نے مارکاٹ کے

اُلٹے گئے تو مھارے آدھے مانس مَر لیے تھے ار باقی کٹے پڑے تھے۔

(بابا مُنتا ہجرت کی بِپتا سُناندا رہیا، بالکاں ڈھال روندا رہیا۔ ہم بھی رو رے تھے۔ رات کے باراں بج لیے تھے)۔ چُپ کران کے بہانے منے پوچھیا

بابا! پھیر کے ہویا؟)

بابے نے پھیر ایک سُبکی سی لیی ار بولیا

(اَگے بلداں سے سانی گیرن ماری رُکے تو باپُو نے بابے شوکت سے بوجھیا

''چاچا پاکستان اور کِتنے کوس دور سے۔ ہم اپنا دیس دیکھ بھی پاواں گے کہ نہی؟'' (بابا شوکت حوصلے آلا مانس تھا) بولیا

''بھائی آج کا پورا دن اور چالنا سے۔ سانجھ لگ اپنے نیارے دیس پاکستان پہنچ لیاگے''۔

ایک نہر ٹپاں تھے۔ زیادہ خون لِکڑن کی ماری ماما حسنُو بھی مرلیا۔ بابے شوکت نے اِس باری گاڈا بس اُتنی دیر روکیا جتنی دیر میں لاہس نہر میں بگائی جا سکے تھی۔ جنا توکُل کائنات کا دُکھ میری ماں کے کالجے میں تھا۔ بچاری رووے تھی۔ کدے میرے ار بھائی لالے کا ہنی دیکھ دیکھ کے دعا کرے تھی، کدے تسبیح کرن لاگ جاندی۔ اُس کی انکھاں سیاُھی اُسکے دو بھائی کٹ لیے تھے۔ دھی ار (دھی برگی) نَند مَر لی تھی۔ باپ اُس بکھت مَنے ار بھائی لالے نے اِسطرح دیکھ رہیا تھا جس طراں کوئی غریب زمیندار اپنی اُس تیار فصل نے دیکھے سے جو اس نے ''لگان'' میں یا ''بیاج'' میں دینی ہو سے۔

چالدے چالدے جد بابے شوکت نے بتایا کہ بس ایب پاکستان دو گھنٹے میں پہنچ لیاں گے عین اس بکھت پھیر بُلوائی ٹوٹ پڑے۔ ایک بلوائی نے پنجالی ار دوسرے نے تلوار مار کے بابے شوکت کا پیٹ پھاڑ دیا، آنداں باہر آ گئی تھی بابا شوکت تڑپھ تڑپھ کے اوتھے مرگیا۔ منّے نہی بیرا تھا کہ پِچھلے گاڈے آں میں کتنے مرد باقی رہ گے تھے۔ پَر مھارے گاڈے پہ میرے علاوہ، دو مرد، ایک میرا بھائی لالہ ار دوسرا میرا باپ رہ گے تھے۔ ایک بُلوائی نے پاچھے سے آکے میری ماں کی اوڈھنی کھینچ لی، گھِٹی بوچ کے سانس بند کر دیا۔ میں اپنی ماں نے بچان ماری اُس بلوائی کا ہنی نیوڑا پَر اُس نے میر سے نیچے کھیت میں دھکا دے دیا ار میری ماں مار دی۔

تین چار بُلوائیاں نے بھائی لالہ نیچے گیریا ار چھاتی میں چھُرے مارن جُٹ گے لہو کا پھوارا چال پڑیا۔ ایک لامبے سے بلوائی ے میرے باپ کے سِر میں لٹھ ماریا۔ ار دوسرے نے ناڑ میں خنجر مارے۔ میرے ماں باپ ار بڑا بھائی میری انکھاں سیاُھی مار دیے تھے۔ کُنبے کے مانس مَر دے دیکھ کے مھارا کُتا رووے بھی تھا ار بھونکے بھی تھا۔ پھیر میرے سِر میں کوئی چیز لاگی ار میں بے ہوس ہو گیا۔

منے جد ہوش آیا تو میں ملتان کیمپ میں تھا۔ اُرنے پرنے دیکھیا، گھٹے بَڈے مانساں میں میرے کُنبے کا کوئی مانس بھی نہی تھا۔ اپنا دیس پرایا لاگیا۔ اوچی واج میں ریڈوے پہ پاکستان کے بارڈر آلے شہراں میں لاگن آلے کیمپ بتائے جارے تھے۔ ریل میں لاکھوں مانس کٹن کی خبر تھی۔ میرے دماغ میں جتھے ماں باپو کے مَرن کا نقشہ تھا۔ اُس سے کِتے زیادہ گہرا وا نقشہ تھا جب باپو نے میری بُو وا رئیساں کی کُووے میں گیرن ماری ''بانہہ پکڑی'' تھی۔ ہفتے کے دن دھنُو آلا اکرم نے بھی نیووے چھوری کی ''بانہہ پکڑی'' تھی تو منے واسفر یاد آ گیا۔ نیو کہہ کے بابا پھیر گھنا رویا ار رون کے بعد اُسکے ہچکی لاگ گئی۔

ہجرت میں مھارے کِتنے پُرکھ قربان ہوئے، بابے نے مھاری تو انکھاں کھول دی پَر اپنی انکھاں ہمیشہ واسطے مُوند لی۔ رات کے ساڈھے بارہ بجے ہم نے نمبر دار ''مُرادلی'' سے ''خانو ولد نِپّھو رہبے آلے'' کے مَرن کی اطلاع کر دی تھی۔ ار فجر کی اذان کے بعد اعلان بھی کروا دیا تھا۔

★★★★

پچیس ہزار

(نجمہ عثمان)

دسمبر کی سرد شام گھنے بادل برس کر ابھی تھمے تھے۔راجپوتوں کی اس چھوٹی سی بستی میں گلگلوں اور چکوریوں کی خوشبو ہوا میں اپنا رس گھول رہی تھی۔اسی وقت مسجد میں اعلان ہوا۔راؤ منگت علی کی زوجہ قضا الٰہی سے وفات پا چکی ہیں نماز جنازہ کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

وہ مارچ کی ایک خوبصورت صبح تھی جب شائستہ نے یوسف سردار کے گھر میں آنکھ کھولی یوسف سردار کا تعلق خوشحال گھرانے سے تھا۔ شائستہ والدین کی تیسری اولاد لیکن پہلی بیٹی تھی۔ پیدائشی ایک ٹانگ سے لنگڑا کر چلتی اس لیے گھر بھر کی لاڈلی تھی۔اگرچہ معاش کی فراوانی تھی لیکن اس زمانے میں راجپوتوں کے ہاں لڑکیوں کو سکول بھیجنے کا رواج عام نہ تھا۔شائستہ کو بھی پانچ پڑھا کر امور خانہ داری سکھانے کے لیے گھر بٹھا لیا گیا، آگے بڑھتے وقت نے حالات کے تقاضوں کو بھی بڑھاوٗ دیا۔جب شائستہ بائیس سال کی ہوئی تو یوسف سردار کو بیٹی کے بیاہ کی فکر ستانے لگی۔اپنے تمام جاننے والوں میں بیٹی کے لیے رشتہ تلاش کرنے کو کہا۔

خوبصورت شائستہ کو بہت سے لوگ دیکھنے آتے لیکن ہر بار شائستہ کی ٹانگ کا نقص اور تعلیم کی کمی آڑے آ جاتی۔ ہر رشتے سے انکار ہونے کے بعد گھر بھر میں مایوسی کی فضا چھا جاتی۔امیر گھرانوں کی عورتیں انکے گھر بیٹھ کر ہی انکار کر جاتیں اور غریب گھر میں وہ اپنی بیٹی کو بیاہنا نہیں چاہتے تھے۔لیکن تین سال کا عرصہ یوسف سردار کو مایوس کرنے کے لیے کافی تھا۔شائستہ کی بڑھتی ہوئی عمر الگ پریشانی کا سبب تھی۔انہی دنوں کی بات ہے یوسف سردار کی ملاقات ایک پرانے دوست سے ہوئی دوست نے ایک شریف لڑکے کا رشتہ بتایا۔یوسف سردار نے لڑکا دیکھا اور شادی کیلئے ہاں کر دی۔آٹھ مہینے کے مختصر عرصے میں شائستہ بیاہ کر منگت علی کے چھوٹے سے آنگن میں آ گئی۔

خوددار اور خوبرو جوان منگت علی لاہور میں ایک چھوٹے سے کارخانے میں ملازم تھا۔اور کارخانے کی ہر طرف سے ملے چھوٹے سے مکان میں رہتا تھا۔شائستہ سلیقہ شعار لڑکی تھی کچھ ہی عرصے میں شائستہ نے اپنی ہنرمندی اور محبت سے اس مکان کو گھر بنا دیا۔شادی کے تین ماہ بعد ہی یوسف سردار اور انکی بیوی ایک حادثے میں چل بسے۔یہ صدمہ شائستہ کے لیے بہت بڑا تھا۔لیکن گزرتے وقت نے اس غم پر بھی دھول ڈال دی تھی۔

شادی کے ایک سال بعد منگت علی اور شائستہ کی زندگی میں ننھی لائبہ نے آکر رنگ بھر دیا۔منگت علی بیٹی کی پیدائش پر بہت خوش تھا لیکن نصیب کی دیوی کچھ اور سوچ بیٹھی تھی۔لائبہ کی پیدائش کے دو ماہ بعد ہی کارخانے کے مالک نے کارخانہ بیچ دیا اور نئے مالک نے تمام پرانے ملازمین کو نکال کر نیا عملہ بھرتی کر لیا۔منگت علی پر وہ بڑا کڑا وقت تھا کیونکہ اسے گھر خالی کرنے کا نوٹس بھی مل چکا تھا۔

اتنے بڑے اجنبی شہر میں کوئی ایسا نہ تھا۔جس سے مدد کی امید کی جاتی۔دو چار جگہوں پر نوکری کا پتہ کیا لیکن مایوسی ہوئی تھی اس نے فیصلہ کیا کہ وہ بیٹی اور بیوی کو لے کر گاؤں واپس چلا جائیگا۔گاؤں آکر منگت علی نے تین سو روپے روزانہ پر مزدوری کرنا شروع کر دی لیکن مزدوری بھی روزانہ نہیں ملتی تھی اس لیے گزر بسر بہت مشکل حالات میں ہو رہی تھی۔اسی دوران منگت علی کو پتہ چلا کہ اس کے گھر دوبارہ خوشی آنے والی ہے۔وہ صابر و شاکر آدمی تھا۔اس کا یقین تھا کہ آنے والا بچہ اپنا رزق ساتھ لے کر آئے گا۔جب بچے کی پیدائش کے دن قریب آئے

تو شائستہ بے حد بیمار پڑ گئی۔ منگت علی بیوی کو لے کر ڈاکٹر کے پاس گیا ۔تب ڈاکٹر نے بتایا کہ آپریشن کرنا ہوگا ورنہ ماں اور بچہ دونوں کی جان کو خطرہ ہے۔

منگت علی: پریشان ہو کر، ڈاکٹرنی جی آپریشن پر کتنے پیسے لگیں گے؟

لیڈی ڈاکٹر: پچیس ہزار

منگت علی: ڈاکٹر جی یہ تو بہت زیادہ ہیں، میں غریب آدمی کہاں سے اتنے پیسے لاؤں گا؟

لیڈی ڈاکٹر: جناب یہ آپ کا مسئلہ ہے ابھی تین دن ہیں آپ کے پاس جلد از جلد پیسوں کا بندوبست کریں۔

منگت علی چچازاد بہن کو شائستہ کے پاس ہسپتال میں چھوڑ کر پیسوں کا بندوبست کرنے گاؤں لوٹ آیا۔ اس نے بڑے بھائی نیاز علی جو کہ کافی خوشحال زندگی بسر کر رہے تھے۔ پچیس ہزار ادھار مانگے تو نیاز علی نے دینے سے انکار کر دیا۔

منگت علی: بھائی میں بہت جلد پیسے لوٹا دونگا۔

نیاز علی: اگر تمہارے پاس واپس کرنے کیلئے ہوتے تو مانگتے ہی کیوں؟

منگت علی: بھائی میں مزدوری کر کے تمہارے پیسے لوٹا دونگا۔

نیاز علی مزدوری کے پیسوں سے تمہارے اپنے گھر کا چولہا مشکل سے جلتا ہے۔ مجھے پچیس ہزار کہاں سے واپس کرو گے۔

منگت علی نے برادری میں دو چار اور لوگوں سے بھی مدد مانگی لیکن دس ہزار سے زیادہ جمع نہ ہو سکے۔ تین دن کی مسلسل تگ دو کے بعد منگت علی نامراد ہسپتال واپس لوٹ آیا۔ ڈاکٹر کی بہت منت سماجت کی کہ دس ہزار لے لیں اور میری بیوی اور بچے کی جان بچا لیں۔ لیکن ڈاکٹر نے کہا اگر میں اپنی فیس کے پانچ ہزار معاف بھی کر دوں تب مزید بیس ہزار کا بندوبست ضرور کرنا ہوگا۔ کیونکہ آپریشن پر اتنا خرچہ آجاتا ہے۔

منگت علی مردہ قدموں سے چلتا ہوا ڈاکٹر کے کمرے سے باہر آگیا اور کوریڈور میں پڑے ایک بینچ پر بیٹھ گیا۔ شائستہ کا سامنا کرنے کی ہمت اس میں نہ تھی۔ دسمبر کی وہ سرد اور طویل رات پتھر بنے۔ منگت علی اسی بینچ پر گزار دی۔ اور اندر کمرے میں پڑی اس کی بیوی درد سے تڑپتی رہی، دن کے گیارہ بجے تھے جب نرس نے آکر بتایا کہ آپ کی بیوی مر چکی ہے۔ ساری رات رونے کی وجہ سے منگت علی کی آنکھوں کا پانی خشک ہو چکا تھا۔ زندہ لاش کی طرح وہ بینچ سے اٹھا ہسپتال کے واجبات ادا کیے اور ایمبولینس میں شائستہ کو لے کر جب گاؤں پہنچا تو شام کے چار بج چکے تھے۔ تین روز پہلے وہ لوگ جو اس سے چھپتے پھرتے تھے کہیں ادھار رقم نہ مانگ لے۔ آج ان تمام لوگوں کا ہجوم جمع تھا اور ہمدردی جتا رہے تھے۔ رات آٹھ بجے عشاء کی نماز کے بعد شائستہ کو دفن کر دیا گیا اور تیسرے دن کی رسومات کے بعد ننھی لائبہ کو اس کی خالہ اپنے ساتھ اسلام آباد لے گئی۔

پانچ سال گزر چکے ہیں۔ راجپوتوں کی اس بستی میں ہر موسم آتا ہے اور اپنی تمام زینتیں لوٹا کر لوٹ جاتا ہے۔ لیکن منگت علی کے آنگن میں تاریکی ڈیرے ڈالے بیٹھی ہے۔ کیونکہ اس آنگن میں دیا جلانے والی شائستہ ہمیشہ کے لیے اس سے روٹھ چکی ہے۔ منگت علی آج بھی بیٹھا یہ سوچتا ہے۔ کیا اس کی بیوی اور بچے کی زندگی کی قیمت پچیس ہزار تھی۔

☆☆☆

ہریانوی افسانہ

ایک سال میں تین حج

راوزاہدوارثی

میں ظہر کی نماج پڑھ کے لیٹن لا گیا تو حاجی صاحب کی کال آ گی 'بولے'
چھورا! ایک بَر میرے دھورے آ یئے۔
میں بولیا۔ او کے حاجی صاحب! ایبے آ یا۔
دس منٹ باد میں حاجی صاحب کی بیٹھک میں تھا۔
حاجی صاحب سے میرا بس تھوڑا سا ادبی ساء تعلق تھا۔ وینھ میری چھٹی آلے دن منے چھوٹے موٹے کام کہہ دیں تھے۔ (میں بھی کدے نھی ناٹیا تھا)۔
حاجی صاحب کلانور کے ایک پڑھے لکھے 'سیانی عمر کے، ریٹائرڈ آدمی تھے۔
گھنے گپی تھے۔ اپنی پنشن کے علاوہ کچھ زمین کا ٹھیکہ بھی آوے تھا۔ دو بیٹے انجینئرنگ کرن کے بعد سعودی میں کِسے آئل کمپنی میں ملازم تھے۔ حاجی صاحب نماج کے بعد سارا دن بس واٹس اپ پہ گپ شپ کردے رہندے۔ رانگڑی کے سانگی ار حاجن حسینہ نے سن دے ار سَن سَنتالیس کی باتاں کر کے اپنا ٹَیم پاس کر لیندے۔
اللہ نے گنجائس دے راکھی تھی۔ تو پچھلے تیراں سالاں سے لگاتارء حج کرن لاگ رے تھے۔ بیٹھک اپنی حج آلی ساری فوٹو بمع تاریخ ٹانڈ پہ سجا سجا کے دھر راکھی تھی۔
ایک سات سال پرانی فوٹو میں بہشتن تائی بھی گیل تھی۔ ایک دن میرے پوچھے بناء حاجی صاحب نے بتایا کہ یو ہمارا آخری کٹھا حج تھا۔ اس حج سے واپسی پہ تیری تائی بہشتن مَر گی تھی۔۔۔،
اُس دن میرے بیٹھن پہ حاجی صاحب حال چال پوچھن کے بعد بولے۔
چھورا!
مھارے گام (انڈیا) سے واٹس اپ پہ ایک ہندو گیل گپ شپ ہوئی سے۔ اس نے مھارے پُرکھاں کے پرانے گھراں کی فوٹو بھیجی سیں ار ایب! وا اُورے کے (انکے بنے ہوئے) گھراں کی فوٹو مانگے سے۔
(میں ان کی ہاں میں ہاں ملاندا رہیا)
پھیر بولے
یار! میں سئیدوآلے گھر (ہندوآں کا بنا ہویا) کی فوٹو بنا کے بھیجنا چاہوں سوں۔ تیں میر گیل چالے گا؟
میں بولیا۔ جی جی، بتاؤ، کد جانا سے؟۔
بولے۔ ایبے!
موبیل ٹھایا ار چال پڑے۔
دس منٹ پیدل چالن کے بعد سَیدوآلے گھر آلی گلی میں جسےء بڑے۔ حاجی صاحب ایک بڈے سے ٹوٹے پھوٹے گھیر کا ہنی آنگلی کر کے بولے۔
جد ہندوستان سے آئے تو پہلاں ہم سندھ ما آئے ار پھیر مھارا بڈا ابابا خانو پورے کُنبے نے لے کے اِس گھیر میں آیا تھا۔ مھارے چاروں بابے نِپڑھو، باقر، خانو ار لیلے کی اولاد اورےء ڈٹی تھی۔ (گپی طبیعت کی وجہ سے بولدے گئے)
پھیر سندھ سے نیو آگے کہ مھاری لاٹاں جو اورے لِلکڑ آئی تھی۔
حاجی صاحب ایک دم رک گے۔ ار دھک دھولے ہو کے بولے یار یو تو سارا ء گر یا پڑیا سے۔ پھیر (بڑ بڑائے) منے بھی تو تیسیوں سال ء ہو گے اس موحلے میں بڑے۔
میں حاجی حاحب کی ہاں میں ہاں ملاندا گیا۔

اوتھے پہنچے تو سَید وآلا دومنزلہ گھر اُسا کا اُسا ء کھڑیا تھا جِسا کدے کِسے نے بنایا تھا بس رنگ پھِٹ گیا تھا ار اوپرلی منجل پہ بنے ڈیجائن کی لاکڑی دیمک نے چاٹ لی تھی۔

لاکڑی کا دس بارہ فُٹ اُوچا باہر آلا درواجا، جو اوپر جا کے گول ہو را تھا۔ اس کے کناریاں پہ چِٹے چُونے کی پٹّی میں سانپ ار باندر کے مونہہ آلے دیوی، دیوتاوں کی آدھ مِٹی (لیلے ار لال رنگ میں) مورتاں تھی۔ دہلیج میں دونوں کا ہنی بڑے بڑے آلے تھے۔ جن کے دو الے انھے رنگاں کی بیل بن ری تھی۔ درواجا آج بھی اتناء مجبوت تھا۔ چھوٹی چھوٹی پھٹیاں پہ موٹے موٹے پِتل کے کیل ٹھوک کے ڈیجائن بنا را کھے تھے دو سیر کی موٹی سانکل تھی۔ ار اس پہ ڈھائی سیر کا تالا اُس ٹیم مھاری چڑک کڈھا رہیا تھا۔

تالا دیکھ کے میں بولا حاجی صاحب! اورے تو ڈھائی سیر پکے کا تالا لاگ رہیا سے۔ ایب کے کراں؟

حاجی صاحب سوچ میں پڑ گے۔ (ار پھیر جَنا کچھ یاد آ یا تو بولے)۔

یو گیل آلا گھر مھارے کنبے کا ء سے۔

بھائی نیاموکا۔

اِن سے تالی پُوچھ لیاں۔

مِل گی تو ٹھیک۔ نھی تو باہر آلے درواجے کی ایک فوٹو کھیچ لیاں گے۔

(بُڑ بڑائے) سَید و کے بیرا کت بِگ گیا؟

منے حاجی صاحب کے کہن پہ گیل آلا درواجے کی سانکل بجائی۔ سَبھلیا ہو یا سا پرانی کچی لاکڑی کا درواجا۔ کئی ء جگہ سے ٹوٹ را تھا۔ اوپر کالا تیل مل راکھیا تھا۔ پچھواڑے میں ٹاٹ آلی بوری کا پردہ سیم کے لٹکا راکھیا تھا۔ دہلیج بھی اندر کا ہنی نیچی سی تھی۔

تیسر کے (جور سے) سانکل بجان پہ، اندر سے ایک کمجور سی زنانہ واج آئی۔

کون سے بھائی!

حاجی صاحب نے اپنا نام بتایا ار نیاموکا پوچھیا تو (اسکے گھر آلی) تائی کیجاں بولی۔ ''اندر آ جو۔''

ہم اندر بڑے تو تین چار مرلے کے اُس گھر میں سَجے پاسے نکر میں باڑی کی چھٹیاں پڑی تھی۔ جن پہ ایک بھوری سی مرغی شاید بول بول کے مھارا اوپر کرا کر ری تھی۔ لوے ء چکر میں ایک کھجی کے بان آلی ڈوہنگی سی کھاٹ پڑی تھی، جس کے پینڈ آلے کھبے پاوے گیل ایک مریل سی دیسی بکری باندھی ہوئی تھی۔ اوتھے اور کوئے کھاٹ ء نھی تھی۔ گھر میں ایک کھوٹھرا تھا۔ جس کے گیل، بنا کواڑ کی ایک ڈوہنگی سی رسوئی تھی۔ کالے دھوویں میں اٹی ہوئی 'اینٹاں پہ اینٹاں دھر کے، ایک بانس پہ کانے آن کا چھپر سا گیر راکھیا تھا۔ مھارے سے دیکھ کے جنا تائی کے تو ہاتھ پیر ء پھول گے۔ سوچدی ہونی کِت بٹھاوں؟ (شاید انکے گھر میں گھنی دیر بعد کوئی بٹیوو دِکھیا تھا)۔

اسے بکری بندھی کھاٹ پہ میلا سا دھولا کھیس گیرن لاگ گی۔

میں کدے حاجی صاحب کا ہنی ار کدے تائی کے کانبدے ہاتھاں کا ہنی دیکھ را تھا۔ حاجی صاحب نے بکری لوے کے چکر سے سوگ سی آئی۔ اس ماری ناک ار منہ پہ رومال دھر لیا۔ تو لی سے بولے۔ ناں بھابھی کیجاں!

بیٹھنا نہی سے۔

یو سیدو آلے گھر کی تالی پوچھوں تھا۔

جے تھارے پہ سے تو دے دیو۔ اندر کی فوٹو کھینچی تھی۔

تائی کیجاں بولی۔

''حاجی بھائی! یٖنھ سَیدُ و کے تو کد کے جا کے شہر میں بس گے۔ ار تالی

انھے ءپہ سے۔ پھیر (مڑی ہَس کے) بولی ’’بند گھر کی ماری ہم نے تو جِن بھوتاں کا بھی کہے ڈر ءرہ سے:۔

حاجی صاحب (جان چھڑاندے ہوئے) بولے۔ ’’بھائی نیا موکا کے حال سے؟۔‘‘

تائی (ٹھنڈا سانس لے کے) بولی۔ ’’چھ سال سے کھاٹ میں پڑیا سے کے حال ہونا سے بھائی؟‘‘

اِتنے میں کوٹھڑے میں ایک چھوری لِکڑی اور اس نے حاجی صاحب سے چاچا کہہ کے سلام کریا۔ حاجی صاحب نے سلام کا جواب دیا۔ سر پہ ہاتھ پھیر کے پوچھیا۔

’’یو چھوری کون سے؟‘‘

تائی کیجاں (منہ پہ جوٹھی سی ہانسی لیا کے) بولی! ’’بھائی! تیری بڑی بھتیجی بلقیس سے۔‘‘

ماں بر گے ءپرانے لتے آں میں، بڑی حیا سے لپٹی ہوئی، وا کوئی تیس بتیس سال کی چھوری تھی۔ جس کے بے رونق منہ، ار الجھے ہوئے بالاں میں تر دی چاندی دیکھ کے، منے فیصلہ کرن میں دِکت ہوری تھی کہ اِس نے چھوری سمجھوں یا بڑی عمر کی عورت۔

خیر تائی کیجاں پھیر بولی۔ ’’بھائی یو بلقیس سے۔ جد تھارے گھر آیا کردے تو یو گود میں تھی۔ بھوری سی۔ سال ڈیڑھ کی۔‘‘

حاجی صاحب (تیس برس پاچھے آلا کچھ یاد کر کے) بولے۔ ’’اچھا اچھا! یو وا سے جس نے میں دھولی کہیا کردا۔‘‘

(ساتھ ءبولے) ’’کِت بیاہی سے؟‘‘

تائی کیجاں (ٹھنڈا سا سانس بھر کے) بولی۔ ’’کیو کر بیاہندی بھائی؟ تھارا بھائی چھ سال سے کھاٹ میں ءپڑیا سے۔ ار ایک کِلے کے ٹھیکے کے سوا اور کوئی آمدن ءکونیا۔‘‘

چھورے آلے تو ایب موٹر سیئکل تک مانگیں سیں۔ مھاری تو گنجائش کونیا چھوری نے دو بسترے ار کھاٹ دین کی بھی۔ دوسری دو چھوری بھی جوان سیں۔ بس بھائی! اللہ کا ہنی ءدیکھ ری سوں۔‘‘

حاجی صاحب بولدے گئے۔ ’’یو دھولی میری ساجدہ گیل کھیلیا کرے تھی نہ۔

ساجو کے تو ماشاءاللہ تین بالک سیں۔ (حاجی صاحب نان سٹاپ بولدے گئے) ’’ساجو کا بڑلا چھورا تو اورے مھارے دھوری ءپڑھے سے چھٹی جماعت میں۔‘‘

حاجی صاحب تیج تیج بولدے بولدے یک دم کِسے ڈوہنگی سوچ میں چلے گئے (شاید اندازہ لا رہے ہوں کہ چھورا چھٹی میں سے تو گیارہ سال کا تو ہوگا ار اس چھوری کا ایبے بیاہ ءنھی ہوسکیا)

حاجی صاحب سوچ میں تھے ار تائی کیجاں بولی۔ ’’بھائی! بیٹھو۔ چاہ بنواوں سوں۔‘‘

حاجی صاحب کے مونہہ سے اوویں ء’’آں،، لکڑ گیا۔

تائی کیجاں چاہ بنان چال پڑی تو بلقیس آہستہ سے بولی ماں! کھانڈ تو سے ءنا۔

منے یو سنیا تو تولی سے کہہ دیا

تائی! پَھو [?] کی چاہ ءبنالیا

مھارے دونواں کے سوگر سے۔

تائی کیجاں نیو بڑبڑاندی ہوئی رسوئی کا ہنی چال پڑی۔

’’کِسی نامراد بماری سے یو سوگر بھی۔ نہ بالک دیکھدی نہ بڈھا ٹھیرا،،۔

تائی کیجاں کا ایک پیر ایبے رسوئی سے باہر ءتھا کہ کوٹھڑے کے اندر سے چھوٹی بیٹی کی گھٹی گھٹی واج آئی۔

ماں! دودھ تو باپ کی دوائی دین جوگا ءسے بس۔

اِس بَر شاید حاجی صاحب نے بھی سُن لیا۔

جھٹ تائی کیجاں سے بولے۔ ’’نہ بہن! چاہ رہن دے۔ منے نماج نے دیر ہوجے گی (اس وقت کِسے نماج کا ٹیم ءنھی تھا)۔‘‘

یو کہہ کے حاجی صاحب میرا ہاتھ پکڑ کے تولی تولی اوٹھے [?] سے لکڑ پڑے

منے پوچھیا حاجی صاحب واہ فوٹو نھی لینی سیدو آ لے گھر کے درواجے کی ؟

حاجی صاحب کچھ نہیں بولے

میں پھیر بولیا۔ ایبے تو وہابیاں کی عصر کی اجان کا ٹیم بھی کونیا ہویا جی۔

حاجی صاحب چُپکے سے تیج تیج ڈگ بھر دے، میرے اگے اگے چوک تک آ ئے۔ ار (پچھے نے مونہہ کر کے) بولے

''چھورا! تیں ایب گھر جا۔ میں دھک دھولا تھا کہ آج بر گے حاجی صاحب میں نے پہلاں نھی دیکھے تھے۔''

اُس دن کا حاجی صاحب کا رویہ دیکھ کے میں گھنی دیر لگ اچنبے میں رہیا۔ فیر سوچیا عصر کے ٹیم میجت میں بات کروں گا۔ منے دیکھیا تو ، عصر کے ٹیم میجت میں بھی حاجی صاحب کونی تھے۔ حالانکہ اگلی صف میں کئی برتو تکبیر بھی آپی ءکہویں تھے۔

خیر میں اِنھے سوچاں میں گُم میجت سے گھر کا ہنی آ رہیا تھا کہ حاجی صاحب کی کال آئی۔ ار نیو کہہ کے جلدی سے فون کاٹ دیا، کہ میرے لوے ایبے آ۔

میں سوچدا سوچدا گیا تو بیٹھک میں میٹھی چاہ میرے باٹ میں تھی۔ ار میرے پوچھن سے پہلاں ء حاجی صاحب نے بتایا کہ آج نماج بیٹھک میں پڑھ لی۔ (آج حاجی صاحب میں پہلاں جِسا کرنٹ کونی تھا)۔

میرے دماک میں ایک ءسوال تھا کہ اَدبد کے پہلی صف میں نماج پڑھن آلے حاجی صاحب نے آج کیوں بیٹھک میں نماج پڑھی تو اسکا جواب منے حاجی صاحب کی لال ہوئی انکھاں سے مِل گیا۔ میں بیٹھک میں آیا تو حاجی صاحب نے کچھ کاگج کاڈھے شاید وینھ اس سال کے حج آلے کاگج تھے۔ کٹھے کر کے جنا آخری بر دیکھے، پھیر (کاگچاں کا ہنی دیکھ کے) تھوڑا سا ہسے، پھیر اچھی طرح لال رسی گیل وینھ باندھے ار بیٹھک کی نگر میں پڑی لاکڑی کی الماری کے اوپر ، عین پیچھے کر کے ٹیک دِیے۔ ار ایک لال سا رجسٹر کاڈ کے لے آئے۔ روئی کے بھاء سے لے کے گھر میں برتن آلی سب ءچیجاں کی قیمت پُوچھی۔

میں (انداز ے گیل) بولدا گیا، وینھ لکھدے رہے۔

آخر میں موٹر سینکل کی قیمت بھی پوچھی تو میں سمجھ گیا کہ آج حاجی صاحب نے بیٹھک کے کواڑ موند کے کونسی نماج پڑھ لی۔

ٹوٹل کرن کے بعد اُٹھ کے چیک بک کاڈھی ، ایک چیک بھریا اور میرے سے بولے۔ تولی جا! ار پتہ کر کے آ بھابھی کیجاں نے بڑی چھوری کا کِتے رشتہ کر راکھیا سے کہ؟۔۔۔''

پندرہ دن بعد بلقیس کی برات آئی تو بالک چیلک مِلا کے کوئی سو مانس براتی ہونگے۔

حاجی صاحب نے اگے ہو کے آپ سِمند ملا وا آلا سوٹ دُلھے کے پھوپھے سے پکڑا یا۔

براتیاں نے روٹی کی بہت بڑائی کری۔ چھوری کے سمان میں موٹر سینکل ٹرک میں پاچھے سی ءدکھ رہیا تھا۔

برات واپس گئی۔ اچھی روٹی پکان کیوجہ سے حاجی صاحب نے نائی سے حساب کتاب فارغ کردے ٹیم دو ہزار انعام بھی دیا۔ میں بھی لوے ءکھڑیا تھا۔

حاجی صاحب کچھ عجیب سی خوشی میں بُڑ بڑا رے تھے۔ میر سے بولے چھورا!

ایب کے تو حج پندرہ دن میں ءہوگیا۔ ارلا گے قبول بھی ہوجے گا۔

(تھوڑی سی مُسکری گیل موڈھا بھیچ کے) بولے۔

ار ہاڈ گوڈے بھی ٹوٹن سے بچ گے

(مطلب سفر کی کھیچل سے بچ گے)

منے ہاں میں ہاں ملادی۔

اُن کا ہاتھ ایبے میرے موڈھے پہ ءتھا۔ بولے

بیٹا! اس طریقے تو میں اکیلا ایک بر میں دو حج بھی کر سکوں۔ میں بولیا حاجی صاحب میں سمجھیا نھی۔

تو (ہنس کے) بولے۔ ''جا بیٹا!، ار بھابھی کیجاں نہ کہہ دے ''اپنی چھوٹی دونوں بیٹیاں کا رشتہ تولی ٹوہ لے، منے اسے سال دو حج اور بھی کرنے سیں۔ پھیر جندگی کا کے بھروسہ؟۔''

☆☆☆☆

جت گئے بانیے

تحریر: ملک عالم گیر

آ ج کا بہت گھنی ترقی آ لا دور تے پہلاں رات سون تے پہلاں بڈے بزرگاں پے تے کوئی قصہ کہانی سننا اے بالکاں واسطے بڈی انٹر ٹینمنٹ ہو یا کرے تھی۔

میرا تعلق بھی اس آ خری نسل تے ہے جس نیں اپنے پڈیاں پے تے کوئی قصہ کہانی سن کے اے نیند آ یا کرے تھی۔

مہارے بزرگ ہم نے صرف جن بھوت اور پریاں کی کہانی اے نہیں بلکہ اپنے آپ گلے بیتے ہوئے قصے بھی سنایا کریں تھے۔ ان آپ بیتیاں میں سب تے گھنی ان کی ہجرت اور ہندوستان میں ان کے گزرے بکھت کی بات ہو یا کریں تھی۔ کیونکہ ان بزرگاں نیں 1947ء میں پاکستان ہجرت کرنی پڑی تھی۔ ان نیں اپنی آنکھیاں کے سامنے اپنے پیارے کٹدے دیکھے تھے۔ اور اپنا گھر بار کام کاروبار سب کچھ چھوڑ کے پاکستان آ نا پڑیا تھا اور نوا سِرا تے زندگی شروع کرنی پڑی تھی۔

توان باتاں کا ان کی زندگی پے بہت گھنا اثر تھا اور ویں اپنے پوتا پوتی اور دیوتا' دیوتیاں نیں پیں قصے یعنی اپنی آپ بیتی سناندے ریاں کریں تھے۔ بچپن میں میری دادی بھی منے روز راجہ رانی اور جن پریاں کی کہانی "آدمؑ اور حوا' ابراہیمؑ اور نمرود' موسیٰ اور فرعون اور پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی زندگی تے سچے اسلامی قصے اور اپنے ہندوستان کے گام' گھر ار کھیتاں کی بات سنایا کردی کہ کیو کر چنا ار باجرا کی فصل نیں ہرن مرگ' خرگوش اور موراں برگے پسو پنچھیاں تے بچان واسطے کھیتاں میں جونڈیاں پے چڈھ کے گوپھیے چلایا کریں تھے۔ (کھیت کے بیچ میں چار موٹے اور اونچے لاکڑ گاڈ کے ان پے گھاس پھوس' کانے اور لکڑاں کی چھات لا کے اونچی جگہ بنائی جا سئے جس پے چڈھ کے کھیت کی رکھوالی کری جے سئے اس نیں جونڈا کہیں سئیں۔ اور ایک موٹا کپڑا کا چھوٹا سا ٹکڑا کے دونوں سریاں پے موٹی موٹی دوری باندھی جیں سیں اور اس کپڑا کے بیچ میں ماٹی کے چھوٹے ڈلے یا گولی رکھ کے زور تے گھما کے ایک سِرا چھوڑ دیا جے سئے جس تے گھنی اے آواز گلے وا ماٹی کا گولا دور تک پھینکیا جا سکے سئے۔ اس نیں گوپھیہ کہیں سئیں) اور پھر سب کچھ چھوڑ کر چھاڈ کے پاکستان آ نا پڑیا ار کیو کر پہنچے' دادی بتاوے کہ ہندستان میں مہارا گام کا کرڈ تھا جو ضلع سنام اور تحصیل نروانہ میں پڑے تھا۔ ڈاکخانہ اچانا تھا ار نچار کھیڑا درو ہندکھیڑا' سربراہ' بھنجوری اور چھوٹا اچانا وغیرہ پڑوس کے گام تھے۔

کا کرڈ گام میں سب تے گھنے تو ہندو جاٹ تھے ار باہمیناں کے بھی گھنے اے گھر تھے' باقی جو بڑے چمار اور لوہار تھے۔

مسلمان تھوڑے تھے جن میں سب تے گھنے تو کمہار تھے باقی تیلی اور چھمبیاں کے کچھ گھر تھے دو چار گھر مراثیاں کے بھی تھے اور لوہار مسلماناں کا بھی ایک گھر تھا۔

لگ بھگ سارا اے گام کھیتی باڑی کرے تھا۔ مسلماناں میں تیلی اور چھمبیاں پے اچھی بھلی زمین تھی ار وینھ کھیتی اے کریں تھے باقی مسلمان بے زمین ہندواں کی طرحاں محنت مزدوری کر یا کریں تھے۔ سارا اے گام مل جل کے ریا کرے تھا کوئی فرق کونی تھا مہارا گھر کے دھورے سیو چند بانیا کی حویلی تھی ہم سارے بالک سارا دن حویلی میں کھیلدے ریا کریں تھے ویں کدے کسے بالک نیں کونی روکیں تھے۔ گلے اے منشی بانیا اور گدھیلا جاٹ کی دوکان تھی جس پے تک سودا سلف لیا کریں تھے۔ گلے اے فتح سنگھ اور چندگی کھاتی کے گھر تھے

۔چندگی کھاتی کے گھرآ لی بہت بھلی لگائی تھی پر اللہ نیں ان کے کوئے اولاد کونی دیئی تھی وا سارا دن منے کھلایا کرے تھی۔ مہارا گھر کے ڈونگر ذیلدار کی حویلی کی چھت پچھیت لاگے تھی۔

دھرما جاٹ، منشی، برسالا، منہیا، اور سیہ جاٹ کے گھر پڑوس میں تھے۔

سیہ جاٹ کی گھرآ لی لینا کی ماں بہت اچھی لگائی تھی، میرا بھائی عمر دین کی سگائی آلے آ گئے چھاتر گام نے تو وا سندیں آ دیسی گھی لے کے آئی کہ بٹیو وَ آ رے سئیں گھر میں پتہ نہیں گھر میں گھی پڑیا سئے کہ نہیں۔

دھرما جاٹ کی بیٹی بھاگاں اور ڈونگر ذیلدار کی بیٹی کیسرا اور کئی اے چھوری ہم ساری اے مل کے کھیلیں جایا کریں تھی سارا اے کچھ بہت اچھا تھا پھر ہندو مسلمان کی ہل چل ہون لاگ گی اور سنن لاگے بھی مسلمانان کا نیارا دیس بنے گا نیوں کونی میرا تھا کہ نیوں مارا کاٹ ہو جے گی اور ہم نے ہندستان تے جانا پڑے گا۔

پھیر پاکستان بن گیا اور شہراں میں بہت گھنی مارکاٹ شروع ہو گی۔ ہولی ہولی یا مارٹ شہراں تے گاماں تک ہوگی اور روز اے سنن لاگ گے آج وا گام کاٹ دیا آج وا گام پھوک دیا۔

کئی گاماں میں اتنی گھنی آگ لاگی کہ ڈونڈے مہارا گام تک دیکھیں تھے لوگ ذیلدار کی حویلی اردڑ پاں پے چڑ چڑ کے دیکھیا کریں تھے۔

حصار میں نیانا مسلمان جاٹاں کا گام تھا اس پے دھانسو کے بسونیاں نے چڑھائی کردی گلے اور گاماں کے ہندو بلا را کھے تھے، ان نیں سارا گام جلا دیا جو لوگ آگ تے باہر لکڑن لاگے ویں برچھی بھالیاں گلے کاٹ دیے۔

مہارا دھورے اے دنو دا گام پے چڑھائی ہوئی اوڑے تیلی، بلوچ 'لوہار اور میراثی مسلمان تھے گھکھر پے ایک تو کاٹ دیے تھوڑے بہت بچ کے پاکستان آ گئے کچھ اوڑے کے اے ہندواں نے بچالیے جن گلے ان کا اچھا آن جان ہووے گا۔ ویں آج بھی اوڑے اے سئیں رہیڑہ گام پے چڑھائی ہوئی' نیلیاں آلی کھیڑی پے چڑھائی ہوئی وا مسلمانان کا تگڑا گام تھا۔ تیلی مسلمان تھے ان نے توپ بنا را کھی تھی۔ بیشتر آ گا لیا ان نے دھیڑ کا پھیر بھی ان نیں گام چھوڑنا پڑیا اور پاکستان آنا پڑیا۔ موٹھ لوہاری پے دلی تک کے جاٹاں نیں چڑھائی کری روہتک کانی کنویں بھر گے لگایاں گلے جن نے عزت بچان واسطے کنویاں میں ڈانک مار مار کے جان دے دی۔ ماجرا گام میں میرا چاچا رہیا کرے تھا۔ میرا چاچا کی بیٹی اپنی بھابھی کا چھلا کران آ ری تھی اس کے آ کے بھی بالک ہون آ لا تھا' موٹھ لوہاری نے واپس آندے ہندوان کے گام میں پڑ گے' ان کے گھر میں آدمی تو کوئے پائے کونی ویں کھیتاں میں جارے تھے ویں دونوں نند بھابھی نیں گام تے باہر جو ہڑ پے لے گے پکڑ کے اور کپڑے پاڑ دے دونوں کے ار بولے ناچو سارا ماجرا گام کھڑیا دیکھے تھا پر کسے میں روکن کی جرآت کونی تھی پھیر ویں دونوں ماردی ان کے پیٹ میں تلوار ماری بالک باہر پڑے آ گے ایک نیں بالک بھالا پے ٹانگ دیے اور بولیا پہنچا دی ہیں گاڑی تو پاکستان۔

مہارا گام میں ایک آدمی اور لگائی آئے جنگل۔ پٹیالہ کانی کے ویں لوے ہی مہارا سارا گام کاٹ دیا ہم بچ کے بھاج آئے ہم نیں را کھ ہو کوئے پر کسے نیں کونی را کھے سارے ڈریں تھے نی کدے ہندو ہم نیں مار دیں ویں بچارے بِگ گے دو دن بعد ان دونواں کی لہاس متلوڈا کے ٹیباں میں پڑی پائی مار دیئے بچارے کسے نیں۔

مہارے گام آلیاں کا اللہ بھلا کرے مہارا گام بہت اچھا رہ گیا۔

مہارے تے کسے نیں کچھ نہیں کہیا بس دو لونگا ڈے چھورے تھے ایک جینکرن کا چھورا تھا جس کے ماں باپ مر لیئے تھے اور بہن بھائی کوئے تھا نہیں اس نے کوئے پوچھن آلا کونی تھا' پر دھرما جاٹ ایک بہت بھلا مانس تھا جد اس کے سامنے اس کے بیٹا نیں کہیا کہ مسلمانان نیں ماراں گے تو وہ بہت غصہ تے بولیا "تھم پاکستان کے سالے لاگو سو ، کل تک کونی مارے تھم نے مسلمان آج ان کا بھکت ڈِگ گیا تو تھم بد معاش بنو سو پیں سدا کے ارے اے تھے اور زیناں کے مالک ہیں خبردار رہیو کسے نیں کچھ غلط حرکت کری تو میرے تے بُرا کونی ہووے گا کوئے"

ایک منگل کانا بھی تھا وینھ کہندے پھریں تھے کہ ہم موٹھ لوہاری تے ایسی رانگڑی بہاواں گے جس کی گھٹی میں تے پانی چالدا دکھے گا ارگام آلے مسلمانان تے بھی نبڑلیاں گے ارفقیریا تیلی تے بھی نبڑاں گے (فقیریا تیلی دادی کا باپ تھا) دوسرا بولیا فقیریا تیلی تو بھلا مانس سئے (دادی کا باپ چھاڑے پھونکے کرے تھا تو سارا گام اس کی قدر کرے تھا) تو دوسرا بولیا فقیریا تیلی کا کے بھلا وا تو بکریاں کی نیرڑ گرک سی اڈا کے رکھ دے سئے (قربانی کے جانور ذبح کرے تھا وا) اسکا بھی علاج کروں گا"

مہارے گام میں دربار بھی تھے گھونگر بابا اور کلی گر بابا کے دربار گھونگر بابا زندہ دھرتی میں سمایا ہو یا تھا اور اس کے مزار پے بالو بانا کا ایک بابا مجاور تھا ایک دن اس نے سارا گام کی پنچائت بلائی اور کہیا کہ ارگام واسطے بابا کا ستر بسہ ہے کہ کاکڑ گام کا کوئے ہندو اپنے گام کے مسلمانان نیں کچھ نا کہوے' تا کسے مسلمانی گام پے چڑھائی کرن جاوے جے کِسے نے اِسا کچھ کریا تو وا خطا کھاوے گا اور گام کے مسلمانان واسطے سندیسہ سئے کہ گام کے مسلمانان میں پاکستان جانا پڑے گا اور ویں صحیح سلامت پاکستان پہنچیں گے اور ان کا کوئی نقصان کونی ہوئے بلکہ راہ میں بالک پیدا ہووے گا اور چاولاں آلی جگہ پے پہنچو گے"

سارا گام نے بابا کی بات دھیان سے سنی اور دل نے مان لی پرانی نیں منیاں نیں مذاق اڑایا دو چار دن بعد مومن کمہار کا چھورا ڈونگر ذیلدار کے کھیت میں گھاس پاڑ دا پھرے تھا۔ ڈونگر ذیلدار نیں دیکھیا کہ چنزا اورے کرن آلا چھورا بھی اوڑے اے پھریں تھے تو وا ذیلدار مومن آلا چھورا دھورا آیا اور بولیا جلدی سی گھراں بھاج جا کدے میں تیرا کوئے نقصان نا کردیں ڈونگر تو اس چھورا نیں سمجھان آ گیا تھا پاچھے سے اس کی بندوق چڑانے ٹھالی اور جے کرن آلا تے بولیا پا کیو کر جائے گی رئے

جے کرن آلا کہوے دھیان را کھیے اے کدے میرے اے ٹھوک دیے میرا تو کوئی بہن بھائی بھی کونی اور ارا تنے میں اے چھرا پے بندوق چل گی اور گولی سیدھی جے کرن آلا کے لاگ گی ذیلدار آواز سن کے گیا تو وا تڑپھن لاگ ریا تھا اس کے گام میں لے کے آئے اتنے میں وا مر لیا ذیلدار نے سوچیا جے تھانہ میں بتایا تو گام میں پولیس آوے گی اور گام کے مسلمانان کا پھیرا لاگ جے گا اور کوئے مسئلہ نا بن جے اس نے چترا کا بابو دھرما جاٹ کے 100 روپے جرمانہ کر کے چپ کر کے واٹو کن دے دیا۔ اس نے انت ٹھار کھی تھی وا مر گیا کرڑ کی گھانی اس کے بعد چترا کڑیاں چھاہل گیا اور دوبارہ گام میں کونی دیکھیا

کونسا سائیکل؟

لیکھک: اختر مرزا

مھارا خاندان انڈیا تے ہجرت کر کے شجاع آباد میں آ کے بسیا تھا کیونکہ زمین اُوڑے ء الاٹ ہوئی تھی۔ پھیر چناب میں سیلاب آیا تو پاݨی کی اُونچی لہر دیکھ کے سارے دھوڑے ہو لئے۔ کیوں جے جیند کے علاقے میں کوئے دریا ء کونی تھا۔ بس نہراں کا پاݨی لاگے تھا۔ سارے چاچے کہݨ لاگے اک اُورے تو ہر سال پاݨی آوے گا تو کڑیاں اور چالو۔ ار نیوں مھارا خاندان خانپور میں آ کے بس گیا۔

منے ہوش سمبھالیا تو گھر میں کل پانچ جݨے تھے۔ ماں، باپ، دو باہݨ ار ایک میں۔ میں سب تے چھوٹا ار گھر میں کلّا چھورا تھا۔ ایک باہݨ جو میرے تے 18 سال بڈی تھی۔ اسکا بیاہ ہو لیا تھا۔ ایک میرے تے بڈی گھراں ہویا کرے تھی۔ اُوں تو ہم آٹھ باہݨ بھائی تھے۔ پر لاہور کیمپ میں ایک باہݨ ار ایک بھائی فوت ہو گے۔ باقی بعد میں بیمار ہو کے اللہ نیں پیارے ہو گے۔ جد میں پانچویں جماعت میں پڑھوں تھا تو اس کا بی بیاہ ہو گیا۔ ایب گھر میں بس تین جݨے رہ گئے۔ والد سیرے ء اپنے کام پے بِگ جاندے تو گھر مینھ، میں ار میری ماں کَلے رہ جاندے۔ میں سکول تے آندا تو روٹی کھا کے ماں گیلیاں بیٹھ جاندا۔ کلّا بیٹا ہوݨ کے ناتے میرا بڈا خیال راکھیا جاندا۔ باہر بیلیاں گیلے جاݨ کی اجازت کونی تھی۔ سات گھراں کا بیڑا تھا۔ بیچ مینھ سب کا سانجھا بیڑا تھا۔ بس اُوڑے ء سارے گھراں کے بالک کھیل لیا کردے۔ سردیاں کی دھوپ میں چھٹی آلے دن میں ماں دھورے بیٹھ جاندا۔ وا چرکھا کاتدے ہوئے منے گیت سناندی جاندی۔ نیوں میں بچپن تے ء ہریاݨوی گیت سݨدا آیا ہوں۔ ار وینھ گیت ایب تائیں میرے دل ار زبان پے موجود ہیں۔ میری ماں ہر قسم کے گیت سݨایا کردی۔ شادی بیاہ کے بی ار بھات کے بی۔ جلڑی کے۔

جد بھات کے گیت گاندی تو روݨ لاگ جاندی کیوں جے میرا ماما منے نی دیکھیا کہ کدے زیادہ دن میری ماں گیلیاں بولدا رہیا ہو۔ کدے منے بھتاندی کے یہنھ گیت ہم کنویں پے پاݨی بھرݨ جاندے ہوئے گایا کردے۔

کدے کدے ماں اپنی سہیلیاں کا ذکر بی کریا کردی۔ ار پھیر انھاں نے یاد کر کے روݨ لاگ جاندی۔

"تیرے باپ تے کئی سال کی کہوں ہو کہ ایک بریاں دکھا لیا۔ بس ایک بریاں۔ پر ماندا ء کونی۔" ماں میرے تئیں باپ کا گلِا کردے ہوئے کہندی۔

میں پوچھدا۔ "اماں! کِسا تھا اپݨا گام؟ گھر کِسا تھا۔ کس طراں رہیا کردے۔"

بس میرے پوچھݨ کی دیر ہوندی ار ماں پھیر سارے قصّے سݨاݨ لاگ جاندی۔ سیرے اٹھݨ تے لے کے رات نیں سوݨ تک کا حال۔ کھیت میں روٹی لے کے جاݨ تے کٹک ار چنے کاٹݨ تک۔ پھیر ڈانگراں کا نیار کاٹ کے لیاݨ تے دودھ بلوݨ تک۔ ماں کی باتاں سݨ سݨ کے ایک تو سارے خیالات میرے ذہن مینھ پکے ہو گے ار دوسرا ایک فلم سی دماغ میں چالݨ لاگ گی۔

میں نیوں سوچݨ لاگ گیا اک میری ماں جو انڈیا کے گام نیں یاد کر کر کے رووے ہے تو ایسا کِسا گام تھا۔ کِسے لوگ تھے۔ اُورے پاکستان مینھ رَب نیں ساری سہولت دے راکھی سے ۔ پھیر بی ماں ہندستان کے گام نیں یاد کر کے رووے ہے۔ جڑے تئیں میرے باپ کا تعلق تھا۔ تو اس کے آگے بولݨ کا حونسلہ تو میرے سارے چاچیاں نیں بی کونی تھا۔ وجہ یا تھی اک میرا باپ سارے خاندان میں سب تے بڈا تھا ار زیادہ لامبی بات نئیں کریا کردا۔ میرے چاچے ار چاچی اس کے سامݨے نیوں چپ ہو جیا کردے جݨوں کوئے عدالت لاگ ری ہو ار بولݨ پے توہین عدالت لاگ جے گی۔

بکھت گزردا رہیا۔ ماں 1984ء میں کینسر کی بیماری تے لڑدی ہوئی جان تے گئی پر مݨئ گھݨی ء دعا دے کے گئی۔ 1981ء میں میرا بی بیاہ ہو گیا ار دو بالک بی ہو لئے۔ ابب والد صاحب گیلیاں کچھ گھر کے معاملات پے بات چیت ہوݨ لاگی تھی۔ ایک دن وینھ موڈ میں تھے۔ تو مݨئ پوچھ لیا۔

"ابا ! ایسا کے تھا کہ میری ماں تنئ نیوں کہندی مر گی اک ایک بریاں ہندستان دکھا لیا۔ ار توں ناٹ جیا کرے تھا۔ یا پھیر چپ کر جیا کرے تھا۔ کے تنئ اپݨا گھر ار یار بیلی یاد کونی آندے؟"

کچھ دیر چپ رہݨ کے بعد وینھ نیوں بولے۔ "بیٹا۔ کے پوچھے سے۔ سب کچھ یاد آوے سے۔ بھلا نیوں بی ہو سکے سے اک کوئے اُس گام ۔ گلیاں ۔ کھیت، یار بیلی ار بزرگاں نیں بھول جے جَڑے اُو پیدا ہویا ہو۔ مݨئ بی سب کچھ یاد آوے ہے۔ بچپن تے لے کے پاکستان آݨ تک سب کچھ آنکھیاں آگے گھومے سے۔" وینھ کچھ اداس ہو گے۔ پھیر کچھ اور یاد کردے ہوئے بولے۔" اپݨے گام کے نیڑے اک بیڑ ہویا کردا۔ اس مینھ باندر بوہت ء گھݨے ہویا کردے۔ بڈے، چھوٹے، باندراں کے جماں چھوٹے بالک۔ یہنھ باندر گھراں مینھ آ کے مھاری روٹی ار باسݨ ٹھا کے لے جا کردے۔ پر کوئے انہاں نیں کچھ بی نئیں کہیا کردا۔"

"اپݨے گام کے کھیتاں میں شام کے بکھت موراں کی ڈار پھیرا کردی۔ ار سبیرے سبیرے موراں کی آواج گیلیاں آنکھ کھلیا کردی۔ جِب ایک ء کھیت مینھ آٹھ دس مور اپݨے چندے آٹے پر کھول کے کھڑے ہویا کردے تو گھݨے ء سوہݨے لاگیا کردے۔" یہنھ ساری بات سݨ کے مݨئ یو اندازہ لایا اک ابّ کے اپݨے گام کی ساری بات یاد سیں ار بس مھارے سامݨے کونی گھݨی یاد کردے۔

مݨئ کہیا۔"پھر کے بات ہوئی کہ کدے بی جاݨ کے نام پے ہاں نی کری۔ " ایک بات یا بی تھی کہ جد کدے موڈ میں ہوندے تو اپݨی جوانی کے قصے، یاراں کی محفل، میلے کا ذکر۔ شہر میں جاٹا ار اپنے گام کے دوست رام لعل جو کہ اس بکھت نیب تصیلدار ہویا کرے تھا۔ اُن سب کی بات بھتایا کرے تھا۔

"اپݨا گام شہر تے 4 کوس دور تھا۔جاٹاں کا گام تھا۔ مسلماناں کے 8 گھر تھے۔ کوئے مسلہ ، لڑائی جھگڑا نی تھا۔ سارے بھائیاں کی ڈھال رہیا کردے۔ جَما پڑھیا لکھیا گام۔ مھارے گام میں تے فوج میں بی تھے۔ میرا ایک دوست جے لعل کپتان تھا۔ رام لعل نیب تصیلدار تھا۔ گام میں بس دو

سائیکل تھے۔ ایک میرے پے اَر ایک رام لعل پے۔ ایک دن رام لعل سبیرے سبیرے گھر کے بارنےؔ پے آ کے بولیا۔

بیٹا جما لو! آج بیرانی میرے سائیکل کے، کے آگ لاگ گی۔ منےؔ تصیل جاتا سے۔ اپٹا سائیکل دے دے۔"

میں بولیا۔ "کوئے بات نی تاؤ۔ لے جیا"۔

شام نیں دیکھوں تو تاؤ رام لعل سائیکل نیں ہاتھ گیلیاں کھینچدا ہویا آیا۔ کہنٹ لاگیا۔ "بھائی۔ کے بیرا تیرے آنٹے کے بی کچھ ہوگیا۔ ٹک ٹک کی واج آوے سے۔ میں تو آدھا رستہ پیدل آیا سوں۔ منےؔ دیکھیا تو سائیکل کے ماڈی گاڈیں ایک لاکڑی کا ٹکڑا پھنس رہیا تھا جو تاڑیاں کے لاگے تھا۔ بس اس واج کی وجہ تے تاؤ پیدل آیا۔

پھیر نیوں ہوا اَک پاکستان بنٹ کی کھبراں آنٹ لاگ گی۔ جیند شہر میں جاندے تو لوگ بات کردے پاندے اَک مسلماناں کھاتر ایک نیارا دیش بنےؔ گا۔ سارے مسلمان اُوڑے بِگ جیں گے۔ کچھ لوگ ڈر گے۔ کچھ خوش ہو گے۔ منےؔ گھراں اپٹی ماں گیلے بات کری۔ پھیر چاچے بخشی، سلیمان ار لکھی تے بی پوچھیا۔ سارے کہنٹ لاگے دیکھاں گے۔ ایبے تو اُورے ء بیٹھے ساں۔

ایک دن گام کا نمبردار تاؤ ستےؔ وان میرے دھورے آیا۔ ار بولیا۔ "بیٹا! سانجھ نیں میرے دھورے آئیو۔"

سانجھ نیں میں، چاچا بخشی، سلیمان، لکھی، چاچے کا بیٹا منشی ار علی محمد، ہم سارے تاؤ ستےؔ وان کے گھراں گئے۔ تاؤ ڈیڑھی میں کھاٹ پے حوکا بھریں بیٹھیا تھا۔ تاؤ گلے رام لعل، جے کشن، چاچا رلدو ار ہم بی جا کے دوسرے کھاٹاں پے بیٹھ گے۔ تاؤ ستےؔ وان کہنٹ لاگیا۔ کیوں بیٹا! کے کہو سو تھامے؟ پاکستان بنٹ گیا تو جاؤ گے اَک اُورے ء رہو گے۔

چاچا لکھی بولیا۔ "ہم کڑے جاواں گے۔ اپنٹے گھر، کھیت، ڈانگراں نیں چھوڑ کے۔ ہم تو کونی جاندے۔"

میں بولیا۔ "تاؤ! کدے جی کرے سے اَک رہ جیاں۔ کدے سوچاں ساں اَک اورے مھارے گلے کی ہووے گا۔ سنٹ میں آوے سے اَک ہندو کہویں سیں۔ پاکستان بنٹ کے بعد مسلماناں کا کے کام ہندستان میں۔ انہاں نیں اپٹا نیارا دیش بٹوا لیا تو پھیر جاویں اوڑے۔ ار دیکھا گے کس طراں جاویں گے۔"

تھوڑی دیر سارے جنٹے چپ رہیے۔ پھیر تاؤ ستےؔ وان بولیا۔ "دیکھو بھئی۔ کڑیاں جانٹ کی جرورت کونی۔ یو تھارا بی اتناء گام سے جتنا مھارا۔ تھامے جمّا بے فکر ہو کے رہو۔ کوئے تھم نیں کچھ نی کہوے گا۔ ار جرّے تئیں رہ گی بات کسے کے کچھ کہنٹ کی۔ تو میں دیکھوں گا۔ کونٹ آوے گا اس گام میں۔ ہم نیں ساریاں نیں رل کے یُو پھیصلہ کریا سے اَک مھارے گام کے مسلمان مھارے دھورے ء رہویں گے۔"

ہم سارے جنٹے واپس آندے ہوئے آپس میں بتلاندے آئے کہ ایب بھتاؤ، کے کرٹا سے۔ چاچا لکھی تو پہلاں ء جانٹ پے راجی کونی تھا۔ ار ایب ہندو جاٹاں کی بات سنٹ کے باقی بی کہنٹ لاگے کہ ٹھیک سے۔ اُورے ء رہواں گے۔

اَر آکھر پاکستان بنٹ گیا۔ آسے پاسے کے گاماں ار شہراں تے مارکاٹ کی کھبراں آنٹ لاگ گی۔ روج ء کسے ناں کسے گام پے

ہندواں کی چڑھائی کی کھبر آندی اربیرا پاٹدا اَک کتنے مسلمان مارے گئے۔ دل میں ایک بھے بیٹھ گیا تھا۔ کھانڑ پینڑ نیں جی کونی کرے تھا۔ گھر کی لوگائیاں آگے تو حونسلے گلّے رہواں تھے۔ پر باہر لکڑدے ہووے جی کھراب ہووے تھا۔ موٹھ لوہاری پے چڑھائی کی کھبر آئی۔ گھنٹے ء مانس، لوگائی ار بالک کاٹ کے گیر دیئے۔ ہندو بلوائیاں پے ٹوکے، تلوار، گینتی، کُہاڑی ار گنڈاس ہویا کردے ار جو بی مسلمان سیامی آندا، مار دیندے۔

ہم نیں بی سنّیا اَک مھارے گام پے بی چڑھائی ہووے گی۔ ایک دن شام کے بکھت تاؤ ستےّ وان نیں ہم بلائے ار نیوں بولیا۔ "بھائیو! تھام اپنٹے سارے گھراں کے بالکاں نیں لے کے میرے گھر میں آ جو۔ میں دیکھوں گا کونڑ تھام نیں کاٹنڑ آوے گا۔ جو بی آوے کا پہلاں ہم نیں مارے گا پھیر تھارے دھورے پہنچے گا۔"

اور بی گام کے ہندو جاٹ بیٹھے تھے۔ وینھ بی نیوں ء بولے۔ ہم نیں مَڑا سا حونسلہ ہویا۔ ار ہم 8 گھراں کے سارے جنٹے، لوگائی، بالک، مرد، سارے تاؤ ستےّ وان کے گھر میں آ گے۔ ان کے گھراں ہم پندرہ بیس دن رہے۔ پر مھارے گام کانی کوئے ہندو جتھہ مار کاٹ واسطے کونی آیا۔

نیوں ء دن گذردے گئے۔ ہم بھی مارکاٹ نیں بھول کے اپ اپنٹے کاماں میں لاگ گے۔ منشی ریلوے میں نوکری کریا کردا۔ او بی واپس ڈیوٹی پے بِگ گیا۔ چنٹے کی فصل تیار کھڑی تھی۔ ہم نیں واکاٹی۔ اس برس چنٹے بی بڈے جور کے ہوئے تھے۔ ان باتاں نیں چھ میھنے گذر گے۔ امن چین ہو گیا۔

ایک دن کشن، جو ٹسا میری ء عمر کا تھا ار مھاری اچھی دوستی تھی۔ سبیرے سبیرے میرے دھورے آیا۔ ار بولیا۔ "جمالو، اپٹا سائیکل دے۔ منے جیند جاٹا ہے۔ جروری کام سے۔"

منےّ سائیکل دے دیا۔ کئی لوگ لے جایا کردے۔ کیونکہ گام میں بس دو۔ تین سائیکل تھے۔ کام کردے کردے دن گذر گیا۔ شام ہوگی پر کشن نئیں آیا سائیکل لے کے۔ منےّ نیوں سمجھیا اَک دیر تے آیا ہوگا۔ اس واسطے سائیکل دینٹ کونی آیا۔ میں سبیرے سبیرے اُٹھ کے اس کے گھراں گیا۔ اُو ڈانگراں نیں نیار گیر کے اندر کو ٹھڑے کانی جاوے تھا۔

منےّ کہیا۔ "کشن۔ دیر تے آیا تھا کہ رات۔ سائیکل کونی دینٹ آیا۔ منےّ بی جیند جاٹا سے، لیا سائیکل دے دے۔"

"کونسا سائیکل، کس کا سائیکل۔ سائیکل تو میرا سے توں کے لاگے سے سائیکل کا۔ جا، جا کے اپٹا کام کر۔" کشن بولیا۔

میرا اوپر کا سانس اوپر۔ تلے کا تلے۔ پیر دھرتی میں گڈ گے۔ "یا میرے رب، یو کے کہانٹی ہوئی۔"

کشن بولیا۔ "اورے رہنٹا سے تو اسے طراں رہنٹا پڑے گا۔ نئیں تو جاؤ اپنٹے پاکستان میں۔"

میں پچھے پیریں واپس آیا۔ ماں تے کہیا۔ سامان باندھ لیو۔ آپاں ایب اورے کونی رہواں۔ اپنٹے دن پورے ہو لئے۔ شام نیں دوسرے بھائیاں ار چاچیاں گیلے صلاح کری۔ ان تے حالات بھتائے۔ چاچا لکھی تو پھیر بی کونی مانیا پر اسکے تین بیٹے ار میرے چاچی کہنٹ لاگی۔ ہم چالاں گے۔ ہم بڈی مشکل تے لکھ کے حصار آلے کیمپ میں آ کے بڑے۔ دس دن بعد حصار تے ایک گاڈی لاہور لے آئی۔

"تو بیٹا۔ یا کہانٹی سے ساری۔ میرا اس ایک بات تے اتنا دل پھریا اَک ایب نئیں رہنٹا اُورے۔ پر میں شکر کروں ہوں سوہنٹے رب کا اَک آج ہم آزاد ہاں۔ خوش ہاں۔

بھنور؟

انیلہ راؤ

''یار تم آخر کب سمجھو گی مجھے اور میرے طریقہ کار کو۔اب تو ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے ہماری شادی کو۔اب تم نابالغ ناسمجھ لڑکی نہیں رہی کہ تمہیں ہر بات سمجھائی جائے۔اب تو ایک میچور عورت بن چکی ہو میں آخر کب تک تمہارا انتظار کروں''

ابراہیم نے قدرے تلخ لہجے اور اونچی آواز میں بات شروع کی تھی ۔ابراہیم کے اس انداز پر نایاب تھوڑا چونکی تھی وہ اپنی جیولری اتارتے ہوئے اب ابراہیم کو ہی خاموشی سے سُن رہی تھی۔ یہ سب کوئی پہلی دفعہ نہیں ہو رہا تھا اس لیئے نایاب بھی بہت پریشان دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

یہ دونوں ابھی ایک برتھ ڈے پارٹی سے واپس آئے تھے ابراہیم کے دوست کی بیٹی کی برتھ ڈے پارٹی تھی اور ابراہیم نے حسبِ معمول گھر آتے ہی نایاب پر چڑھائی کر دی تھی ۔ نایاب جو کہ انتہائی خاموش طبع خاتون تھی ابراہیم کی باتوں کو اپنے اندر جذب کر لیا کرتی تھی ۔آج بھی نایاب نے خلاف توقع کوئی بات نہ کی تھی سوائے یہ کہنے کہ اچھا ابراہیم آئندہ کوشش کروں گی آپ توقع پر پورا اترنے کی۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ تم تو اس طرح معصوم بن کر جواب دے رہی ہو جیسے میں ہی غلط ہوں تم پر ظلم کر رہا ہوں،،

ابراہیم نے دبی برہم لہجہ اپنایا ہوا تھا۔

نایاب جو کہ بہت وضع دار گھرانے سے تعلق رکھتی تھی لہجہ اور آواز میں شائستگی کا خیال رکھتے ہوئے صرف یہی کہہ سکی۔

''نہیں ابراہیم میں شرمندہ ہوں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ کر رہی ہوں،،

ابراہیم جو پہلے ہی بہت غصہ میں تھا اس کے اس قدر نارمل رویے پر جیسے طلملا رہا تھا اور کمرے کا دروازہ زور سے بند کرتے ہوئے کمرے سے باہر جا چکا تھا۔

نایاب اپنے نائٹ ڈریس میں اپنے بستر پر نیم دراز لیٹے ہوئے سوچ رہی تھی کہ خدایا آخر مجھ میں کیا کمی ہے؟ کیوں نہیں چاہ کر بھی وہ ابراہیم کے طے کردہ پیمانے پر پوری اترتی ۔ ہر بار ابراہیم کو اس سے شکایت کیوں ہو جاتی ہے۔

وہ لیٹ کر آج کی پارٹی میں ہونے والے تمام واقعات کو ناقدانہ جائزہ لے رہی تھی کہ آخر اس نے کیا کیا ہے ایسا جس پر ابراہیم اتنے برہم ہوئے ہیں۔ بہت دیر سوچنے کے بعد اسے اندازہ ہوا کہ اس نے مسز دانش جس کی بیٹی کی سالگرہ تھی اسے صرف یہ کہا تھا کہ جی ابراہیم ہی سستی کرتے ہیں آنے جانے میں مجھے تو کبھی کوئی مسئلہ نہیں ہوتا اور یہی بات مسز دانش نے ابراہیم سے کہی تھی کہ بھابھی نے آپ کی شکایت کی ہے۔

اس وقت تو ابراہیم نے ہنسی میں بات ٹال دی لیکن سارے راستے اور پھر گھر میں آتے ہی نایاب پر اپنی پوری ناراضگی کا اظہار کر دیا۔

ابراہیم نہ جانے کیوں اپنی کوئی بھی بات کسی کے منہ سے سننا برداشت نہیں کرتا تھا۔اس کی وجہ اس کی شخصیت میں جھول تھا یا کوئی اور کمی۔ابراہیم نایاب پر جان بوجھ کر رعب ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔خوامخواہ اس کی مکمل شخصیت کو نامکمل ثابت کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا نایاب کو یہ بات بہت کھٹکتی تھی ۔لیکن اپنی خصوصی عادت کی بناء پر ابراہیم کو ٹوک نہیں پاتی تھی معاملہ نہ بڑھے اس کی بات کو من و من قبول کر لیتی تھی۔

نایاب ایک نہایت سلجھی ہوئی اور خوبصورت لڑکی تھی۔جب اس کی شادی ابراہیم سے ہوئی تب ابراہیم ایک معمولی نوکری کر رہا تھا

۔نایاب کا تعلق قدرے امیر گھر سے تھا جب شادی ہو کر وہ ابراہیم کے گھر آئی تھی تب ان کے گھر عام آسائش زندگی بھی مکمل نہیں تھی نایاب کا جہیز بہت زیادہ تھا تو تقریباً ہی اس کی چیزوں سے گھر کو آراستہ کیا تھا

۔

ابراہیم اس کلاس ڈیفرینس کو ہمیشہ اپنے اوپر طاری رکھتا تھا۔لیکن کہیں نایاب اسے اس بات کا احساس نہ دلا دے وہ اس سے پہلے ہی اس کی ہر چیز کی برائی کر دیتا اور پھر اسے استعمال بھی کر لیتا نایاب اس کی اس نفسیات کو سمجھنے کی وجہ سے اس کی ہاں میں ہاں دلا دیا کرتی تھی کہ چلو اگر وہ اپنے اس کمپلیکس کو یوں ختم کرنا چاہتا ہے تو کوئی بات نہیں

لیکن اب ابراہیم کی عادت ہی بن گئی تھی کہ ہر بات پر نایاب کو نا سمجھ اور برا بھلا کہنا اور اب جبکہ ابراہیم ایک اچھی پوسٹ پر پرموشن لے چکا تھا اور اس کا لیونگ سٹائل نایاب کے گھر والوں کے برابر نہ سہی لیکن بہتر ہو گیا تھا اب بھی وہ کمپلیکس میں ہی تھا۔وہ وقت کے ساتھ یہ کمپلیکس احساس برتری کی طرف جا رہا تھا۔

نایاب دن بہ دن اس رویے سے پریشان رہنے لگی تھی۔آج کے رویے نے بھی نایاب کو پریشان ہی کیا تھا۔

زوردار دروازے کی بند ہونے کی آواز نے نایاب کو اٹھایا تھا اس نے اردگرد دیکھا تو ابراہیم بستر پر نہیں تھا وہ جھٹکے سے بستر سے اتری اور اگلے ہی لمحے دروازے سے باہر کھڑی تھی۔ابراہیم ناشتہ کے ٹیبل پر بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا نایاب کو پتہ ہی نہیں چلا کہ کب اس کی سوچتے سوچتے آنکھ لگ گئی اس ابراہیم کو صبح کا سلام کیا اور ساتھ ہی ٹیبل پر بیٹھ گئی۔

ابراہیم جو کہ رات سے ہی بگڑا ہوا تھا اسے یوں ٹیبل پر بیٹھا دیکھ کر مزید بگڑا تھا ''یہ کیا طریقہ ہے نایاب ،تم نائٹ سوٹ میں آ کر ٹیبل پر براجمان ہو گئی ہو آخر کب تک تمہیں سمجھاؤں،،

نایاب گڑبڑائی تھی وہ واقعی ہی چینج کرنا بھول گئی تھی۔ابراہیم کے غصے نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو جیسے ماؤف کر دیا تھا۔

''اوہ سوری سوری،،اور الٹے پیر ہی کمرے میں واپس چلی گئی تھی۔

''بی بی جی ناشتہ بنا دوں آپ کا،،کمرے کے دروازے پر دستک کے ساتھ ہی بخشو نے آواز لگائی تھی۔

''جی جی چاچا میں آئی،،نایاب یہ کہتے ہی دروازے سے برآمد ہوئی تھی۔

''صاحب کہاں گئے،،

''بی بی جی وہ تو چلے گئے،،

ان دو جملوں کے تبادلے کے بعد نایاب پھر سے کمرے میں گئی تھی جیسے کوئی ضروری کام یاد آ یا ہو۔

''چاچا،،آپ جلدی سے ابراہیم کے آفس یہ فائل دے کر آئیں بہت ضروری فائل ہے کہا تھا یاد کروا دینا۔لیکن میں بھی بھلکڑ۔،،

اس نے فائل چاچا کے ہاتھ تھمائی تھی۔

بخشو بھی ابراہیم کے غصے سے واقف تھا اس لیئے جلدی نکل گیا۔

نایاب ابھی ناشتہ بنا کر ٹیبل پر لے کر ہی بیٹھی تھی کے ڈور بیل بجی تھی اس نے آواز لگائی آ جائیں۔بخشو چاچا دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہوا تھا ۔نایاب ناشتہ کرنے میں مصروف تھی اس نے غور ہی نہ کیا کہ کون آیا ہے؟

''نایاب،،

اس آواز نے جیسے نایاب کے پاؤں تلے سے زمین کھینچ لی تھی۔وہ اس آواز کو کبھی بھی نہیں بھول سکتی تھی۔اس آواز کی گرج سے اس کے کان ہمیشہ سے مانوس رہے تھے اس نے مڑ کر دیکھا تو سامنے موسیٰ تھا۔

''موسیٰ تم ؟،،

موسیٰ نایاب کا چاچا کا بیٹا تھا۔ دونوں ایک ساتھ پلے بڑھے تھے عبدالکریم صاحب کا چھوٹا بیٹا موسیٰ پورے خاندان کی جان تھا اور نایاب عبدالعزیز کی چار بیٹیوں میں سب سے چھوٹی تھی۔ عبدالعزیز کے ہاں صرف بیٹیوں کی پیدائش کی وجہ سے عبدالعزیز نے بیٹے کی خواہش میں دوسری شادی بھی کی تھی۔ لیکن اللہ نے انہیں بیٹا نہ نوازا کیا وجہ تھی کہ عبدالکریم کے ہاں ہونے والا بیٹا پورے خاندان کی آنکھ کا تارا تھا۔ خود عبدالعزیز صاحب بھی موسیٰ سے اتنا ہی پیار کرتے تھے جتنا وہ شاید اپنے سگے بیٹے سے کرتے۔

نایاب کی باقی تین بہنیں بھی ہر وقت موسیٰ موسیٰ کرتی تھیں۔ نایاب چونکہ موسیٰ سے ایک سال چھوٹی تھی تو موسیٰ کے نازنخرے باقیوں کی طرح اٹھانے کی بجائے موسیٰ پر نخرے کیا کرتی تھی اور موسیٰ بھی بچپن سے نایاب کا بہت خیال رکھتا تھا۔

دونوں ایک ہی سکول میں پڑھے تھے۔ پھر ایک ہی کالج اس کے بعد موسیٰ انجینئرنگ کیلئے آسٹریلیا چلا گیا اور نایاب نے اپنی یونیورسٹی کا سفر اکیلے ہی طے کیا تھا۔ لیکن موسیٰ سے گپ شپ نایاب کی ہوتی ہی رہتی تھی نایاب ہر روز یونیورسٹی کی ساری کہانی موسیٰ کو سناتی اور موسیٰ بھی کسی پرانی سہیلی کی طرح نایاب سے سارے راز و نیاز کیا کرتا تھا۔

''نایاب یہ زین کون ہے؟،، موسیٰ نے پوچھا تھا۔

اس سوال سے زیادہ وہ موسیٰ کی گرج دار آواز سن کر ڈری تھی۔

''میں پوچھ رہا ہوں یہ زین کون ہے؟،،

موسیٰ نے آسٹریلیا سے ہی کال کی تھی اور نایاب ابھی یونیورسٹی سے آئی ہی تھی کہ موسیٰ کا فون آیا تھا۔

''جی،، نایاب نے بڑی مشکل سے گلے سے آواز نکالی تھی۔

''کیا مطلب جی،،؟

تم نہیں جانتی اِسے؟

''جانتی ہوں،، نایاب کی آواز اندھی تھی۔

''تو اتنی انجان کیوں بن رہی ہو۔ میری بات کا جواب دو،، موسیٰ ایک بار پھر گرجا تھا۔

''میرا کلاس فیلو ہے،،۔ نایاب نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

''کیا تعلق ہے تمہارا اس سے،، موسیٰ نے قدرے ہلکی آواز میں بولا تھا۔

''کوئی تعلق نہیں،، نایاب نے جواب دیا۔

''تو وہ آج گھر تک کیسے آیا،، موسیٰ نے اب کے تھوڑا آرام سے پوچھا تھا کون گھر آیا تھا؟ نایاب چونکی تھی۔

''زین عباس،، تمہارا رشتہ لے کر آیا تھا اپنے ماں باپ کے ساتھ اور کہتا ہے کہ میں پسند کرتا ہوں،، موسیٰ نے ساری بات صاف بتا دی تھی۔

نہیں وہ میرا کلاس فیلو ضرور ہے لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ نایاب نے بھی اب کے تسلی سے جواب دیا تھا۔

''اماں کا فون آیا تھا میرے پاس کہ تم نایاب سے پوچھو کہ یہ لڑکا کون ہے اور کیا واقعی ہی کوئی بات ہے تو ہمیں کھل کر بتاؤ،،۔ موسیٰ نے مزید تفصیل دی تھی۔

عبدالکریم اور عبدالعزیز صاحب بہت کھلے دل کے تھے۔ ان کے لیئے یہ بات قابل اعتراض نہ تھی اگر لڑکا پسند کرتا ہے لڑکی کو تو رشتہ بھیجنا مناسب بات ہے وہ مطمئن تھے اس بات پر اور باقی گھر والے بھی لیکن اگر کوئی پریشان تھا تو وہ موسیٰ تھا۔

اور یہ بات ابھی بھی نہ کھلتی اگر موسیٰ اب اپنے غصے کا اظہار نہ صرف نایاب کے سامنے نہ کرتا بلکہ گھر والوں کو بھی اس نے اس رشتے سے

صاف انکار کرنے کو کہہ دیا تھا۔

نایاب جوان باتوں سے انجان تھی سمجھ ہی نہیں پائی کہ موسیٰ نے کیوں رشتہ سے انکار کیا اور کیوں اس پر چڑھائی کی ۔ اور نہ ہی موسیٰ نے کسی قسم کا اظہار نایاب کے سامنے رکھا تھا۔ نایاب تو موسیٰ کے یوں ایک دم سے غصہ ہونے پر اور اتنا اونچا لہجہ میں بات کرنے پر پریشان تھی۔

کافی دیر فون پر بیل آنے کے بعد کال کٹ گئی تھی۔ لیکن نایاب نے کال اٹینڈ نہ کی تھی ۔ اب کی بار کمرے کا دروازہ پر ہونے والی دستک نے نایاب کو آخر بستر پر سے اٹھایا تھا۔

''بیٹا موسیٰ کا فون ہے تم سے بات کرنی ہے،،

''جی تائی اماں،، نایاب نے جھٹ سے دروازہ کھولا تھا۔

''تم پاگل ہو،،؟

''سمجھ نہیں آتی کہ کب سے کال کر رہا ہوں،،؟

''سنائی نہیں دیتا،،

موسیٰ اسی طرح اُسی لہجے میں بات کر رہا تھا جس لہجے کی وجہ سے نایاب موسیٰ سے ناراض تھی۔

''ہاں ہوں پاگل،،

''کیوں کر رہے تھے،،؟

''اگر بات کرنے کی تمیز نہیں ہے تو مجھ سے بات نہ کیا کریں پلیز،،

نایاب نے خلاف توقع سخت لہجے میں بات کی تھی۔

موسیٰ نے یہ سب سن کر جواباً زوردار قہقہہ لگایا تھا۔

''آپ میرا مذاق اُڑا رہے ہیں ناں،،؟

''اب مجھ سے بات بھی نہ کرنا،،

یہ کہہ کر نایاب نے کال کاٹ دی تھی۔

اب کہ کال پھر نایاب کے فون پر آئی تھی ۔ نایاب نے کال اٹینڈ کی لیکن بولی نہیں۔

''ارے بے وقوف لڑکی لو کان پکڑ کر معافی مانگ رہا ہوں۔

''مجھے پتہ ہے تمہیں اونچا بولنا پسند نہیں،،۔

''اچھا چلو وڈیو کال پر آ جاؤ،،۔

دیکھ لو کان پکڑ رکھے ہیں۔

''دیکھو ہاتھ بھی جوڑ لیتا ہوں،،۔

''لیکن پلیز ناراض نا ہو۔،،

نایاب جو کہ زیادہ دیر کسی سے بھی ناراض نہیں رہ سکتی تھی۔ موسیٰ کی اس طرح کی اوٹ پٹانگ حرکت پر مسکرا دی تھی۔

''لیکن میں ناراض ہوں آپ سے،،

''آپ کو مجھ پر یقین نہیں ہے،،

اس نے اسی انداز میں موسیٰ سے گلہ کیا تھا۔

''ارے تم پر یقین ہے لیکن لوگوں پر نہیں ہے۔ تم بہت سیدھی اور بھولی بھالی ہو تمہیں لوگوں کا نہیں پتہ،، موسیٰ نے دلیل دی تھی۔

''آپ سے زیادہ پتہ ہے۔ بے وقوف نہیں ہوں میں،،

نایاب نے جواباً دلیل دی تھی۔

''اچھا میری بات سنو غور سے،، موسیٰ ایک ہی لہجے میں سنجیدہ ہوا تھا۔

''جی بولیں سن رہی ہوں،، نایاب نے جواب دیا تھا۔

''یار تمہیں سامنے بیٹھا کر یہ بات کرنا چاہتا تھا لیکن نہ جانے یہ زین عباس کہاں سے ٹپک گیا،،۔ موسیٰ نے دھائی دی تھی۔

نایان کچھ نا سمجھنے کے انداز میں کیمرے کے آگے بیٹھی بسار رہی تھی۔

''چلیں اب پھر زین عباس آپ کے دماغ میں آ گیا،، نایاب نے کہا تھا۔

''ارے نہیں لڑکی سنو تمہیں پتہ ہے کہ میں نے گھر والوں کو کیوں منع کیا ہے زین عباس سے،،

''جی پتہ ہے،، کیونکہ اس نے مجھ پر جھوٹا الزام لگایا تھا کہ وہ مجھے پسند کرتا ہے،،۔

موسیٰ اس کی بے وقوفی سے محظوظ ہوتے بتا نہ رہ سکا تھا۔

نہیں پاگل اس وجہ سے نہیں منع کیا بلکہ میں نے گھر والوں کو کہا ہے کہ میں آ جاؤں پھر ہماری شادی کر دینا۔ موسیٰ نے بغیر لگے لپٹے کہا تھا۔

اس کا مطلب آپ بھی شادی کرنے آ رہے ہیں؟ نایاب اب بھی نہیں سمجھی تھی

آپ بھی؟ موسیٰ الجھا تھا۔

''اوہو بسمہ آپی کی بھی شادی طے ہوگئی ہے۔ دسمبر کے پہلے ہفتے میں نایاب موسیٰ کے جذبات سے بے خبر ہوئے جا رہی تھی۔ بسمہ کے سسرال والوں نے اچانک بم پھاڑا ہے ابا اور بابا کے سر پر۔ پورے گھر میں بھونچال آیا ہوا ہے اس اچانک شادی کے بیان پر۔ موسیٰ اسے یوں بولتا دیکھ کر اور بھی اس کے پیار میں ڈوب رہا تھا۔'' اب آپ نہ ان لوگوں پر شادی کی تلوار ٹانگیں،، اتنی جلدی کیسے کریں گے رشتہ؟ کہاں سے لائیں گے لڑکی، رحم کریں ہم پر''

''نایاب چپ ہوسکتی ہو تھوڑی دیر موسیٰ نے نایاب کو ٹوکا تھا۔

''اچھا جی لو ہوگئی چپ'' نایاب نے پھع منہ بُسا رلیا تھا۔

''بے وقوف لڑکی میں تم سے شادی کرنے آ رہا ہوں۔ میں ابا اماں کو بھی بتا دیا ہے'' موسیٰ نے بہت لجاجت سے کہا تھا۔

نایاب کے سر پر بم پھوٹا تھا۔ ''کیا موسیٰ آپ کیا کہہ رہے ہیں'' نایاب حیران تھی۔

''بس یہی کہہ رہا ہوں جو تم سن رہی ہو''۔ موسیٰ نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔

نایاب جو کہ ابھی تک موسیٰ کو اپنا دوست سمجھتی رہی تھی آج اس طرح کے اظہار پر اس کا مثبت جواب کہے خود بخود پیدا ہوگیا۔ اسے ایک لمحہ بھی نہیں لگا تھا موسیٰ کے اس نئے رشتے کو قبول کرنے میں۔ وہ اس انجان سے احساس سے بہت پریشان تھی'' کیا وہ بھی کہیں نا کہیں موسیٰ کو پسند کرتی تھی۔ اُسے چاہتی تھی''؟ نایاب فون ہاتھ میں لیئے ان سوالوں کا جواب تلاش کر رہی تھی۔

پوری رات اسے نیند نہیں آئی تھی موسیٰ نے بھی دوبارہ کال نہیں کی تھی۔ صبح اٹھی تو اس کا سر بھاری تھا وہ اٹھنا چاہ رہی تھی بستر سے لیکن سر کے درد نے اسے اٹھنے نہیں دیا تھا۔ وہ دوبارہ بستر میں ہی لیٹ گئی۔ اماں دو دفعہ اسے اٹھا کر جا چکی تھی لیکن وہ نہیں اٹھی تھی۔

فون پر مستقل کال کالز سے اس نے فون اٹھایا تھا۔

''کیا مسئلہ ہے تمہیں اتنی دیر تک سوئی ہوئی ہو'' کتنے sms کر چکا ہوں مجال ہے کہ ایک کا بھی جواب دیا ہو'موسیٰ نے نایاب کو ڈانٹنے کے انداز میں کہا تھا۔

''اوہو سوری میں نے موبائل نہیں دیکھا تھا'' نایاب نے جواب دیا تھا۔

''اچھا بتایا نہیں کوئی اعتراض تو نہیں تمہیں میرے فیصلے پر'' موسیٰ نے بہت پیار سے پوچھا تھا۔ ''میں نے تمہیں بتائے بغیر ہی شادی کا فیصلہ گھر والوں کو سنا دیا۔ تمہیں برا تو نہیں لگا۔ مجھے شاید یقین تھا کہ تم بھی میری طرح ہی اس رشتے سے خوش ہو جاؤ گی۔'' لیکن رات سے تمہاری خاموشی نے مجھے پریشان کر دیا''۔ موسیٰ کچھ مشکوک تھا۔

نایاب نے بس ہوں ہاں میں ہی موسیٰ کو ٹالا تھا۔

''نایاب تم مجھے بہت عزیز ہو تمہیں ہمیشہ ہی سب سے الگ ہی اہمیت

دی ہے ۔تم نے پتہ نہیں کبھی محسوس کیا کہ نہیں ۔ میں یوں تمہیں کسی اور کے حوالے نہیں کر سکتا تھا۔ جب زین عباس آیا تو مجھے لگا کہ وہ تمہیں مجھ سے چھین لے گا۔ اسی لیے میں نے تمہیں کچھ بھی بتائے بغیر اماں ابا سے بات کرلی۔اورڈائریکٹ شادی کا ہی کہہ دیا''موسیٰ بولے جارہا تھا۔

''موسیٰ'' نایاب نے پہلی دفعہ اس طرح ہچکچاتے ہوئے نام لیا تھا۔

نایاب کا یوں نام لینا موسیٰ کو نایاب کا جواب دے چکا تھا۔دونوں کے درمیان اتنی ذہنی ہم آہنگی تھی کہ لفظوں کے تبادلے کی ضرورت ہی نہیں تھی ۔موسیٰ کو اپنی بے لوث محبت پر بھی بہت یقین تھا۔۔اس دن کے فون پر نایاب نے صرف ایک ہی لفظ بولا تھا جو موسیٰ کا نام تھا اور بس۔

شادی کے انتظام عروج پر تھے ۔موسیٰ بھی آ چکا تھا۔ نایاب کو یونیورسٹی سے چھٹی کرتے ہوئے پورا ہفتہ ہو گیا تھا۔ بسمہ اور نایاب مایوں کے کپڑوں میں ملبوس گھر کی چہل پہل میں شامل تھیں ۔حرا اور ثناء جو نایاب کی بڑی بہنیں تھی سسرال سے آ چکی تھیں۔

موسیٰ کو اوپر والے گھر میں آنے پر پابندی تھی اور نایاب کو نیچے جانے سے منع کیا ہوا تھا۔ اور موسیٰ نے فون کال کا سہارا ابھی لینا چھوڑ رکھا تھا۔ وہ اپنی تمام تر محبت کو نایاب پر نچھاور کرنا چاہتا تھا لیکن فون کال ذریعہ نہیں آج مہندی تھی ۔ بسمہ مہندی کیلئے تیار ہو چکی تھی لیکن نایاب کو ٹیلر کے پاس جانا پڑ گیا تھا۔ اسکی مہندی والی کرتی صحیح سٹیچ نہیں ہوئی تھی اس نے صرف حرا اور ثناء کو بتایا تھا کہ وہ بس تھوڑی دیر میں اپنی کرتی چینج کر کے آجائے گی ۔پچھلے گیٹ سے گاڑی لے کر نکلی تھی۔ مہندی کا وقت آ چکا تھا لیکن نایاب کا کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ آخر حرا نے موسیٰ کو خبر دی تھی ۔ موسیٰ جو کہ باہر لان میں نیم دلہا بنا، نایاب کا انتظار کر رہا تھا اس خبر پر بہت چونکا تھا۔گھر کا ماحول ایک دم شادی والے گھر سے سوگوار والا گھر کا سا ہو گیا تھا۔ ہر بندہ پریشان اور متلاشی تھا نایاب کا۔ پوری رات گزر گئی تھی نہ نایاب کا پتہ چلا تھا نہ ہی گاڑی کا ۔ ہر پولیس اسٹیشن، ہاسپٹل ہر جگہ دیکھ چکے تھے ۔لیکن کوئی کڑی نہیں مل رہی تھی جس سے نایاب کی موجودگی کی کوئی خبر مل جائے۔

بسمہ کو جیسے تیسے رخصت کر کے موسیٰ نے جان توڑ کوشش کی کہ نایاب کا سراغ لگائے ۔ اس کے موبائل فون ٹریک کروایا لیکن کچھ حاصل نہیں ہوا ۔ موسیٰ جہاں پریشان تھا وہاں حیران بھی تھا کہ ایسا نایاب کو زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔ ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔موسیٰ تھک چکا تھا نایاب کو تلاش کر کر کے ۔ اب وہ ہمت بھی ہار چکا تھا۔اس نے واپس آسٹریلیا جانے میں اپنی بقاء سمجھی اور گھر والوں نے بھی اسے نہیں روکا تھا۔ کیونکہ وہ اسے اس ماحول سے نکالنا چاہتے تھے اب موسیٰ رات کی ہی فلائیٹ سے آسٹریلیا روانہ ہو گیا تھا۔

صبح ڈوربیل بجی اور ساتھ ہی ایک زوردار ہنگامہ گھر میں برپا ہوا تھا ۔جب عبدالکریم صاحب گیراج میں داخل ہوئے تو عبدالکریم صاحب کی آوازیں سن کر پریشان ہو گئے اور جیسے ہی عبدالکریم نے مڑ کر دیکھا تو انہیں نایاب کا چہرہ دھندلا دھندلا سا دکھائی دیا۔ اس سے پہلے کہ عبدالکریم صاحب نایاب پر اپنا ہاتھ اٹھاتے عبدالعزیز صاحب نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کیا اور نایاب کو اندر لے کر چلے گئے۔

نایاب جو کہ دیکھنے سے ہی لگ رہا تھا کہ بہت تھکی ہوئی ہے کمرے کے اندر آتے ہی بے ہوش ہو گئی تھی۔

کمرے کے اندر سورج کی آنے والی ہلکی پھلکی سی روشنی نے نایاب کو جگا دیا تھا۔ جب وہ اٹھی تو کمرے میں اکیلی تھی جو ایک دم سے باہر آئی تو عبدالعزیز اور عبدالکریم صاحب سامنے ہونے پر بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔

نایاب ان کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور زور زور سے رونے لگی۔

''میرا کوئی قصور نہیں ہے مجھے معاف کر دیں'' نایاب نے روتے ہوئے کہا تھا۔''تو پھر کس کا قصور ہے'' ہمارے سر میں خاک ڈال کر تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی واپس آنے کی' عبدالکریم صاحب نے اسے نفرت آمیز لہجے میں کہا تھا۔

''نہیں بابا میں آپ کی قسم کھاتی ہوں میرا کوئی قصور نہیں ہے'' مجھے تو خود پتہ نہیں تھا کہ یہ سب کیسے ہوا۔ میں تو صرف اپنی شرٹ چینج کروانے گئی تھی گھر سے آپ حِرا باجی سے پوچھ لیں' نایاب نے دہائی دی تھی۔

''حِرا کو پاگل بنانا آسان ہے۔تم اکیلی کیوں گئی۔ ڈرائیور بھی تو ساتھ جا سکتا تھا بس کرو نایاب عبدالکریم صاحب نے ایک دفعہ پھر نایاب کو جھٹلایا تھا۔

بابا میرا یقین کریں۔ میرا زین عباس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ مجھے نہیں پتہ کہ اس نے مجھے کیوں اغوا کیا اور کیوں آج چھوڑ کر چلا گیا۔ نایاب نے کہا تھا۔

''اغوا''؟ عبدالعزیز صاحب نے چونک کر پوچھا تھا۔

زین عباس نے تمہیں اغواء کیا تھا؟۔عبدالعزیز صاحب اب کی بار اور بھی حیران ہوئے تھے۔

''بس کر دیں بھائی صاحب اس نے خود اس لڑکے کو بلایا اور اب جھوٹ بول رہی ہے کہ اغواء کر لیا۔ مجھے یقین ہی نہیں اس پر پتہ نہیں کیوں چھوڑ گیا اسے۔ دھوکا دے دیا تو اب یہاں آ گئی۔تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے اس گھر میں ۔ چلی جاؤ جہاں سے آئی ہو''۔عبدالکریم صاحب نے پھر سے دھتکارا تھا۔

''بابا آپ میرا یقین کریں خدا کا واسطہ ہے آپ کو مجھے یوں نہ دھتکاریں۔تایا ابو آپ سمجھائیں بابا کو میں بے قصور ہوں آپ اب موسیٰ کو بلائیں وہ ضرور میرا یقین کرے گا۔اسے تو سب پتہ ہے وہ جانتا ہے کہ میں ایسی نہیں ہوں کہاں ہے موسیٰ' نایاب اب کے تڑپ گئی تھی۔

''موسیٰ آسٹریلیا چلا گیا'' عبدالعزیز صاحب نے نایاب کو بتایا تھا۔

''موسیٰ چلا گیا؟ اتنی جلدی؟ بس ایک ہفتہ؟ اس نے مجھے تلاش بھی نہیں کیا؟ نایاب بہت حران ہو کر سب سوال کیے جا رہی تھی۔

عبدالعزیز صاحب نایاب کے پاس بیٹھے تھے عبدالکریم اب کمرے میں جا چکے تھے۔

نایاب کو موسیٰ کا یہ رویہ بہت توڑ گیا تھا۔اس کے بعد اس نے کسی گھر والے سے اپنے بارے میں کوئی بات نہ کی ۔عبدالکریم صاحب نے اسے اپنے سامنے آنے سے منع کر دیا تھا۔عبدالعزیز اور انیسہ بیگم دونوں نایاب کا خیال رکھتے تھے لیکن اب نایاب بالکل چپ سی ہو گئی تھی۔اس نے کوئی وضاحت کوئی دلیل کسی کے سامنے نہ رکھی اور آہستہ آہستہ اس ذکر نے بھی دم توڑ دیا تھا۔

عبدالکریم صاحب نے ایک مہینے کے اندر اندر نایاب کی شادی کا فیصلہ کر لیا تھا۔اور بغیر کسی پوچھ گچھ کے رشتہ بھی مقرر کر دیا تھا۔نایاب جو کہ زندہ لاش کی طرح تھی کسی قسم کی مزاحمت کو ظاہر نہ کر سکی۔

ابراہیم سے شادی کو دو سال گزر چکے تھے۔اس دوران نایاب شاد و نادر ہی میکے گئی تھی ۔اور اب موسیٰ کو اپنے یوں روبرو دیکھ کر بہت حیران تھی ۔لیکن ابھی بھی نہ اس کی آنکھوں میں کوئی شکوہ ابھرا تھا نہ چہرے پر کوئی تغیر رونما ہوا تھا۔

''کیسی ہو نایاب'' موسیٰ نے اس خاموشی کے طلسم کو توڑا تھا۔''الحمد اللہ بالکل ٹھیک'' نایاب نے قدرے مطمئن کرنے کے انداز میں جواب دیا تھا۔اس کے اس انداز کو موسیٰ نے بہت اچھے سے سمجھا تھا لیکن وہ کچھ کہہ نہیں سکتا تھا یا شاید اتنی سکت نہیں رکھتا تھا کہ اُسے جتا سکے کہ وہ اس کے ہر انداز سے بخوبی واقف ہے کہ کب وہ سچ بول رہی

ہے اور کب جھوٹ۔

''آ ؤ موسیٰ بیٹھو کیا لو گے چائے یا کافی''؟ ویسے کچھ دیر میں کھانے کا وقت ہو جائے گا تم پہلی دفعہ میرے گھر آ ئے ہو کھانا کھائے بغیر نہیں جانے دونگی'' نایاب کے یہ الفاظ موسیٰ کو اندر سے چھلنی کر رہے تھے۔ اس کا یہ بے باک انداز ماضی میں ہونے والے واقعات سے ماورا اسے اور بھی شرمندہ کر رہا تھا۔

موسیٰ اسے جانچنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن مجال ہے کہ نایاب نے ایک بھی رنگ بدلا ہو۔ اپنے جذبات پر اتنا ضبط اس نے کہا سے سیکھ لیا تھا ؟ موسیٰ اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ نایاب بھی کبھی اتنی پختہ ارادہ رکھ سکتی ہے کسی معاملے میں۔

''نایاب میں تم سے معافی مانگنے آ یا تھا'' مجھے ابا، اماں نے تمہارے بارے سب کچھ بتا دیا تھا۔

نایاب میں نے تمہیں ہر جگہ تلاس کیا ہر جگہ سے ایک ہی سراغ ملا اور وہ تھا زین عباس مجھے تم پر خود سے زیادہ یقین تھا۔ میں نے ہر سراغ کو جھٹلایا لیکن زین عباس ہی آ خری کڑی میں ملا مجھے۔تم پر کوئی الزام نہ آ ئے اس لیئے ہفتہ بعد ہی اپنی ہار مان کر چلا گیا۔ یہ سوچ لیا کہ ہوسکتا ہے میرا اندازہ ہی غلط ہو تم زین عباس سے ہی شادی کرنا چاہتی ہو۔ اب ابا نے بتایا کہ اس خبیث نے تمہیں اغواء کیا تھا اور تم ہفتہ بعد ہی گھر آ گئی تھی۔ قسم لے لو چاہے جیسی مجھے کوئی علم نہیں تھا۔موسیٰ نے ایک سانس ہی میں اپنی ساری روداد سنا دی تھی لیکن نایاب پر کوئی اثر نمودار نہیں ہوا تھا وہ بلکل نارمل حالت میں موسیٰ کے سامنے بیٹھی سب تسلی سے سن رہی تھی۔

''کوئی بات نہیں موسیٰ جو ہوا سو ہوا آ پ چھوڑیں یہ باتیں'' نایاب نے یوں ظاہر کیا جیسے یہ باتیں کسی اور کے بارے میں تھیں۔۔

''میرا یقین کرو نایاب میں خود کو کباب میں ہڈی سمجھ کر واپس چلا گیا تھا''۔

''خیر ہے آ پ بھی اپنی نئی زندگی شروع کریں'' اللہ پاک آ پ کے لیئے آ سانی کرے'' نایاب نے دعاؤں میں بات ٹالی تھی۔

موسیٰ اب کے تڑپ کے رہ گیا تھا۔

''نایاب تم مجھے معاف نہیں کر سکتی''؟ موسیٰ نے پوچھا تھا۔

''موسیٰ معاف صرف اللہ پاک کی ذات کرتی ہے انسانوں میں اللہ پاک نے یہ ظرف ہی نہیں دیا''

نایاب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

''مجھے بتاؤ میں کیا کر سکتا ہوں تمہارے لیئے'' موسیٰ نے پوچھا تھا۔

''کسی کیلیئے کچھ کرنے کیلیئے اس کا رشتہ، کوئی تعلق ہونا چاہیئے۔ میرا آ پ سے ایسا کوئی تعلق نہیں ہے جو آ پ میرے لیے کچھ کر سکیں'' نایاب نے نہایت نپے تلے انداز میں موسیٰ کو ذلیل کیا تھا۔

''میرا تم سے تعلق روح کا ہے''۔ موسیٰ نے تڑپ کر کہا تھا۔

''میری روح تو فنا ہو چکی مرنے والوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہتا سوائے فاتحہ دینے کے''

نایاب نے جملہ مکمل کیا تھا اور صوفے سے اٹھ گئی تھی۔

اب موسیٰ بھی اس کے روبرو کھڑا ہو گیا تھا۔

''میرے شوہر کو پسند نہیں ہے کہ میں ان کی غیر موجودگی میں کسی غیر محرم سے ملوں تو اگلی بار آ یئے گا تو ان کی موجودگی میں آ یئے گا۔ نایاب کا لہجہ تلخ ہوا تھا۔

موسیٰ نایاب کے اس نئے روپ سے واقف نہ تھا اور قسمت کے اس کھیل کو بالکل سمجھ نہیں پا رہا تھا کے آ خر اس کے ساتھ یہ سب کیوں ہوا؟

وہ مجھے دل وجان سے چاہتا تھا جو اس کی کل کائنات تھی جس کی وجہ سے وہ سانسیں لے رہا تھا کہ قدرت نے اسے اس کے بالکل قریب

سے چھین کے دور کر دیا کہ اس کی قسمت نے اس کے ساتھ ستم ظریفی کی تھی۔ وہ خود کو کوس بھی نہیں سکتا تھا۔

اتنے میں دروازہ ایک زوردار آواز سے کھلا تھا۔

''نایاب'' ''نایاب''

لاؤنج میں آواز گونجی تھی۔

''جی ابراہیم آئی''

نایاب نے جواب کے ساتھ ساتھ خود کو بھی ابراہیم کے حضور پیش کیا تھا' کیا پاگل پن ہے؟ میں نے کہا تھا نا میری بہت اہم فائل ہے اور تم بے وقوف عورت نے بجائے مجھے فون کر کے بتانے کے بخشو کے ہاتھ بھیج دی۔ کیا کروں میں تمہارا ہر کام ہی الٹا ہوتا ہے پتہ نہیں کس جاہل عورت سے پالا پڑ گیا میرا۔ اب اس میں ایک اہم کاغذ غائب ہے تم مجھے فون کر کے بتا سکتی تھی۔ لیکن تمہارا دماغ تو ہے ہی فارغ۔

ابراہیم حسب معمول چلا رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر موسیٰ پر پڑی ''یہ کون ہے''؟ ابراہیم نے مشکوک نظروں سے نایاب سے سوال کیا تھا

''یہ میرے کزن ہیں تایا ابو کے بیٹے'' موسیٰ۔ نایاب تعارف کروایا تھا

''پہلے تو کبھی نہیں دیکھا اچانک کہاں سے آ گیا؟'' ابراہیم نے پھر سے نایاب سے سوال کیا تھا۔

''اسلام علیکم ابراہیم بھائی'' اب کے موسیٰ نے اس کی توجہ نایاب سے ہٹانے کی کوشش کی تھی۔

''اچھا'' ابراہیم نے جواب کی بجائے موسیٰ کو مشکوک انداز میں دیکھنا شروع کیا تھا۔

''ہے تو تمہارا ہم عمر۔ مجھے بھائی کس خوشی میں کہہ رہے ہو تم سے تو چھوٹا ہی ہوں'' ابراہیم نے موسیٰ کو ٹوکا تھا۔

''میں بھائی احترام میں بھائی کہہ رہا ہوں'' موسیٰ بھی اب کی بار تھوڑا الجھا تھا۔

''اچھا کوئی چائے پانی دیا ہے بھائی کو''؟ ابراہیم نے نایاب سے پوچھا تھا۔

''نہیں جلدی میں ہیں واپس جانا ہے انہیں کہہ رہے ہیں اگلی دفعہ آؤں گا تو کھانا کھاؤں گا'' نایاب نے جواب دیا۔

''تو مطلب گپ شپ ہو چکی ہے'' ابراہیم نے نایاب کو الجھانے کی کوشش کی تھی۔

''ٹھیک ہے چلیں پھر تو خدا حافظ کرتے ہیں انہیں'' انہیں پر زور دیتے ہوئے ابراہیم نے نایاب کو دیکھا تھا۔

''جی جی میں چلتا ہوں'' موسیٰ نے اجازت مانگی اور اگلے ہی لمحے بیرونی دروازے کی طرف چل دیا تھا۔

ابراہیم جو کہ پہلے فائل کی وجہ سے برہم تھا اب موسیٰ کو دیکھ کر اور بھی جل بھُن گیا تھا۔

''یہ وہی ہے ناں جس سے تمہاری منگنی ہوئی تھی؟''

ابراہیم نے نایاب کو جھنجھوڑا تھا۔

''ابراہیم مجھے چھوڑیں میرے ہاتھوں میں درد ہو رہا ہے'' نایاب نے ابراہیم سے چھوٹنے کی کوشش کی تھی۔

''اچھا'' تمہیں درد ہوتا ہے؟ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوتی جب تم میری غیر موجودگی میں اپنے عاشقوں سے ملتی ہو؟ ابراہیم نے اب کی بار اسے دھکا دیتے ہوئے غصے میں چلا گیا تھا۔

''ابراہیم'' نایاب نے قدرے اونچا لہجہ اپنایا تھا۔

''آپ کو پتہ بھی ہے کہ آپ کتنا گھٹیا الزام مجھ پر لگا رہے ہیں'' نایاب نے کہا تھا۔

''او ہو تمہیں کیا پتہ گھٹیا کیا ہوتا ہے۔ تم شادی کے عین دن بھاگ گئی تھی اپنے کسی اور عاشق کے ساتھ اسے چھوڑ کر اور آج میری غیر موجودگی

میں اس سے عشق معشوقی کر رہی ہو اور مجھے کہہ رہی ہو الزام لگا رہا ہوں
''ابراہیم نے ایک زوردار طمانچہ مارا تھا نایاب کے گال پر۔
نایاب ابراہیم کی اس بات پر حیران تھی کہ کس نے انہیں یہ سب بتایا ہے؟
تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں اتنا بے خبر ہوں تم سے؟ مجھے یہ سب شادی سے پہلے سے پتہ ہے بس صحیح وقت کا انتظار کر رہا تھا۔
''ابراہیم آپ غلط سمجھ رہے ہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے''۔نایاب اب کے انجانے لہجے میں بولی تھی۔
''یہ جھوٹ نہیں ہے کہ موسیٰ ہی وہ ہے جس سے میری شادی ہونے والی تھی لیکن'' نایاب ابھی یہ نہیں کہہ پاتی تھی کہ ابراہیم نے جنون میں اس کے گلے کو دبانا شروع کر دیا۔
نایاب کی آنکھیں باہر آ گئیں اس نے بہت ہاتھ پیر مارے لیکن ابراہیم کی گرفت بہت گہری تھی۔اس کے منہ سے بھی جھاگ نکلنے لگ گئی لیکن ابراہیم نے اپنی پوری طاقت سے اس کے گلے کو دبا رکھا تھا کہ اچانک ابراہیم کی گرفت کمزور پڑ گئی۔ابراہیم کے سر پر پڑنے والی چوٹ نے اسکی گرفت کو کمزور کر دیا تھا۔اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ بخشو تھا۔نایاب اب زمین پر بے سدھ پڑی تھی۔
''نایاب''''نایاب''
وہی گرجدار آواز جس نے اسکے کان بہت مانوس تھے نایاب نے آہستہ آہستہ آنکھ کھولی تھی۔وہ ہاسپٹل کے ایک کمرے میں لیٹی ہوئی تھی۔
''نایاب کیسی ہو''؟ موسیٰ نے پھر سے پوچھا تھا۔
''میں یہاں کیسے؟''
''ابراہیم کہاں ہیں؟''
''آپ یہاں کیوں آ گئے؟''
نایاب گڑبڑائی تھی۔
''آرام سے لیٹی رہو'' موسیٰ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا تھا۔
''ابراہیم کہاں ہیں'' نایاب نے پوچھا تھا۔
''تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے آرام کرو اور پلیز زیادہ بولو نہیں ڈاکٹر نے منع کیا ہے'' موسیٰ نے نایاب کو چپ کروایا تھا۔
شام کو ڈسچارج ہو کر نایاب اپنے بابا کے گھر آئی تھی۔سب اس کو اس طرح دیکھ کر بہت رنجیدہ اور شرمندہ تھے۔ جسے نایاب نے فوراً ہی بھانپ لیا تھا۔نایاب گھر والوں کے بدلے ہوئے رویے پر پریشان تھی کہ اماں نے اسے اپنے کمرے میں چلنے کا کہا۔نایاب اماں کا ہاتھ پکڑے ان کے ہمراہ کمرے میں چلی گئی تھی ''بیٹا ہمیں معاف کر دو، ہم سے بہت غلطی ہوئی۔ کریم بھائی تو تمہارا سامنا بھی نہیں کر رہا ہے۔اپنے آپ کو ہی کوسے جا رہے ہیں۔تم نے بھی تو ایک لفظ کبھی نہ بتایا۔کیسے خود کو ختم ہی کر لیا۔ہم سب ہاتھ جوڑ کر تم سے معافی مانگ رہے ہیں۔بہت زیادتی کر دی بن ماں کی بیٹی سے''
نایاب صرف آنکھوں میں آنسو لیے اماں کو دیکھے جا رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ یہ جو اس کے ساتھ ہوا ہے اور اس نے اتنے سال جس اذیت میں گزارے ہیں کیا ان کی معافی ان سارے دکھوں کا مداوا ہو سکتی ہے۔کیا میرے اندر کی شوخی واپس آ سکتی ہے؟ کیا جینے کیلئے سب خوشیاں جو ایک لڑکی کو چاہئے ہوتی ہیں وہ مل سکتی ہیں؟ پھر کیوں یہ لوگ اپنے غلط فیصلے کسی جذباتی رو میں بہہ کر دیتے میں پھر چاہے کسی کی پوری زندگی داؤ پر لگ جائے۔کیوں اتنے ظالم ہو جاتے ہیں اور یہ ظلم کوئی غیر نہیں زیادہ تر اپنے کرتے ہیں۔ وہ سوچے جا رہی تھی اور آنسوؤں کا ایک سمندر اس کی آنکھوں سے اُبھر رہا تھا۔
اماں بتا رہی تھی کہ کس طرح بخشو نے اس کی جان ابراہیم سے بچائی

۔اوراس کے گھر والوں کواس کے مظالم کے بارے میں بتایا۔عبدالکریم صاحب نے فیصلہ کیا تھا کہ بس اب میری بیٹی اور ظلم برداشت نہیں کرے گی اور ابراہیم سے خُلا کا دعویٰ کر دیا تھا۔خود ابراہیم بھی ذہنی مریض ہونے کی بناء پرجذباتی تھے اس نے بھی کوئی مزاحمت نہ کی تھی۔

نایاب جو کہ شادی نہیں ایک فرض ادا کر رہی تھی جو کہ عبدالکریم صاحب نے اس کے سر پر سونپی تھی اسی طرح خاموش تھی جس طرح اپنے نکاح کے وقت خاموش تھی۔

''ٹھک ٹھک'' دروازے پر ہونے والی دستک نے دونوں کو دروازے کی طرف متوجہ کیا تھا۔تائی اماں موسیٰ کو دیکھتے ہی نایاب کے پاس سے اُٹھ گئیں تھیں اور بنا کچھ بولے کمرے سے بھی چلی گئیں تھیں۔

موسیٰ نایاب کے پاس آ کر بیٹھا تھا اس سے پہلے کہ موسیٰ کچھ بولتا نایاب پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔اس کے ضبط کی تمام حدیں اب ختم ہوچکی تھیں، موسیٰ نے نایاب کو یوں روتے بھی نہیں دیکھا تھا۔نایاب پر سکون ہوجاؤ میں آ گیا ہوں اب کوئی بھی کبھی تمہارے پاس نہیں آئے گا' موسیٰ نے نایاب کو چپ کراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر کہا تھا۔

نایاب نے موسیٰ کے ہاتھ کو جھٹکا دیا تھا۔

''موسیٰ تم اب کیوں آئے ہو؟ تمہارے لیے میں کوئی کھلونا ہوں جب دل چاہا شادی کا فیصلہ کرلیا جب دل چاہا چھوڑ کر چلا گئے اور اب آئے ہوتو چاہتے ہو کہ میں تمہیں خوش آمدید کہوں؟

''موسیٰ تم تو محبت کے اتنے دعوے کرتے تھے پھر تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں کسی اور کے ساتھ بھاگ گئی۔تم نے ایک دفعہ بھی مڑ کر نہ دیکھا کہ میں کس حال میں ہوں۔تم مزاحمت کر سکتے تھے لیکن تمہیں تو نشہ تھا اپنے مرد ہونے کا 'غیرت کا' تم کیسے کسی بھاگی ہوئی لڑکی کو اپناتے ۔موسیٰ بس تم چلے جاؤ میں اکیلی ہی رہنا چاہتی ہوں۔ان مردوں کی رعایا بن کر اب میں نہیں رہ سکتی''

نایاب نے اپنی ساری شکایات موسیٰ کے سامنے رکھ دی تھی۔

موسیٰ جو کہ نایاب کی باتوں پر جہاں پریشان تھا وہاں حیران بھی تھا کہ وہ اسے کیوں مزاحمت کرنے کے طعنے دے رہی ہے جب کہ اسے تو نایاب کے واپس آنے اور شادی سے بے خبر رکھا گیا تھا۔وہ بتانا ہی چاہ رہا تھا کہ اچانک عبدالکریم صاحب کمرے میں داخل ہوگئے۔

آئیں چچا جان موسیٰ اب نایاب کے پاس سے اٹھ کر ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تھا۔عبدالکریم صاحب ہاتھ جوڑے کھڑے تھے۔انہوں نے نایاب اور موسیٰ کو ایک ساتھ بٹھایا اور کہا کہ مجھے معاف کر دو میں تم دونوں کا مجرم ہوں میں نے ہی تمہیں بے خبر رکھنے کا وعدہ لیا تھا بھائی اور بھابھی سے۔اور نایاب کی شادی کو بھی خفیہ رکھنے کا کہا تھا میں خودغرض ہوگیا تھا۔میں نہیں چاہتا تھا کہ موسیٰ جو مجھے خود سے بھی زیادہ عزیز ہے اسے کوئی داغ لگے۔لوگ اسے نہیں کہیں کہ تمہاری بیوی تو شادی والے دن بھاگ گئی تھی تم میرا یقین کرو لیکن بیٹا تم خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو کہ اس باپ کی کیا حالت ہوگی جس کی بیٹی شادی والے دن ہی غائب ہو جائے میں نے کیسے بسمہ کے سسرال والوں کو سنبھالا ہوگا۔کیسے خاندان والوں کے سوالوں کا جواب دیا ہوگا۔میں نے بھی بہت کچھ سہا ہے لیکن پھر بھی میں تم دونوں سے معافی مانگتا ہوں تم دونوں کی خوشیوں کا قاتل میں ہوں۔

نایاب نے بابا کے جوڑے ہوئے ہاتھوں کو پکڑا اور ان کے گلے لگ کر بہت روئی ''نہیں بابا آپ ایسے نہ کہیں'' آپ پر میری ساری زندگی قربان' آپ مجھے معاف کر دیں۔

عبدالکریم صاحب نے موسیٰ کو بھی گلے سے لگایا اور دونوں کو ہمیشہ خوش رہنے کی دعا دی۔

ہر فن مولا

لکھت: اختر مرزا

میں جد بھی کسے متین نام کے کسے مانس نیں ملوں سوں یا پھیر اس کا ذکر سنوں سوں تو منے اپنا متین یاد آ جے سے۔ جے متین صاحب نیں ہر فن مولا کہیا جاوے تو یا بات غلط کونی ہووے بلکہ یو نام اس کی شخصیت گیلیاں بلکل ٹھیک لاگے گا۔ بھائیو۔۔۔ جے تھامے کسے بھی مسئلے کا ذکر متین آگے کروگے تو ایک منٹ تے پہلاں اسکا حل تھارے شیامی پاوے گا۔ پر ایک بات دیکھی۔ جے تھام نیں کسے کے کام کی تعریف متین آگے کر دی تو متین بھی اس میدان کا کھلاڑی بن کے تھارے شیامی آ جے گا ار گیلیاں مثال بھی لے کے آوے گا۔

اس تے پہلوں کہ میں متین کے کارنامے تھارے تیئں سناوں۔ پہلاں میں اس بندے کے خاندان، گام ار اس کے حلیے بارے میں بتا دیوں۔ کیوں جے جد تھامے اس کے کارنامے سنو تو تھارے شیامی اس کی پھوٹو بھی آ جے۔ جد میں پہلی بریاں متین گیلے ملیا تو اس کی عمر 65 سال کی ہووے گی۔ قد درمیانہ سا تھا۔ رنگ سانولا، ناک لامبی ار مڑی ہوئی۔ سر پہ بال نہ ہون کے برابر تھے۔ بس کاناں کے اوپر دونوں پاسے ایک جھالر سی لٹکے تھی ار اس نیں بھی تیل لا کے بٹھان کی کوشش کیا کرے تھا۔ کرتا پجامہ پہریں دیکھیا۔ جیب بھی دیکھیا۔ پجامہ کھلے پینچیاں آلا ہووے تھا۔ متین کی آنکھ چھوٹی چھوٹی تھی۔ متین ہندوستان کی ریاست بھوپال کا رہن آلا تھا۔ ار اپنا تعلق ریاست بھوپال کے نواب حمیداللہ گیل جوڑیا کرے تھا۔ ار اس بات پہ گھناء مان کریا کرے تھا۔ ایک بات جو منے متین کی سب تے گھنی اچھی لاگی۔ اسکی خودداری تھی۔ واکلاء رہووے تھا ار اس عمر میں بھی کسے پے اپنا کام نہیں کروایا کرے تھا۔ اس کا گذارا پرانے ڈھبیاں کے آسرے پے تھا۔ ار اس کے ڈھبی بھی آ در مان گیل اس کی مدد کریں تھیں۔ ایک امیر بیلی نیں رہن کا ٹھکانہ دے راکھیا تھا ار کھان پین کا بھی انتظام کر دیا تھا۔

اس تے پہلاں متین بلدیہ کمیٹی میں چونگیاں کے محکمے میں نوکری کرے تھا۔ اصل میں میرا ملنا بھی میرے استاد اسلم کی وجہ تے چونگیاں کے بڑے افسر سلطان محمود کے دفتر میں ہویا تھا۔ اس ملاقات تے پہلاں منے متین کے کئی قصے سن راکھے تھے۔ ار میرا بڈا جی کریا کرے تھا کہ میں بھی متین گیلے ملوں۔ آخر ایک دن یو کام ہوء گیا۔ میں اپنے استاد کے گھراں ملن گیا تو بیرا پاٹیا۔ اک متین بھی تھوڑی دیر میں ان کے گھراں آوے گا، پر اس کے آن تے پہلاں استاد نیں کچھ باتاں پے عمل کرن کا کہیا۔

ا۔ متین کی بات سندے ہووے جماں ء چپ بیٹھنا سے۔

۲۔ اس کی بات سندے ہووے ہانسن پے پابندی سے۔ کیوں جے اس نیں بیرا پاٹ گیا کہ ہم اس کی باتاں نین بس سواد لین کھاتر سناں ساں تو وا بھائی صاحب اور کوئے بات کونی سناوے ار بیرانی کدتیئں روسیا رہووے۔

متین پے کچھ سنن واسطے ماحول ار اسکا موڈ بنانا پڑیا کرے تھا۔ ایک دن ہم نیں لکھنو کے لوگاں کے نازک ہون کی بات کا ذکر چھیڑ دیا۔ کہن لاگیا۔ میرا بیرا۔۔۔ تھم نیں پھیرا اپنے نواب حمیداللہ خان کے بارے میں کونی سنیا ہوگا۔ ایک دن نواب صاحب ہاتھی پے بیٹھ کے سیر کرن لکڑے۔۔۔۔۔۔ نواب صاحب کی طبیعت اتنی نازک تھی کہ میں تھم نیں کے بھتاؤں۔ بزار میں تے جاندے ہوئے ہاتھی کے پیر تلے مولی کا پتہ آ گیا ار نواب صاحب کے زکام ہو گیا۔۔۔۔

بس بھائیو۔ یا تو وائے بات ہوگی۔

کیلا کھانے سے میرے دانت ہلے جاتے ہیں
فرش مخمل پہ میرے پاؤں چھلے جاتے ہیں

ایک بر ہم نیں باتاں باتاں میں لاہور میں ہون آلی بسنت کا نام لے دیا کہ لاہور کے لوگ گھنی دھوم دھام تے بسنت منایاں کریں سیں۔ کئی لوگ تانبے کی تار پتنگ کی جگہ استعمال کریں سیں۔ ار کچھ ظالم تو پتنگ گیلیاں کچھ وزنی ڈھیم بھی باندھ دیں سیں۔ (لیو سنو پھیر ۔۔۔۔۔)

کہن لاگے۔۔۔ ہونہہ۔۔۔ وزن باندھ کے؟؟؟؟؟؟؟؟ بھائی صاحب۔ بھوپال میں ہم اڈایا کراں تھے پتنگ تو۔ سارا سارا دن ار ساری ساری رات پتنگ اڈیا کرے تھی۔ اور تو اور مینہہ میں بھی اڈدی رہیا کرے تھی۔

ہم نیں پوچھیا۔ مینہہ میں کیو کر اڈیا کرے تھی؟۔

کہن لاگیا۔ رے میرے یار۔ یا بھی کوئے مشکل کام سے۔ جے پتنگ پے تیل لا دیو تو اس پے مینہہ کا کوئے اثر کونی ہوندا۔ سانجھ نیں پتنگ کی ڈور کیل گیلیاں باندھ دیا کراں تھے ار سیر ے سیر ے پھیر تار لیا کراں تھے۔۔ ار میرے بھائی ہم نیں تو پتنگ پے دس سال کا چھورا بٹھا کے اڈا دیا تھا۔۔۔۔۔۔

یا بات سن کے میں تو ڈھینڈ ے ڈھینڈ ے بچیا۔ ار بڈی مشکل تے ہانسی روکی۔۔۔ پھیر بھی کچھ بے یقینی تے پوچھیا۔ متین صاحب۔ دس سال کا چھورا پتنگ پے؟

کہن لاگیا۔ ہاں بھائی ہاں۔ کیوں نی ہو سکدا؟ گانٹھ آلا بانس لیا دو منے۔ ایبے بنا کے دکھا دیوں گا۔ (ایب مہارے جسے ماہتڑاں نیں کے بیرا کے کونسی گانٹھ آلا بانس مانگے سے ار وا ملے گا کڑے) یا تو وائے بات ہوئی۔

نہ نو من تیل ہووے گا۔ نا رادھا ناچے گی۔

کوئے بھی اسا کھاتا کونی تھا کہ متین اس کے بارے میں نہ جاندا ہو ار اس کام کا تجربہ اس نیں ناں کر راکھیا ہو۔ اس کے دھورے تو بھائیو۔ ہر بات کا جواب دھریا رہوے تھا ار وا بھی ثبوت گیلیاں۔ منے پہلے ء تھارے تیئں بھتا دیا تھا اک متین شہر کی چونگیاں کے محکمے میں نوکری کر یا کردا۔ ار اوڑے اس کے گیلیاں کام کرن آلے بھی اس کی عادتاں نیں جانیں تھے۔ ایک بریاں انہاں نیں متین تے ایک نصیحت کرن کی کوشش کری ار وا میرا بھائی مردے مردے بچیا۔ پر آفرین ہے اس پہ کہ اس نیں اپنی عزت پے کوئے حرف نی آن دیا۔ ہو یا کچھ نیوں اک دسمبر کا مہینہ تھا۔ سردی کھوب کڑا کے کی پڑے تھی۔

ایک جنے نیں اس تے کہیا۔ یار متین۔ یو جو چاچا اقبال سے نی۔۔۔۔ یو سردیاں میں بھی ورزش کر کے ٹھنڈے پانی گیل نہاوے سے۔ بیرا نی اس کا کے دماگ کھراب ہو ریا سے۔ (چاچے اقبال کی عمر بھی پچاس سال کے لگ بھگ تھی) پر اس کا ورزش کرن ار ٹھنڈے پانی گیلیاں نہان تے دور دور تیئں کوئے تعلق کونی تھا۔ بس یا بات سنن کی دیر تھی۔

متین بولیا۔ ’’ہاں بھائی۔ سیر ے سیر ے تازہ پانی تے نہان تے صحت ٹھیک رہیا کرے سے۔ میں بھی سیر نیں ورزش کر کے ٹھنڈے پانی گیلیاں نہایا کروں سوں۔ ار میں تو روز آنہ سو ڈنڈ بی پیلیا کروں سوں۔‘‘

وا بولیا اک اقبال تو کہوے سے کہ میں زیادہ ڈنڈ پیلیا کروں سوں۔

متین بولیا۔ ’’یو اقبال۔۔۔۔ یو تو میرے آگے کیل کا چھورا سے۔ یو میرا مقابلہ نہیں کر سکدا۔‘‘

بس پھیر کے تھا؟ شرط لاگ گی اسے بات پے۔

دن ار وقت بھی بندھ گیا۔ دو دن بعد متین ہاتھ میں تیل کی شیشی ار کاندھے پے جانگیہ دھرے پہنچ گیا۔ چاچے اقبال نیں کڑے آنا تھا۔ ایب متین نے جوش میں آ کے پہلے تو کپڑے تار کے جانگیہ بیریا۔ گات پے سرسم کا تیل لایا۔ مالش کری۔ چونگی پے بیٹھے سارے لوگ واہ واہ

کریں تھے ار اقبال کے ناں آن پے اس تیئں ڈرپوک ار بیرانی کے کے کہویں تھے۔ کہ واتو شرم تھے بھاج گیا ار دیکھو۔ متین موجود سے۔ متین نیں کچھ الٹی سلٹی ورزش کری ار پھیر نلکے تلے بیٹھ کے نہان لاگ گیا۔ ار پھیر نتیجہ نیوں لکڑیا کہ متین کے نمونیا ہو گیا ار اگلے پندرہ دن کھاٹ پے پڑیا رہیا۔

کدے کدے تو میتن اتنے گڑنگ پیل دے تھا کہ ہم نیں ہضم کرنا مشکل ہو جا کرے تھا۔ ارمھاری برداش کی حد ہو جا کرے تھی۔ سردیا ں کے دن تھے۔ سارے جنیں دھوپ میں بیٹھے کنوں کھاویں تھے۔ میں بولیا۔ یار متین۔ سنیا سے اک ہندوستان میں کنوں کونی ہوندے اوڑے تو نارنگی ار مالٹے ہوویں سیں۔

بولیا۔ ''کہ یاد کروا دیا ظالم تنے۔۔۔۔''

''بس کے بھتاؤں تنے۔ کے دن تھے وینھ بھی۔۔۔ جوانی پاٹی پڑے تھی۔ ایک بر مالٹے کھاں نیں جی کر گیا۔ شام ہون آلی تھی۔ سوچیا اک اپنے یار نواب صاب کے باغ میں تے مالٹے توڑ کے تازہ کھائے جاویں تو مزا آجے۔۔۔''

''بس پھیر کے تھا بی۔۔۔۔ میں پہنچ گیا باغ میں۔۔۔ ار لاگ گیا توڑن مالٹے۔ اک دم نیوں ہو یا اک بادل آگے ار پھیر مینھ برسن لاگ گیا۔ ار بالھ بھی جوراں گی چالن لاگ گی۔ بڑی مشکل تے مالٹے کٹھے کر کے چادر میں باندھے۔ ار سر پے دھر کے چال پڑیا۔ رستے میں کتے بھی ملے۔ تولا تولا درواجے پے پہنچیا تو دیکھیا کہ درواجہ تو بند سے۔ بس پھیر کاندھ پے کو کود ماری۔ (ایب نیوں اندازہ لاؤ کہ نواب بیلی تھا)۔ سر پے مالٹیاں کی گٹھڑی۔ کتے بھی پاچھے لاگ رے تھے۔ ان تے بھی لڑدا آیا۔ گھراں پہنچیا تو اندھیرا ہو لیا تھا۔ بابو گھنےء غصے میں تھا۔ پیشی پڑ گی۔''

بابو بولیا۔۔۔ ''کیوں رے موتی کے بچے۔۔۔ کڑے گیا تھا؟''

میں بولیا۔ ''بابو۔ بس نیوں ء مالٹے کھان نیں جی کرے تھا۔ نواب کے باغ تک گیا تھا۔''

بابو نے پوچھیا۔ ''کچھ لے کے بھی آیا سے اک نیوں ء جھک مار کے آ گیا۔''

میں بولیا۔ ''لیا یا سوں بابو۔''

پوچھیا۔ ''کتنے سیں۔''

منے کہیا۔ ''وینھ پڑے سے بھیتر لے کوٹھے میں۔ آپے دیکھ لیو۔''

ار جیب مالٹے تولے تو پورے سولہ من لکڑے۔۔۔۔۔۔۔

منے بڑی کوشش کری کہ کوئے تو اسا کام ہو جس میں متین نیں ہارنا پڑے۔ پر یارو۔ وا متین ء کے جو ہار مان لے۔ آخر سوچ سوچ کے ایک اسا کام ٹوھیا۔ جس میں منے لاگے تھا اک متین ہار جے گا۔

منے کہیا۔ یار متین صاحب۔ آجکل چوریاں بڑی ہون لاگ ری سیں۔ پر پولس آلے بھی ایب گھنے تیز ہو گے سیں ار نئے نئے طریقیاں گیلیاں چوراں نیں پکڑ لے سیں۔ چوری بھی برآمد کرا ویں سیں ار چور نیں جیل بھی ہو جے سے۔

کہن لاگیا۔ ''ارے بھائی۔ بڑی چوریاں کر راکھی سیں۔ پر کوئے سسرا پولس آلا نئیں پکڑ سکیا آج تیک متین نیں۔ پاکستان بنن تے پہلے کہ بات سے (یاد راکھیو اک متین بھوپال میں رہیا کردا پاکستان بنن تے پہلاں)۔ منچن آباد ار ڈونگہ بونگہ کے گاماں میں چوری کر کے واپس آجا کروں تھا۔ ار پولس بس ٹوہنڈی ء رہ جا کر دی۔ بس میرے تے پولس اتنی تنگ تھی اک جیب کسے چوری کا کوئے ٹوہ ٹھکانہ ناں ملدا تو فائل پے نیوں لکھ کے فائل بند کر دیں تھے۔۔۔۔۔ یو کام موتی ڈاکو کا سے۔۔۔۔''

بس ایب کوئے گنجائش کونی بچی تھی کہ میں کچھ اور پوچھدا۔ آج تے کوئے دس پندرہ سال پہلاں متین صاحب مھارے شہر تے صادق آباد بگ گیا تھا۔ ار اسکے بعد منے اسکے بارے میں کوئے بیرا کونی پاٹیا۔ جے میتن زندہ سے تو رب تعالی اس کی عمر لامبی کرے ار جے مر گیا ہو تو رب کریم اس نیں جنت نصیب کرے۔ ار اس پے اپنی رحمت کرے۔ (آمین)

ہریانوی کہبت۔۔

حاجی منشاد۔۔

بھاشا ار ساہتیہ مینھ کہبت کی اہمیت سدا رھئی سے۔اپنی بات نیں پر اثر بنان نیں کہبتاں عام برتی جانویں سیں۔پاچھلے دور مینھ ہوئے کسے واقعے یا کسے پرانی کہانی کا نتیجہ جو لگے بندھے برناں مینھ کسے نئے واقعے یا مسئلے کی بابت مثال کے طور پہ بیان کریا جاوے کہبت کہاوے سے۔

کسے تجربے نیں بیان کرن آلی ہر واہ بات یا مصرع جو پرسدھ ہو جے ار کسے نئے واقعے نیں تولن میں عام برتائی جاوے کہبت بن جے سے۔یا نیوں کہنا گھنا ٹھیک ہوگا۔کوئے جملہ مصرع یا شعر جو جیون کے بارے مینھ کسے اصول رویے یا حقیقت نیں نرملتا گیل بیان کردا ہو ار سب لوگ اس نیں عام بول چال مینھ آج کی تلنا کرن مارے برتن لاگ جیں تو واہ کہبت کہاوے سے۔

اس نیں ءِ عربی مینھ ضرب المثل۔انگلش مینھ سیئنگ کہیا جاوے سے۔
کہبت ار ضرب المثل میں کوئے انتر نھی ہوندا۔صرف بولی کا فرق ہو سے۔کہبت کی جمع کہبتاں ار ضرب المثل کی جمع ضرب الامثال ہو سے۔

کہبت پرسدھ لوک جملہ ہو سے جس مینھ سوجھ بوجھ۔سچائی، گیان ،بیوہار،تعلیم،روایتی اسٹائل مینھ پائے جانوی ہیں جو نسل در نسل آگے چالدے رہویں ہیں۔

کہبت، کسے بھی سوسائٹی کی علاقائی،سنسکرتی ار دھارمک تھیوریاں مینھ رچی بسی ہوئی بدھی مانتا پہ ٹکی ہوئی ہو سے۔

جو قدیم سماجی سوچ،لوک بدھی مانتا،سوسائٹی کے آپسی میل جول، سبھاء ار کسے بھی سماج مینھ رہنیئے لوگاں کی اقدار نیں ساہمنے لیانویں سیں۔

اِن تھے ہٹ کے پرانے رسم و رواج، بیہم، ار کہانیاں بھی کہبتاں گیل جری ہوئی ہوں سیں۔

کہبت سے لینگوتج مینھ نرملتا، گٹھتا ار کمیتا آجے سے۔کہبت ایک اِسا جملہ ہو سے جس نیں بدلے بنا جیوں کا تیوں لکھیا ار بولیا جاوے سے۔
گھنی بر کہبت بنانیاں کے ناماں کا عام آدمیاں نیں بیرا کونی ہوندا۔ گنے چنے لوگ ہوں سیں جو یوں جانیں سیں اک یوہ کہبت کس کوی کی لائین سے۔یا کونسی کہبت کس نیں جوڑی تھی۔

کسے لینگوتج کا گیان لینا ہو تو کہبتاں نیں سمجھنا انیواری ہو سے۔
ان کے بنا لینگوتج کے گیان ساگر مینھ اتر یاءِ نھی جاسگدا۔
ہریانوی مینھ بھی کہبتاں کا بہت بڑا اَبھنڈار لکھیا ہو یا سے۔
جو لگاتار ہریانوی پڑھنیاں آگے دھر دا رہوں گا۔

آ کاں کے آنب جام جئیں اَر آنباں کے آک
آٹا گوندے اَر ہالے کیوں سے؟
آگے دوڑ پاچھے چوڑ
آئی تیج بکھیر گئی بیج
اپکا مارے گا تو چھام میں گیڑے گا
ایک ہو پر نیک ہو
اصل تے بیاج پیارا
اندھا آگے رووے اپنے نین کھووے
اپکی نیند سووے اپکی نیند اُٹھے
اُتر گیا گھیٹی ہو گیا مٹی
اَپکا دُکھ گات میں اَر دوسرے کا کاندھ میں
ایک تن لاگے سو تن جانے
اَپکے لاگے جائے، کے جانے پیٹر پرائی

ایک لوہار کی سو سنار کی

اَپکا خقہ اَرا اَپکی مروڑ

اَپکی ہاتھ میں اوراں کی کانچھ میں

گنی شانی دو بار پووے اَر پھر بھی بھوکی سووے

جڑے جاٹ اُوڑے اے ٹھاٹھ

مندر میں جیلی کا کے کام

ساسو مراوے چور ار چور بہو کا بھائی

جس گام جانا نئیں اُس کا راہ کیوں پوچھے

منگتا نے تو ہر گھر جانا ہو سے

دودھ اَر پوت اللہ سب نے دیوے

پوت اور کپوت کے پیر تو پالنا میں اے دِکھ جے سیں

ماڑا دیکھ کے لڑیئے ناں اَر موٹا دیکھ کے ڈریئے ناں

بیہلی نین کاٹڑے مونڈے

بکرے کی ماں کد تک خیر مناوے گی

روندے جاویں اَر مریاں کی خبر لیا ویں

گھر کا جوگی جوگنا اَر باہر کا جوگی سادھ

کتے کا کتا بیری

جس کے لاگے وو ہے جانے

ڈھگی نہ بچھی اَر نیند آوے اچھی

گنجی کے نہاوے گی ار کے نچوڑے گی

سِر تے گنجی اَر کاکراں میں کلاں

چیل کے آلہناں میں ماس؟

چٹ منگنی پٹ بیاہ

توں آندری سے تو میں باہری سوں

ہالہ میں پھالا

گام بسیا کونی اَر منگتے پہلے آ گئے

بَن میں مورنا چا تو کس نے دیکھا

ہالیا جاوے نہ چالیا جاوے پھٹے منہ گوڈیاں گا

اَن دوشی کا دوش

بیاہ نہ سگائی پکڑن لاگیا کلائی

جیسا بیج بووے گا اُوسا اے جامے گا

دھی اے تتنے کہہ سناؤں بیوڑے توں کان کر

ہیلی ہیلی گا دڑی شکار منڈے کھئے' ایک منڈا چھوڑ گئی ار روز ڈنڈے کھئے

منہ لائی ڈومنی گاوے تال بے تال

توں بھی رانی میں بھی رانی کون بھرے گا گھر کا پانی

ماں بھی ادھنی دھی بھی ادھنی کون لیاوے گا مہارے پانی کی مگھنی

جسے ہم اوسے مہارے سگے' اُن کے اونٹ نہ مہارے ڈھگے

سانپ کا بچہ سپولیا

منہ کھاوے آنکھ شرماوے

ماں پھرے چوتھی چوتھی اَر بیٹا بٹیوڑے ءبخش دے

بلی کے بھاگیں چھینکا ٹوٹیا

کٹیا چھوٹی با بے گھنے

رانڈ تو رنڈیپا کاٹ لے لنگواڑے نیں کاٹن دیندے

سانپ لکڑ جا آگے تے' پٹتی پھر لکیر نینھ

ہمسایہ ماں جایا

ہانسی کی پھانسی

نو نقد اچھے تیرہ اُدھار کچھ نہیں

میٹھے بول کا کچھ نہ مول

چوری کا گڑ میٹھا

چوراں نے پڑ گئے مور

ٹھگ نے ٹھگ سو کوس پے بھی پچھان لے سے

مفت کا تیل تو جھولی میں بھی گھلا لے

اُتر گئی لوئی کے کرے گا کوئی

بڑ بیری اے تیرے کھٹے مٹھے بیر تو رے تھے چا کھے کوئی لیے جیب میں گیئر

ساسو نہ سوسرا گھر لاگے ستھرا

بندی بوہاری تو پنسیری نے بھی ڈگیا دے اے

بکری دودھ دیوے گی' دیوے گی میگنے کر کے

وقت کی نماز اَر بے وقت کے دھکے

گھراں چھا ہو تو باہر بھی چھا ہو

☆☆☆☆

ہریانوی لوک گیت

تحریر: وقار شاکر راؤ

دنیا مینھ جتنی بھی زبان بولی جاویں سیں ہر زبان کا اپنا ادب ہو سے۔ ادب بھی دو ڈھال کا ہو سے ایک تو واہ ادب جو شہراں میں رہن آلے پڑھے لکھے لوگاں کا ادب جو لکھیا جاوے سے ار واہ کتاباں میں بھی چھپیا ہو سے۔ ار ایک ادب ہو سے گام دیہات کے رہن آلے لوگاں کا ادب یوہ ادب گاماں مینھ رہن آلے سیدھے سادھے ان پڑھ لوگاں کا ادب ہو سے راس مار کا یوہ کدے بھی لکھیا ہو یا نھی ملدا۔

یوہ تو بس پیڈھی دھر پیڈھی چالے جا سے ایک پیڈھی اپنے سے پہلڑی پیڈھی سے سن کے یاد کرے سے ار پھیر اُن پہ سے اُن کی اگلی پیڈھی لے لیے سے۔ یوہ ادب نیوں چالدار ہوے۔ ہریانوی زبان کے بولن آلے ہجرت کر کے پاکستان آئے تو اپنے گیل یوہ لوگ ادب بھی لیائے۔ بکھت گجردا رہیا ار ہجرت کر کے آن آلیاں کی چوتھی پیڈھی آئی۔ ہریانوی لوک ادب 1990ء لگ تو سارا نیوءِ چالدار رہیا 1990ء کے بعد سے ایب لگ الیکٹرونک میڈیا ار سوشل میڈیا آن پاچھے لوگ ادب نیں چھوڈ دے گئے ار ایب آ کے تو حالت یوہ ہو گی کہ نئی نسل نیں نہ تو اپنے لوگ ادب سے پیار رہیا نہ رسم رواج سے ہم نیں سوچیا کہ ہم آخری پیڈھی ساں جن نیں اپنا لوک ادب کا بیرا سے۔ جے یوہ ہم نیں لکھیا نھی تو آن آلی نسلاں پہ یوہ سب کچھ کھتم ہو جے گا۔ اس باری اس لوک ادب نیں لکھ کے سامھن کی کوسس کر رہے ساں۔

ہریانوی لوک ادب کے مینھ کہانی، قصے، لوری، گیت سب ءِ کے سے پہلاں ہم بات کراں گے ہریانوی کے لوک گیتاں کی۔ گیت بھی گھنے ڈھال کے سیں

ہر خوشی کا موقع کے نیارے گیت سیں

گیت ہر رسم کے نیارے ہو یا کریں سیں

ار رسم رواجاں کے حساب تھے ہم باری باری ساریاں کا ذکر کراں گے ار گیل گیل جڑی مڑی بات اِن رسم رواج کی بھی کراں گے۔

(گود بھرائی کی رسم)

ہم سب تھے پہلاں بات کراں گے گود بھرائی کی رسم کی، بہو کا پہلی بر پیر بھاری ہون کا بیرا لاگن پاچھے گود بھرائی کی رسم ہو سے۔ بہو کے باپ کیاں سے بہو کے بنڑا کے ار سارے گھر کیاں کے کپڑے مٹھائی آوے سے۔

بہو نیں سنگار پہرا بیچ مینھ بٹھا دیں سیں بڈ بڈی بوڈھی سر پہ ہاتھ پھیر کے دعا دیویں ار دیرانی، جٹھانی نند گیت گاویں سیں، ار نند اپنی بھابھی سے بدھائی مینھ کے مانگے میں بھاوج اپنی نِنداں جو مرے پوگے دان کرے سے۔ گود بھرائی کی رسم میں ایک گیت جس مینھ بھاوج اپنی نند سے تکرار کر ری سے ہنسی مجاق مینھ

(گود بھرائی کا گیت)

روپیا مانگے نندی لال کی بدھائی
روپیا مانگے نندی لال کی بدھائی
ایک روپیا میرے سسرے کی کی کمائی
اٹھنی لے لے نندی لال کی بدھائی
روپیا مانگے نندی لال کی بدھائی
ایک اٹھنی میرے جیٹھ کی کمائی
چونی لے لے نندی لال کی بدھائی
روپیا مانگے نندی لال کی بدھائی

ایک چونی میرے دیور کی کمائی
دوونی لے لے نندی لال کی بدھائی
روپیا مانگے نندی لال کی بدھائی
ایک دوونی میرے پیا کی کمائی
ٹھوسا لے لے نندی لال کی بدھائی
روپیا مانگے نندی لال کی بدھائی

اس گیت میں بھاوج اپنی نند گیل ہانسی مجاق میں دان کرن پہ تکرار کرے سے ار یوہ تکرار گیت کی صورت میں جد مانس سنے سے تو اصلی مجا تو پھیرءِ آوے سے۔ ی ینھ گیت مھاری ثقافت میں ان گیتاں گیل خوشیاں کا مجا گھناءِ بدھ جے تھا اسے راسے موکیاں پے سالہا سال کے لڑے ہوئے بھی اپنی لڑائی بھول کے ان خوشیاں کا سواد لیا کریں تھے۔

(گود بھرائی کی رسم)

جچا کی چٹوری جیبھ جلیبی مانگے سے
جچا کی چٹوری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
اِس کے سرے نیں گہنے دھر دیوا لے
اِس کی ساسو کا لا دیو مول جلیبی مانگے سے
جچا کی چٹوری جیبھ۔۔۔۔۔۔۔۔
اس کے دیور نیں گہنے دھر دیوا لے
اِس کی دیورانی کا لا دیو مول، جلیبی مانگے سے
جچا کی چٹوری جیبھ۔۔۔۔۔۔۔۔
اس کے بالم نیں گہنے دھر دیوا لے
ایب کے ساری عِلبتا دیوں کھول جلیبی مانگے سے
جچا کی چٹوری جیبھ جلیبی مانگے سے

اس گیت مینھ سکھی سہیلی کسی سوہنی طریاں ناچ گانے جچا کے سسراڑ آلیاں نیں ساریاں نیں کیو کر رگڑا لا دیے سیں ار جے سا مین سسنے تو سن داءِرہ جے۔

(جنم گیت)

روہتک مینھ بنے سے مٹھائی
جچا نیں بھاوے بالوشاہی
سسر میرے پے کیسے منگواؤں
سسرے کی مندی کمائی
جچا نیں بھاوے بالوشاہی
روہتک مینھ بنے سے مٹھائی
جچا نیں بھاوے بالوشاہی
جیٹھ میرے پے کیسے منگواؤں
جیٹھ کی اوت لگائی
جچا نیں بھاوے بالوشاہی
روہتک مینھ بنے سے مٹھائی
جچا نیں بھاوے بالوشاہی
دیور میرے پے کیسے منگواؤں
دیور نیں کر لی لڑائی
جچا نیں بھاوے بالوشاہی
روہتک مینھ بنے سے مٹھائی
جچا نیں بھاوے بالوشاہی
نندویا پے کیسے منگواؤں
نندلو بھن بھتائی
جچا نیں بھاوے بالوشاہی
روہتک میں مینھ بنے سے مٹھائی

بچا نیں بھاوے بالوشاہی

پتی میرے پے اے میں منگواؤں

پتی کی بیل بدھائی

بچا نیں بھاوے بالوشاہی

روہتک مینھ بنے سے مٹھائی

بچا نیں بھاوے بالوشاہی

سائی تے اولیایا اے مٹھائی

گیل مینھ لیایا حلوائی

بچا نیں بھاوے بالوشاہی

روہتک مینھ بنے سے مٹھائی

بچا نیں بھاوے بالوشاہی

ہریانوی لوک گیتاں مینھ بات' مجاق سب کا ہووے سے ار ان گیتاں کے مینھ بھی

رشتیاں کا مان سمان ہووے سے۔ جیوکر اس گیت میں جد سر کی بات کری تو گیلے اس کی تھوڑی کمائی کہہ دی۔ ار جیٹھ کی بات آئی تو جیٹھ نیں چھوڑ کے جٹھانی پہ بول مار دیا جیٹھ کا رشتہ بڑا تھا اس کا مان را کھ لیا ار جٹھانی اوت بنا دی۔

نندویا کا ذکر کریا تو نند کی برائی بھتا دی اک واہ تو لوبھن سے۔

ساریاں سے پاچھے آ کھر مینھ کہہ دیا کہ میں تو اپنے پتی پے اے منگا والیوں، اسے کی تو بیل بدھائی سے مطلب اسے کی نسل بڑھی سے ار پھیر اس کی بڑائی بھی کر دی اک واہ تو بیائی کی مٹھائی سنان آلے حلوائیاں اسے گھر اں لیایا تو مھارے لوک گیتاں نیں جسے سن کے دیکھ تو بیرا لاگے نیں بکھت ساری لگائی رل کے نیں گانویں سیں تو بوجھو مت کیسا سواد آوے سے۔

گود بھرائی کے گیتاں سے جو کبھی بات ہو لی ایب اگلی رسم ہو سے بالک جامن کے باد ''چھٹی'' کی جد بالک چھ دن کا ہو جے تو پھیر اس کے بال تر وائے جاویں سیں ار بالک نیں نھواویں سیں۔ ار گیل گیل گیت بھی گاویں ساری لگائی رل کے۔ ار چھٹی پے بال تارنیا نائی بھی بالک آلیاں پے مونہہ مانگیا دان لیوے سے۔ اس رسم کا چھٹی کا ایک گیت گھناءِ ستھرا جو اس رسم پہ گایا جاوے تھا۔

(چھٹی کا گیت)

تا تا پانی اے سمندراں کا

پوتا تھا ئیوا اے مھارے دادا کا

تا تا پانی اے سمندراں کا

بیٹا تھا ئیوا اے مھارے تاؤ کا

تا تا پانی اے سمندراں کا

بیٹا تھا ئیوا اے مھارے باپو کا

تا تا پانی اے سمندراں کا

بیٹا تھا ئیوا اے مھارے چاچا کا

تا تا پانی اے سمندراں کا

بھائی تھا ئیوا اے مھارے بھائیاں کا

تا تا پانی اے سمندراں کا

بیٹا تھا ئیوا اے مھارے پھوپھا کا

تا تا پانی اے سمندراں کا

بھینجا تھا ئیوا اے مھارے ماما کا

تا تا پانی اے سمندراں کا

سالا تھا ئیوا اے مھارے جیجا کا

☆☆☆

رچنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نوشاد قاصر

آج ملیا تو واہ نھی بولیا کے کردا میں
دل کا بھیت جما ں نھی کھولیا کے کردہ میں
پیار محبت دیوے تھا واہ، پر مالک تھا
سب کچھ آدھ ادھورا تو لیا کے کردا میں
بیرن لال لکھیر تو اس مینھ دُھر لگ تھی
گنڈاتو جی بھر کے چھولیا کے کردہ میں
اس برگا کوئے اور نھیں تھا ناٹدا کیو کر
دینا پڑگیا دل بن مولیا کے کردا میں
سوچاں کے کمرے مینھ بڑگے سانپ بکھیرے
جی تو بھتیرا رات نیں ہو لیا کے کردا میں
کالھ منے سمجھایا تھاواہ مانیا کونی
آڈے ہاتھاں گیلے دھو لیا کے کردا میں
اُڈ تو چکور کی ڈھالاں لیندا پر کونی تھے
چاند بھتیرا چھات پہ ڈولیا کے کردا میں
نیوں نھی بیرا کون تھا قاصر منے رُواگیا
یار سمجھ کے گھنا مکھو لیا کے کردا میں

☆☆☆

رچنا۔۔۔۔۔(راؤاسلام ناصر)

ہونا تھا جو واہ تو ہوگیا
یوھے سوچ کے میں بھی سو گیا

بر سیا تو نیو کھل کے برسیا
بادل منہہ پھولاں کا دھو گیا

باتاں میٹھی میٹھی کر کے
آج تو واہ موتی سے پروگیا

بچپن کی بچھڑی گلیاں مینھ
کے بیرا دل کت سی کھو گیا

منے ہنسدہ دیکھ کے ناصر
’’جل جل کے واہ کولا ہو گیا ،،

جاکے واہ نھی بوڑھیا ناصر
دل تو ہجر کی جنگ بی جھوگیا

☆☆☆

رچنا۔۔۔۔۔(رانا تاج مرسلین)

مردے کٹدے بھائی بھائی کے کردے
دو کھوڈاں پہ یار لڑائی کے کردے

ٹھنڈے سیلے بھاویں تھے پرغیرت پہ
میرے برگے لوگ سمائی کے کردے

دل کے بھیتر گھاء تھا عشق پرانے کا
بید تھے سب بیکار دوائی کے کردے

جن نے موج منائی باپ کے ٹکڑے پہ
بے کرتوتے پوت کمائی کے کردے

تیری فوٹو گیلے دکھ سکھ کردے رہئے
دیندے رہئے دن رات دھائی کے کردے

برفاں برگی ہو سے ٹھنڈ دسمبر کی
لے کے تیری یاد رضائی کے کردے

تاج سے ہم یوسف کے پیروکار اں مینھ
پھیر کسے کے گیل برائی کے کردے

رچنا۔۔۔۔رانا حسیب الحسن حسیب

آدھے یار بکھت کے پٹھو آدھے سانپ کے چیلے سیں
پر تیں دل ناں چھوٹا کریے موسم تیرے گیلے سیں

اور کسے کی ہونڑ تھے پہلاں ایک بار آ کے دیکھ تو لے
دیکھ تو آ کے تیرے مارے کتنے پاپڑ بیلے سیں

تنے دیکھن کھاتر اتنی دنیا ترسی بیٹھی سے
نیوں لاگے سے گام کے ہر ایک موڑ پہ لگ رہے میلے سیں

آنکھاں میں تو رنگ برنگے ڈھیر پڑے سیں سپنیاں کے
دل کے بھیتر چاروں کانی جم رہے دکھ کے ٹھیلے سیں

تڑکے ء تڑکے لکڑیے چھوری شام نیں جانا ٹھیک نہیں
مھارے گام میں باغ نہیں سیں سارے جھاڑ اور بیلے سیں

رھن دے سب نیں جانوں سوں میں کون سے کتنے پانی مینھ
میرے گیلے گام کے سارے چھور کبڈی کھلے سیں

☆☆☆☆

رچنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ساجد شام)

یاد منے بس آنکھ انگوری رہ جے سے
بات جو کرنا چاہوں پوری رہ جے سے

تیلی لاؤں دفتر کی مجبوری کے
ماں جو کھواوے چاہ تھے چوری رہ جے سے

اسکی نظراں میں بھی کوئی جادو سے
جد والکھاوے بات ادھوری رہ جے سے

دنیا ہو سے بیچ مینھ جیا تھے فوٹو میں
گیل کھرے ہوں پھیر بھی دوری رہ جے سے

ہجر کے آنجھو ملن کا سرمہ تھو جیں سیں
پھیر آنکھاں میں بس مجبوری رہ جے سے

ایک بر سُپنے مینھ وینھ آنکھاں آجیں تو
مہینے لگ یوہ جیون نوری رہ جے سے

☆☆☆☆

رچنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔(راناوکیل انجم)

آنے تھے پر اتنے تولے کیوں آئے
ٹیم تھے پہلاں سر مینھ ڈھولے کیوں آئے

ایڑھ پڑی تو پُو ٹھے پیراں بھوڑ لیے
یار مرے بھاگے مینھ ہولے کیوں آئے

بیرا نھی کے بیر تھا میری روزی تھے
کنکاں کٹدے آگ بگولے کیوں آئے

سوچ مڑا سا دل کی رشتے داری تھی
تیرے میرے بیچ بچولے کیوں آئے

آپس آلی بات تھی جے کر بھائیاں مینھ
گالاں کے مینھ گھر کے رولے کیوں آئے

جگ مینھ جد ہر چیز نخالص سے انجم
دکھ میرے لگ پھیر نرولے کیوں آئے

☆☆☆☆

رچنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔کنور واجد علی

اپنی جات پچھان
بخت لاگ رھیا جان

پھیر ملے گا یار
ریت برہ کی چھان

ہجر کا ایڑھا گیت
لاگ رھے پنچھی گان

یاد کا برسے مِینہہ
دید کی چھتری تان

ایکلے پن کی پن کی ڈین
آوے جی نیں کھان

میرا روپ سروپ
دکھ لگ رھے برتان

وانہیں آیا یار
واجد نیں سمجھان

☆☆☆☆

رچنا۔۔۔۔۔۔شاہد جامی

واہ رے بولے کالے کاگ
تیرے سے بولن کی لاگ

جس پہ بی اعتبار کریا
واھے لکڑیا کالا ناگ

چینی چاہ ار پیزے رہ گے
چُھٹ گیا گُڑ لسی ار ساگ

رس گھولے تھا کاناں میں
لے بیٹھیا واہ دیپک راگ

دنیا تیرے کام کی نہیں
تیں سادھو سا دنیا گھاگ

گلی گلی نچوا دے سے
جس کے لاگے پیار کی لاگ

چار دناں کی دنیا سے
پھیر نہی کھلنی آنکھاں جاگ

عید کے دن سیں آبی جا
پھونک دے نوکری لا دے آگ

روج بکھووے جامی نیں
جاندا رہ جنگل نیں کاگ

ہریانوی نوحہ۔۔۔۔۔۔رانا اکرم شاد

آنجھو ماتم سدا کریں گے زینب تیرے بیراں کا
دونوں جگت مے کے رہ گیا سے ظالم شمر شریراں کا

بھورا ترس نھی آیا اُس نے پاک نبی کے پیاریاں پہ
پہرے لا دیئے پانی پہ ار ڈھایا ظلم اخیراں کا

رنگ یزید کا پیلا پڑگیا کانبیا تخت حکومت کا
ہویا دیکھ اثر زینب کے خطبے ار تقریراں کا

تاتی ریت بلے کربل کی پیر سکینہ کے زخمی
لیلا امبر پیلا پڑ گیا دیکھ کے حال اسیراں کا

ہاتھ جماں نھی کانبے انکے ڈھائے جلم مصوماں پہ
ننھے اصغر پہ کیو کر تھا مینھ بر سایا تیرا ں کا

اکرم تیں کے منے دیکھے اس نیں دنیا مانے سے
صدقہ سارے کھارھے جگت مے سیدزادے پیراں کا

☆☆☆

ماں بولی کا گیت

رانا ایم ادریس۔۔۔۔۔۔(لودھراں)

اپنی ماں بولی نے ایب ہم دنیا مینھ پھیلاواں گے
لکھ لکھ کے ہم گیت سُرچنا ماں بولی مینھ گاواں گے
ماں بولی مینھ لکھاں گے ہم ،ماں بولی ء بولاں گے
اس پہ لاگے سارے تالے،اپنے ہاتھ سے کھولاں گے
ایم اے ایم فل پی ایچ ڈی ہم،اس مینھ کر کے دکھانواں گے
لکھ لکھ کے ہم گیت سُرچنا،ماں بولی مینھ گانواں گے
جس نیں اپنی بولی چھوڑی،ہوگیا میل ختم اس کا
اس کی پچھان کتے نھی ہوندی،ہوجے کھیل ختم اس کا
سوئی قوم پڑی سے اپنی ،اس نے ایب جگانواں گے
لکھ لکھ کے ہم گیت سُرچنا،ماں بولی مینھ گانواں گے
واہ دن بھی کوئے دور نہیں سے،بجیں گے اسکے ڈھول اُرے
گاویں گے سب ماں بولی کے،میٹھے میٹھے بول اُرے
فلم ڈرامے ٹی وی چینل ،اپنے آپ بنانواں گے
لِکھ لِکھ کے ہم گیت سُرچنا،ماں بولی مینھ گاواں گے
ہجرت کر کے آئے بھائی ،ہریانے تھے سارے سیں
ماں بولی تھے پیار کرنیئے ،ہم نیں جان تھے پیارے سیں
نوھرہ ہم ادریس سجا کے،سب کا میل کرانواں گے
لکھ لکھ کے ہم گیت سُرچنا،ماں بولی مینھ گاواں گے

☆☆☆

رچنا۔۔۔۔۔۔۔۔اخلاق احمد راؤ

اپنی آنکھاں کھول کے دیکھ
موتی ساں ھم رول کے دیکھ

میرے دل مینھ کون رھوے سے
دل کا بارنا کھول کے دیکھ

ناطے سارے بڈھیا ھوسیں
پھیر بھی یار ٹٹول کے دیکھ

بات میری ان تولی کونی
تاکھڑی ٹھا ار تول کے دیکھ

لکڑیے گی بس تیری مورت
بھیتر تھے دل چھول کے دیکھ

جان اخلاق چھڑک دیاں گے ہم
اک بر پیار تھے بول کے دیکھ

☆☆☆

رچنا۔۔۔۔۔۔مجاہد ننکانوی

ایڑھی راہ سے سکر دوپہر
میں ار جلدے بلدے ڈھیر

چاند ستارے ار سورج
کس کس کا میں پینڈا زہر

دیکھن آلے کے جانیں
کتنی ڈونگھی سے یوہ نہر

باندھ لی ماں نے لاٹھی گیل
پوت بسیا جد جا کے شہر

سپنیاں کے اس جنگل مینھ
دکھ کی چھاں سے آٹھوں پہر

عشق مجاہد بگڑیا ریچھ
پکڑنیاں اوٹے گا قہر

☆☆☆☆

سُر رچنا.......

سن سینتالیس کا ایک واقعہ۔۔(راؤ سعید اجمل)

بن تہوار کے آئے ہولی
چاروں اوڑ تھے چالی گولی
ہانسی مینھ اعلان ہو یا تھا
سکھاں کا گھمسان مچیا تھا
مھارا پاکستان بنیا تھا
چال پڑے بن بن کے ٹولی
چاروں اوڑ تھے چالی گولی
دو مات پتا تھے ٹولی مینھ
بالک تھا جن کی جھولی مینھ
بھاجے تھے کاکا رولی مینھ
پڑ جو گئی تھی ھولا تولی
چاروں اوڑ تھے چالی گولی

سکھ جو دھاوا بولن لاگے
بالک نیں بھی مارن لاگے
راموں جاٹ نیں ڈاٹن لاگے
کاٹ گرے نیں تولی تولی
چاروں اوڑ تھے چالی گولی

مات پتا نیں کاٹ تکیں تھے
ایک دوجے کی باٹ تکیں تھے
تینوں سکھ ار جاٹ تکیں تھے
راموں نیں بھر ٹھایا کولی
چاروں اوڑ تھے چالی گولی

سکھ دیکھیں تھے راموکا نھی
رامونیں کیوں بات نھی مانی
اور کے لاوے گا یوہ بانی
بالک کی بھر بیٹھیا کولی
چاروں اوڑ تھے چالی گولی

رامونیں تلوار چلائی
تیناں کی سرٹی سی اُڑائی
بالک پرے پڑیا بلکے تھے
ٹھاکے بھاج پڑیا واہ تولی
چاروں اوڑ تھے چالی گولی

گھر آ کے اس کا نام دھریا
یسن تھے تاجو رام کریا
رب نیں بھول گیا رام رٹیا
عید نیں بھول مناوے ہولی
چاروں اوڑ تھے چالی گولی

☆☆☆☆

راجپوت برادری کا سپوت

ہاکی اولمپیئن (راؤسلیم ناظم)

راجپوت سپوت جس میدان میں اُترے اپنی جرات اور نمایاں نظر آئے۔شعبہ کھیل بھی راجپوتوں سے خالی نہ رہا۔کوئی کھیل ہاکی کا ایک تابندہ ستارہ بن کرابھرنے والے سابق ہاکی اولمپیئن راؤسلیم ناظم ہیں۔نرم اور دھیمے لہجے میں گفتگو کرنے والے راؤسلیم ناظم اپنے موقف پر آہنی چٹان کی طرح ڈٹ جاتے ہیں۔نرم لہجے میں بھی دلائل کی سختی محسوس ہوجاتی ہے۔اصولوں پر سمجھوتہ نہ کرنے کی وجہ سے پاکستان ہاکی فیڈریشن کے مرکزی عہدوں تک نہ جاسکے اور قومی ٹیم کی کوچنگ اورفیصل آباد ڈویژن ہاکی ایسوسی ایشن کی سیکرٹری شپ تک محدود رہے۔آج کل سابق اولمپیئنز کی نمائندہ تنظیم ''پاکستان اولمپیئنز فورم'' کے پلیٹ فارم سے حق وصداقت کا پرچم سربلند کیے ہوئے۔

راؤسلیم ناظم ضلع روہتک (انڈیا) کے گاؤں کاہنور کے راؤناظم علی خان ڈپٹی کلکٹر ایری گیشن ضلع دارگورداسپور کے گھر دکنگن پور، میں یکم جنوری 1955ء میں پیدا ہوئے۔ان کے خاندان میں ہاکی کا کوئی کھلاڑی نہیں تھاالبتہ قیام پاکستان سے قبل والدمحترم اسلامیہ کالج میں ایتھلیٹ کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے۔میکسیکو اولمپک 1968ء میں پاکستان نے اپنا پہلا میچ ہالینڈ سے کھیلا۔اُس زمانے میں ریڈیو پر براہ راست کمنٹری نشتر ہوتی تھی۔کمنٹری سنتے وقت جوسنسنی خیزی پیدا ہوئی اُس نے راؤسلیم ناظم کوہاکی کھیلنے پرآمادہ کیا۔اسکول کے زمانے میں محمد بشیراوررانا عبدالروٗف ابتدائی استاد تھے۔

1969ء میں سرگودھا بورڈ کی ہاکی ٹیم کے لیے ٹرائل دیئے گئے تو اس وقت سرگودھا بورڈ راولپنڈی، چکوال اوراٹک سمیت ایک وسیع ریجن تھا۔راؤسلیم ناظم جماعت نہم کے طالبعلم تھے۔ٹرائل کے اختتام پر ٹیم مینجر اورسلیکٹر اکرم نیازی نے یہ کہہ کرسلیکٹ کیا کہ آپ کا انداز انڈیا کے معروف اولمپک کھلاڑی بابوسنگھ سے مائل ہے۔اس تبصرے نے ہاکی کی محبت اورکھیل میں محنت کے جذبے کومزید بڑھادیا۔

1972ء میں سرگودھاڈویژن کی نمائندگی قومی ہاکی چیمپیئن شپ میں کی سب سے پہلے وہ 1974ء میں مشرقی افریقہ کے دورے پرجانے والی پاکستان یوتھ ٹیم کا حصہ بنےجس کی قیادت سابق سیکرٹری پاکستان ہاکی فیڈریشن اولمپیئن اخترالاسلام کررہے تھے۔اُن کی عمدہ کارکردگی کی بنیاد پر 1974ء میں تہران میں منعقدہ ایشین گیمز کے لیے منتخب کیا گیا جس میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔آسٹریلیا کے دورہ پاکستان 1975ء میں بھی قومی ٹیم کا حصہ رہے۔تیسرے عالمی کپ کوالالمپور 1975ء میں سلور میڈل اوراولمپک گیمز مانٹریال 1976ء میں براونز میڈل حاصل کیا۔راؤسلیم ناظم نے 1975ء میں مغربی 'جرمنی' کے دورہ پاکستان اور 1976ء میں قائداعظم جشن صالانہ ٹورنامنٹ لاہور میں بھی قومی ہاکی ٹیم کی نمائندگی کی وہ سینٹر ہاف اوررائٹ ہاف کی پوزیشنز پرعمدہ کھیل کا مظاہرہ کرتے رہے۔انہوں نے اپنے انٹرنیشنل ہاکی کی مختصرمدت میں دوگولڈ میڈل،ایک سلور میڈل اورایک براونز میڈل حاصل کیا۔انہیں 1981ءتا 1988ءچیمپیئنز ٹرافی لاہور چھ ملکی ٹورنامنٹ فیڈرڈ اور چارقومی ٹورنمنٹ 'پیرس' میں نائب کوچ بھی نامزد کیا گیا تھا۔

1975ء میں نیشنل بینک آف پاکستان میں بطور سپروائزر ملازمت اختیار کی لیکن اگلے ہی سال پاکستان کسٹم میں بحیثیت پریوینٹر آفیسر تعینات ہوئے اس ملازمت پر والدین رضا مند نہ ہوئے جس کی وجہ سے 17 دن کے بعد ہی مستعفی ہوگئے اور دوبارہ

نیشنل بینک میں آفیسر رینک پر ملازم ہو گئے ۔ 2002ء میں وائس پریزیڈینٹ کی حیثیت سے گولڈ شیک ہینڈ لیکر ملازمت کا سفر اختتام تک پہنچا۔

راؤسلیم ناظم کے اکلوتے صاحبزادے راؤ احمد پراپرٹی بزنس سے منسلک ہیں جبکہ تین صاحبزادیاں ہیں

راؤسلیم ناظم رائٹ آؤٹ اولمپیئن خالد محمود سے اُن کے اسٹائل ،لیفٹ آؤٹ اولمپیئن سمیع اللہ سے ان کے مخالف ٹیم کی ڈی میں برق رفتاری سے پہنچے اور فل بیک اولمپیئن سہیل عباس سے ان کی پینلٹی کارنر پھینکنے کی صلاحیت سے بہت متاثر ہیں جبکہ وہ بریگیڈیئر (ر) منظور حسین عاطف کی انتظامی صلاحیتوں سے متاثر ہوئے۔

راؤسلیم ناظم ہاکی کی بحالی وترویج کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔اُن کا موقف ہے کہ پاکستان ہاکی فیڈریشن کا اسٹرکچر دو سطحوں پر مشتمل ہو۔پہلی سطح یوتھ اور نرسری پر کام کرے۔اس سطح پر جو افراد تعینات ہوں وہ مکمل آزادی کے ساتھ زمہ داریاں نبھائیں تاکہ ہاکی کا پول بڑھ سکے۔دوسری سطح سینئرز پر کام کرے۔

راؤسلیم ناظم کا خیال ہے کہ پاکستان ہاکی فیڈریشن گراس روٹ لیول پر کام کرنے والے افراد اور این جی اوز پر مستفید کر کے ان کی حوصلہ شکنی کی بجائے انہیں تکنیکی سہولیات فراہم کرے اُن کی رہنمائی کرے اور ان کے کام سے ہاکی کی بحالی وترویج میں استفادہ کرے۔

☆☆☆

اکبر الہ آبادی کے مشہور ہو جانے کے بعد بہت سے لوگوں نے ان کی شاگردی کا دعوی کیا۔ایک صاحب کو دور کی سوجھی۔انہوں نے خود کو اکبر کا استاد مشہور کر دیا۔اکبر کو جب یہ اطلاع پہنچی کہ حیدرآباد میں ان کے استاد کا ظہور ہوا ہے۔ تو کہنے لگے۔"ہاں مولوی صاحب کا ارشاد سچ ہے۔مجھے یاد پڑتا ہے کہ میرے بچپن میں ایک مولوی صاحب الہ آباد میں تھے۔وہ مجھے علم سکھاتے تھے اور میں عقل۔مگر دونوں ناکام رہے۔نہ مولوی صاحب کو عقل آئی اور نہ مجھے علم۔"

ایک مرتبہ کسی نے اکبر الہ آبادی کو ایک ٹوپی دکھائی ۔ جس پر قل ہو اللہ کڑھا ہوا تھا۔آپ نے دیکھتے ہی فرمایا۔"بھئی !بہت عمدہ ہے۔کسی دعوت میں کھانا ملنے میں دیر ہو جائے تو یہ ٹوپی پہن لیا کرو۔لوگ سمجھ لیں گے کہ انتڑیاں قل ھو اللہ پڑھ رہی ہیں۔

عنوان: تقریب رونمائی نوھرہ میگزین

تحریر: محمد فہیم مغل

سیکرٹری اطلاعات ونشریات نوھرہ پاکستان

ہریانوی بولی' اَدب' تہذیب ارثقافت کی نمائندگی تنظیم ''نوھرہ پاکستان'' کانھی تے ہریانوی بولی مینھ سہ ماہی میگزین ''نوھرہ'' کی گھٹی بڈھیا تقریب رونمائی

ہفتے آلے دَن 25 ستمبر 2021ء نیں مرکزی سیکرٹریٹ 'نوھرہ' تصویر محل یونیورسٹی روڈ ملتان مئں ہوئی۔

تقریب کے صدارت مشہور ماہرلسانیات' ادیب ارجنوبی پنجاب کے پہلے پی ایچ ڈی اسکالرآ درنیئے ڈاکٹر اسداریب نے کری۔تقریب کے خاص مہمان جنرل سیکرٹری راجپوت ویلفیئر ملتان آ درنیئے راؤ عمر فاروق تھے۔

وائس چیئرمین نوھرہ آ درنیئے راؤعمرحیات نیں ہریانوی نوّلی میں اسٹیج سیکرٹری کا کاج جماتئیں بڈھیاڈھال نبھایا۔

'نوھرہ' میگزین کے آ درنیئے مدیراعلیٰ راناتصویراحمد

ارآ درنیئے مدیراں مینھ محمداختر مرزا، ارنجمہ عثمان راؤ۔

ارآ درنیئے معاون مدیراں مینھ احمد سجاد بابر، رانا اکبرعلی چوہان، رانا اورنگزیب، رانامختیاراحمد، انورعلی رانا، راؤعمرحیات ارمینھ محمد فہیم مغل شیامل ساں۔

نوہرہ میگزین کی تقریب رونمائی مینھ کئی ڈھال کے کاماں مینھ نام کرنیئے گتھے ہورہے تھے۔

اَدرنیئے مہماناں کے نام ییئنھ سئں:

مشہورشاعر، مزاح نگارارکالم نگار پروفیسر خالد مسعود، صدارتی ایوارڈ یافتہ کالم نگار' شاعرارادیب شاکرحسین شاکر، روزنامہ پاکستان تے شوکت اشفاق، روزنامہ نوائے وقت تے سلیم ناز، روزنامہ جنگ تے راؤ اسد، سابقہ ڈائریکٹر ملتان آرٹس کونسل' ڈائریکٹر انفارمیشن' ایڈیشنل ڈی جی پی آر سجاد جہانیاں۔

تقریب رونمائی مئں مرکزی قیادت تے چیئرمین راناتصویراحمد، سینئر وائس چیئرمین رانامحمد اسلم ایڈووکیٹ، صدرادبی بورڈ نوھرہ رانا نوشاد قاصر، وائس چیئرمین راؤعمرحیات، وائس چیئرمین وفنانس سیکرٹری رانا اورنگزیب، جنرل سیکرٹری محمد اختر مرزا، سیکرٹری اطلاعات ونشریات محمد فہیم مغل، جوائنٹ سیکرٹری راؤ وقارشاکر ارممبر سپریم کونسل نوھرہ نجمہ عثمان راؤشیامل رہے۔

نوھرہ تنظیم گوجرانوالہ تے صدرراناشوکت علی چوہان، جنرل سیکرٹری رانا سخاوت علی خاں ارسینئر نائب صدرراناظفریاب شیامل ہوئے۔

تقریب تے خطاب کردے ہوئیں سب نیں کہیا اک یاھ نوھرہ کی ایک بڈھیا کوسس سئے ارہریانوی بوّلی تیئں اردو کی ماں بوّلی بی بتاہیاار ساری نوھرہ ٹیم کھاترنیک خواہشاں کا اظہارکریا۔

سارے ادرمان مہماناں تیئں سہ ماہی میگزین نوھرہ (جولائی، اگست، ستمبر 2021) بی دان کریا گیا۔

پروگرام کے آکھرمینھ آ درنیئے راؤعمرفاروق نیں دعاکروائی۔

دعاپاچھے چیئرمین نوھرہ راناتصویراحمد کانھی تے سانجھ کی روٹی کا چوکھا ستھرابندوبست کرراکھیا تھا' روٹی کھائیاں پاچھے سارے بھائی آپنی آپنی راہ ہولیے۔

☆☆☆☆

مادری زباناں کا سالانہ میلہ 2022

اختر مرزا

ساری دنیا مینھ ہر سال 21 فروری نیں ماں بولیاں کا دن منایا جاوے ہے۔ تو پاکستان مینھ بی یو دن گھٹے ء جوش گیلیاں منایا جاوے ہے۔ اس سال بی اکادمی ادبیات پاکستان نیں پاکستانی ار بین الاقوامی تنظیماں گیلے رل کے تین دن کا ایک میلہ، جو 18 فروری تے 20 فروری 2022 تئیں ہویا ۔ اس میلے مینھ وینھ سارے لوگ کٹھے ہوئے جنہاں نیں اپنی ماں بولی گیلے پیار ار محبت ہے۔ نیوں تو یونیسکو کے مطابق پاکستان میں 74 زبان بولی جاویں ہیں۔ پر ان مینھ تے تقریباً 15 زبان اسی ہیں جن کا لکھیا ہویا مواد موجود ہیں۔ باقی زباناں کے بولن آلے بوہت ء تھوڑے رہ گے سیں۔ ار ایک زبان تو اسی بی ہے جس کے بولن آلے 10 لوگ ہیں۔

راٹا تصویر کی محنت کا نتیجہ تھا کہ ہم نیں بی اس میلے میں جان کی ار ہریانوی ماں بولی کہ پہچان کران کا موقع ملیا۔ اس سلسلے مینھ نوہرہ تنظیم سید احمد شاہ صاحب کے بھی آبھاری ہیں کہ اُس بھائی نیں اس کام مینھ مھاری مدد کری۔ ہم 19 فروری کی شام نیں اسلام آباد پوہنچے ۔ وفد میں راٹا تصویر، چئیرمین/مدیر اعلی نوہرہ میگزین۔ نجمہ عثمان، مدیر نوہرہ میگزین ار اختر مرزا، جنرل سیکریٹری / مدیر نوہرہ میگزین شامل تھے۔

سبیرے اُٹھ کے ، ناشتہ کر کے ہم نیں اکادمی ادبیات کے دفتر کے باہر لاگے ہوئے سٹال دیکھے جِن مینھ اردو، پنجابی، سرائیکی، پوٹھوہاری، پشتو، بلوچی، براہوی ، بلتی، تورآولی ار سندھی زباناں کی کتاباں دھری تھیں۔ ہم نیں کتاباں دیکھی ار منے تصویر بھائی تے کہیا کہ اگلی باری جِب آواں گے تو ہم بی ہریانوی کی کتاباں کا سٹال لاواں گے۔ رب سوہنٹا ہم نیں توفیق دیوے کہ ہم اگلے سال تئیں دو چار کتاباں چھپوا لیاں۔

ساڑھے بارہ بجے کا ٹَیم ملیا ہم نیں جس میں ہریانوی زبان پے بات کرن واسطے سیشن ہوٹا تھا۔ ہم 12 بجے ء جا کے اس کمرے مینھ بیٹھ گے ۔ ایک ہور سیشن چالن لاگ رہیا تھا۔ ہم نیں وا سٹیا۔ ار پھیر مھارا پروگرام شروع ہویا۔ اس مینھ پنجابی، پوٹھوہاری، تورآولی ار ہریانوی زباناں پے بات ہونی تھی۔ راٹا تصویر بی سٹیج

پے بیٹھے۔ یقین کرو کہ دل اتنا خوش ہویا کہ آج ہم نیں قومی سطح پے اپنی ماں بولی کا تعارف کروا دیا۔ یو کام آج تے پہلاں نئیں ہو سکیا تھا۔ تو یو اعزاز بی نوہرہ تنظیم کے حصے ینھ آیا۔

راٹا تصویر نیں سب تے پہلاں ہریانوی زبان، اسکی تاریخ، ثقافت اور ادب کا تعارف کروایا۔ نوہرہ تنظیم ار نوہرہ میگزین کے بارے میں بھتایا۔ نوہرہ تنظیم کی طرف تے ہوݨ آلے پروگرام ، مشاعرے، ادبی محفل ار ثقافتی پروگرام کے بارے میں بی بڈی تفصیل گیلیاں روشنی گیری۔ ہال ینھ بیٹھے ہوئے لوگاں نیں بڈی دلچسپی گیلیاں انکی بات سُݨی۔ سیشن کے ختم ہوݨ پے کھاݨے کے وقفے میں باقی زباناں کے آئے ہوئے دوستاں گیلے ملاقات کری گئی۔ نوہرہ میگزین پیش کریا گیا۔ سارے دوستاں نیں ہریانوی زبان کی نمائندگی پے مھارے تے مبارک باد دی۔ سوات/بحرین تے آئے ہوئے زبیر تورآولی نیں اپنی کتاب "سربلند" پیش کرے مھار آدر مان بدھایا۔ ہم نیں سارے دوستاں تے وعدہ کریا کے اپ اپنی مادری زباناں کی خدمت کردے ہوئے سارے جݨے مل کے چالاں گے۔

☆☆☆

اکبر الہ آبادی دلّی میں خواجہ حسن نظامی کے مہمان تھے۔ سب لوگ کھانا کھانے لگے تو آلو کی ترکاری اکبر الہ آبادی کو بہت پسند آئی۔ انہوں نے خواجہ حسن کی دختر حسن بانو سے (جو کھانا کھلا رہی تھیں) پوچھا کہ بڑے اچھے آلو ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں اُس نے جواب دیا کہ میرے خالو بازار سے لائے ہیں۔ اس پر اکبر الہ آبادی نے فی البدیہہ شعر پڑھا۔

لائے ہیں بازار سے ڈھونڈ کے آلو اچھے
اس میں کچھ شک نہیں ہیں حور کے خالو اچھے

انٹرنیشنل کانفرنس برائے پاکستانی زبانوں کا لوک ادب

اختر مرزا

فروری کے مہینے مینھ ہوݨ آلے ماں بولی کے میلے میں ہم نیں کئی نئے بیلی بݨائے تھے۔ ان مینھ تے ایک عامر ظہیر بھٹی بھی ہے جوکہ نمل یونیورسٹی ، اسلام آباد میں فرانسیسی زبان کے لیکچرر ہیں۔ بوہت ء مخلص ار جَمائے سیدھے سادھے ماݨس ہیں۔ مارچ کے مہینے کے شروع مینھ ان کی طرف تے ایک اشتہار واٹس ایپ پے آیا۔ جس مینھ لکھیا تھا اک اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی ، اسلام آباد دو دن کی ایک انٹرنیشنل کانفرنس کراوے گی جسکا موضوع ہے "پاکستانی زباناں کا لوک ادب" بھٹی صاحب نیں کہیا اک اس کانفرنس مینھ ضرور شرکت کرو۔ منّے تصویر بھائی گیلیاں بات کری ار ہم نیں دو موضوع اپ اپݨے واسطے لے لئے۔

1۔ سانگ۔ پاکستان مینھ ۔ راݨا تصویر

2۔ راگنی۔ پاکستان مینھ ہریاݨوی لوک ادب کی ایک گمشدہ چھوری۔ اختر مرزا

کانفرنس کراݨ آلی کمیٹی نیں پہلاں ایک 300 لفظاں کا تعارف (A b s t r a t) مانگیا۔ جس نیں پڈھ کے کمیٹی نیں فیصلہ کرݨا تھا اک یو مقالہ منظور ہے اک نا منظور۔ ہم نیں اللہ کریم کا نام لے کے (A b s t r a t) ۔ بھیج دیا ار پھیر باٹ ڈیکھݨ لاگ گے منظوری کی۔ 8 مارچ نیں مھارے پے ای۔ میل آگی ۔ مھارا مقالہ منظور ہوگیا تھا۔ ار ایب ہم نیں 28 مارچ تئیں اپنا مکمل مقالہ کانفرنس کمیٹی تے بھیجݨا تھا۔ یقین مانو، دل بوہت ء خوش ہویا کہ ہم اپݨی ماں بولی نیں ایک انٹرنیشنل کانفرنس میں پیش کراں گے جڑے دوسرے مُلکاں کے ماݨس بھی آویں گے۔ ہم اپݨے آپ نیں کچھ نئیں سمجھدے بلکہ نیوں سمجھاں ساں اک یہنھ ساری کامیابیاں مھارے ہریاݨوی بھائیاں کی دعاواں کا نتیجہ ہیں ۔ ہم سارے جݨیں ایک مٹھ ہو کے اسے طریاں چالدے رہواں گے تو نیوں ء آگے بدھدے رہواں گے۔

18 مارچ نیں کانفرنس کا پورا پروگرام آگیا۔ جس میں میرا ، ار تصویر بھائی کا سیشن 31 مارچ 2022 نیں دن 45۔12 پے تھا۔ ہم نیں فیصلہ

کریا کہ 30 مارچ نیں سفر کرکے اسلام آباد پہنچا ار 31 مارچ نیں پروگرام میں شریک ہوواں۔ تو نیوں ہم 30 مارچ بدھ آلے دن 11 بجے چال کے سانجھ نیں چھ بجے یونیورسٹی پہنچ گے۔ ایک بات تو بھتاٹاء بھول گیا اک رستے میں جاندے ہوئے رات گذارنڑ کا انتظام کرنٹا تھا۔ تصویر بھائی نیں اپنٹے بیلی احمد شاہ نیں کہہ کے، اکادمی ادبیات کے ہاسٹل میں ایک کمرہ بک کرا راکھیا تھا۔ پر رستے میں ان کا فون آیا کہ کمرہ خالی نی ہو سکیا۔ لے او جی۔۔۔ ایب کے کراں؟ ہم دونوں پھیر لاگ کے رابطے کرنڑ۔ عامر بھٹی تے پھیر فون ملایا۔ اللہ اس کا بھلا کرے۔ اس نیں یونیورسٹی کے ایک بندے کا فون نمبر دیا اک اِس گیلیاں بات کر لیو۔ منے فون ملایا ار اُس تئیں کہیا کہ بھائی ہم کانفرنس میں شرکت کرنڑ واسطے آنڑ لاگ رے ہاں۔ مھاری رہائش کا بندوبست کرو۔ اس نیں کہیا کہ میں تھوڑی دیر بعد بات کروں گا۔ اس بھائی نیں بوڑھ کے فون کریا کہ ایب تو مھارے ہاسٹل میں جگہ کونی بچی۔ تھام نیں چاہیے تھا کہ پہلاں بکنگ کرواندے۔ ہم نے کہیا کہ ہم نیں کے بیرا تھا۔ ہم تو نیوں سمجھاں تھے اک تھامے آپے مھاری رہائش کا انتظام کروگے۔ ایب پریشانی بدھ گی تھی۔ اتنی دیر مینھ احمد شاہ کا پھیر فون آیا کہ میں ایک کمرہ اوپن یونیورسٹی میں کروا دیوں ہوں۔ تو ہم نیں رب کا شکر ادا کریا کہ چلو کام بنڑ گیا۔

اسلام آباد تے تقریباً 100 کلومیٹر دور ہوواں گے اک یونیورسٹی کے ہاسٹل تے پھیر فون آگیا۔ اس بھائی نیں خوشخبری سنٹائی اک منٹے اپنے سی۔ ای۔ او گیلے بات کری ہے ار انہاں نیں کہیا سے کہ تھاری رہائش کا انتظام یونورسٹی کے ہاسٹل مینھ ء کرنٹا ہے۔ ایب تو مھارا دل اور بی خوشی میں ڈانک مارنڑ لاگ گیا کہ کانفرنس ہال کے دھورے ء رہائش مل گی۔ اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل مسجد کے نیچے بنٹائی گئی تھی۔ ایڈمینسٹریشن کے دفتر ایب بی اسے جگہ ہیں۔ پر ایب نیا کیمپس بی بنڑ گیا سے۔

ہم نیں میں آفس تے ہاسٹل کا رستہ پوچھیا ار ہاسٹل میں جا کے ایک کمرے میں جا کے ڈھے پڑے کیوں جے تھک گے تھے۔ منٹے عامر ظہیر بھٹی کا شکریہ ادا کرنڑ واسطے فون کریا تو بیرا پاٹیا اک بھائی صاحب ایبے کانفرنس ہال مینھ ء سے

۔ منڑں کیہا کہ بھائی ہم نیں ملدا جا۔ بھٹی صاحب 15 منٹ میں مھارے دھورے پہنچ گے۔ مھارے واسطے او ، اپڑا پنجابی کا سفر نامہ " کافی، چاکلیٹ تے پرفیوم" لے کے آیا تھا۔ اپڑے آٹو گراف گیلیاں مھارے تے دی۔ ہم نیں شکریہ ادا کریا۔

رات کا کھاٹا کانفرنس میں آئے سارے آدرڑئیے مہماناں کھاتر اُسے گیسٹ ہاوس مینھ تھا۔ ہم تو بس اپڑے کمرے تے لِکڑ کے لان مینھ جا بیٹھے۔ بھٹی صاحب نیں کجھ دوسرے دوستاں گیلے تعارف کروایا ۔ نیوں پوٹا گھنٹا گذر گیا۔ پھیر یونورسٹی کے وائس چانسلر، اکادمی ادبیات کے چیئرمین ار باہرلے ملکاں تے آئے ہوئے لوگاں کی تقریر سنی۔ یونیورسٹی کے ایک چھورے ار اس کے استاد نیں صوفی کلام گا کے سنایا۔ اس کے بعد کھاٹا پیش کریا گیا۔ اسلام آباد میں رات کی اچھی خاصی ٹھنڈ ہو جے ہے۔ رات ہو لی تھی ار ہم اپڑے کمرے میں جا کے سو گے۔

سبیرے اُٹھ کے نیں کپڑے استری کراں ار ناشتے واسطے ہم نیں تھوڑی دور جاٹا پڑیا۔ ناشتے کے بعد آ کے کانفرنس ہال میں گئے۔ رجسٹریشن کرائی ار کتاباں کا سٹال دیکھیا۔ کجھ کتاب خریدی۔ مھاری پہلی ملاقات ڈاکٹر شیراز تے ہوئی۔ تعارف ہویا۔ تو بیرا پاٹیا کہ شیراز صاحب ضلع ڈیرہ غازی خان کی تحصیل تونسہ کے ہیں۔ بس پھیر کے تھا۔ ہم نیں ان تے علاقائی زبان میں بات چیت کری۔ میرے ایک بیلی کے ویہنھ دوست لِکڑے ۔ نیوں ایک اچھا رابطہ اور بڑ گیا۔ مھارا مقالے کا سیشن 45-12 پے مین ہال مینھ تھا۔ ہم نے سوچیا کہ جا کے دیکھا تو سہی ایب کوڑسا سیسن چالڑ لاگ رہیا سے ۔ کوئے آدھا گھنٹہ ہم نیں بیٹھ کے سڑیا ۔ ار پھیر رانا صاحب سگریٹ پیڑ ار یں دوبارہ بک سٹال پے آ گے۔ پاچھلا سیشن ختم ہویا تو ہم بی پاچھلی سیٹاں پے تے اُٹھ کے اگلی سیٹاں پے آ گے۔ اوڑے ء ہم نیں عامر بھٹی صاحب ار آصف راڻا جو پشاور یونیورسٹی تے آئے تھے ، دونواں گیلیاں دوبارہ سلام دیا ہوئی ار ہم کٹھے ء بیٹھ گے۔ مھارے سیشن کی صدارت سندھی کے پروفیسر منظور علی وسیرو نیں کرڑی تھی جو قائد اعظم یونیورسٹی میں پڑھاویں ہیں۔ مھارے سیشن میں پانچ مقالے تھے۔ سب تے پہلاں

میرا مقالہ پیش ہوݨ کا اعلان ہویا۔ ٹَیم کی کمی کا پہلے ء بھتا دیا گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں اپݨا مقالہ 20 تے 25 منٹ میں پورا پڑھ دیوں گا۔ پر منّے بس کل 12 منٹ ملے۔ اس واسطے بیچ بیچ یںنھ تے کچھ چھوڑ کے خاص خاص باتاں مہماناں تے بھتائی۔ راگنی کی تاریخ، راگنی لکھݨی ار گاݨی کد شروع ہوئی۔ لکھمی چند، جموا، دھنپت رائے، میر باگڑی تے لے کے حسینہ کلانت آلی ار محمودہ تیئں سب کے بارے میں بھتایا ار ان کی راگنی کے نمونے بھی سݨائے۔ ہال میں کوئے 150 کے قریب ماݨس ار لوگائیاں بیٹھی تھیں۔ راگنی کے بارے میں مھارے خیالات ار معلومات بہت پسند کری گئی۔

میرے بعد راݨا تصویر بھائی کا نمبر تھا۔ تصویر بھائی نیں ٹَیم کے بارے میں پہلے ء سݨ لیا تھا۔ جیاں مارے اُنھاں نیں اپݨی سپیڈ بدھا دی پر انکا مقا لہ کافی زیادہ لامبا تھا۔ سانگ کی اہمیت، سانگ کی تاریخ، مشہور سانگ ار سانگی کوݨ تھے۔ نیوں اُنھاں نیں بی درمیان یںنھ تے چھوڈݨا پڑیا۔ مھارے دونواں کے مقالے کی تعریف بہت سارے لوگاں نیں مھارے سٹیج پے تے تلے آݨ کے بعد کری۔ ہم بوہت خوش ہوئے ار دل نیں حونسلہ ہویا کہ ہم نیں ماں بولی کا قرض اتارݨ کھاتر کچھ تو کریا۔ مھارے سیشن کے بعد دوپھارے کا کھاݨا تھا۔ کھاݨا کھا کے، نئے دوستاں تے ملاقات کر کے ار ان کے نمبر لے کے ہم باہر لکڑ آئے۔

دوسرے ملاقات مھاری اکادمی ادبیات کے ہاسٹل میں ان کے سپرٹینڈنٹ گیلیاں تھی۔ ان کے گیلے بڈی اچھی ار لامبی ملاقات رہی۔ اس مارے مالے میں تصویر بھائی کے دوست احمد شاہ صاحب ۔ ڈپٹی سیکریٹری نیں مھاری مدد کری۔ یا بات بی ہریانوی بھائیاں واسطے خوشخبری سے اک ہم نیں اکادمی ادبیات پے ہریانوی افسانیاں کے ایک کتاب چھاپݨ کی بات پکی کرا لی۔ اس تے علاوہ پاکستانی زباناں پے تحقیقی مقالیاں پے ایک کتاب چھپݨ لاگ ری ہے ، اس یںنھ بی ہریانوی شاعری ار نثر پے دو مقالے لکھے جاویں گے ار اس کتاب یںنھ چھپیں گے۔

نیوں ہم کہہ سکاں ہاں اَک مھار اس باری کا اسلام آباد کا دورہ ہریانوی زبان کھاتر بڑا اچھا رہیا۔ مھاری امید ہے کہ جے سارے جݨے رَل کے اِسے طریاں کام کردے رہے تو بوہت تھوڑے دناں میں ہریانوی زبان نادرا کے کھاتے میں رجسٹرڈ ہو جے گی۔

ماں

گیان پرکاش وویک کا ہندی افسانچہ ہریانوی رنگ میں

ماں، ہریانوی ترجمہ: آکاش مغل

بس تے اُتر کے مَنّے گوجّی میں ہاتھ گھالیا۔ میرا تو مگج اے پھِر گیا! کِسے نیں گوجّی کاٹ لی تھی۔ نیوں تو کھیر گوجّی میں تھا بھی کے؟ نوں رپیئے اَر ایک چِٹّھی، جونسی مَنّے ماں کانی بھیجن کھاتر لِکھ راکھی تھی: ''میری نوکری چھُوٹ گی سئے، اِبّے میں پیسے کونی بھیج سکدا۔'' تین دِنیاں تے او کھت گوجّی اے میں پڑیا تھا، پوسٹ کرن نے جی اے کونی مانے تھا۔نوں رپیئے تو ہاتھاں تے گئے۔ نیوں بی نوں رپیئے ایسی کوئے گھنی بڈی رقم تو کونی تھی۔۔۔ پھیر بی جس کی نوکری چھُٹ گی ہو، اس کھاتر توویں نوں روپیئے سو رپیئے تے گھٹ کونی ہوندے۔تھوڑے دنیاں پاچھے۔۔۔ماں جی کا کھت ملیا۔ پڈھن تے پہلاں میں ڈر گیا۔ جرور پیسے بھیجن کھاتر لکھیا ہوگا، پر کھت پڈھ کے میں ہکّا بکّا رہ گیا! ماں جی نے لکھیا تھا: ''بیٹا! تیرا بھیجیا ہویا پچاس رپیاں کا منی آڈر ملیا۔۔۔تُوں کِتنا آچھا سئے رے۔۔۔!پیسے بھیجن میں تو جماں ئیں آلکس کونی کردا۔'' میں گھنئے دنیاں تک یُووَئے سوچدا رہیا اَک، ماں جی دھورے پیسے بھیجے، تو بھیجے کِس نے؟ تھوڑے دِنیاں پاچھے، ایک اور کھت ملیا۔ بینگی ٹیڈی لکھائی میں لکھیا ہوئیا، ٹوٹی ہوئی مُسکلاں گیلے ۔۔۔ [illegible]

اَر اکتالیس رپیئے آپنے دھورے تے مِلا کے، مَنّے تھاری ماں جی دھورے منی آڈر بھیج دیا سئے۔تُوں پھکر نہ کریئے، ماں تو ساریاں کی ایکےسی ہووَے سئے نا! وا کیوں بُوکھی رہوَے۔۔؟ (تیرا گوجّی کاٹنیا)"

فرہنگ

مَنّے = مجھے	گوجّی = جیب
گھالیا = ڈالا	کے = کیا
اَر = اور	کانی = کی طرف
سئے = ہے	اِبّے = ابھی، اس وقت
کونی سکدا = نہیں سکتا	نیوں بی = یوں بھی
گھنی بڈی = زیادہ بڑی	کھاتر = خاطر
کچھ دناں پاچھے = کچھ دنوں بعد	کھت = خط
پڈھن تے پہلاں = پڑھنے سے پہلے	جرُور = ضرور
جماں بی = بالکل بھی	یُووئے سوچدا رہیا = یہی سوچتا رہا
اَک = کہ	دھورے = پاس، قریب
آلکس = سستی، غفلت، کاہلی	بینگی ٹیڈی = آڑی ترچھی
مُسکِلاں گیلے = مشکلوں سے	ایکےسی = ایک ہی جیسی

گوجّی کاٹنیا = جیب کترا

نوہرہ

رانا شوکت علی چوہان (صدر نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

رانا سعید احمد

(سینئر نائب صدر نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ

رانا سخاوت علی خاں

(جنرل سیکرٹری نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

چودھری آصف سعید خاں ایڈووکیٹ

(فنانس سیکرٹری نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

ڈاکٹر رانا شاذب خاں

(نائب صدر نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

رانا ظفریاب خاں

(نائب صدر نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

رانا ذیشان خاں

(نائب صدر نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

رانا سیف اللہ

(جوائنٹ سیکرٹری نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

رانا طارق چوہان

(نائب صدر نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

نوہرہ

نوہرہ تنظیم پاکستان کی ضلعی تنظیم سازی کا سلسلہ 2019ء کے آخر میں شروع کیا گیا اور تمام اضلاع کے ممبران میں سے خانیوال کو اعزاز ہے کہ خانیوال پہلا ضلع تھا جس سے تنظیم سازی کی شروعات کی گئیں، اکتوبر میں آفیسر کلب میں ایک تقریب کا انعقاد کیا گیا، خانیوال کے آرگنائزر اور جوائنٹ سیکرٹری نوہرہ پاکستان وقار شاکر راؤ میزبان تھے۔ چیئرمین نوہرہ پاکستان رانا تصویر احمد صاحب، چیف آرگنائزر نوہرہ پاکستان رانا جمشید علی خاں، ڈپٹی سیکرٹری جنرل و آرگنائزر نوہرہ تنظیم پاکستان رانا اکبر علی چوہان، جوائنٹ سیکرٹری نوہرہ پاکستان وقار شاکر راؤ نے مرکز کی طرف سے نمائندگی کی، تمام مرکزی قائدین نے خطاب کیا، سٹیج سیکرٹری رانا اکبر چوہان تھے، چیف آرگنائزر نوہرہ اور چیئرمین نوہرہ پاکستان نے نامزد عہدیداروں سے حلف لیا، جس میں راؤ یاسر خاں کو صدر ضلع خانیوال۔

تحریر: رانا مختار احمد
صدر راجپوت کمیونٹی دوبئی

راؤ محمد اکرام نائب صدر

راؤ فرمان علی سینئر نائب صدر

وقار شاکر راؤ آرگنائزر نوہرہ خانیوال

رانا محمد یاسر صدر نوہرہ خانیوال

رانا تصویر احمد چیئرمین نوہرہ

رانا محمد اکرم، نائب صدر

راؤ عبداللطیف سیکرٹری اطلاعات ونشریات

راؤ توقیر احمد ڈپٹی سیکرٹری

رانا محمد امجد، جوائنٹ سیکرٹری

راؤ آصف اقبال، فنانس سیکرٹری

رانا محمد شکیل، نائب صدر

رانا عمران ولد رانا جنگ حسین
جنرل سیکرٹری نوھرہ تنظیم قصور

جمبر کلاں تحصیل پتوکی ضلع قصور انڈیا: گاؤں کھیڑی تحصیل کیتھل ضلع کرنال۔ پیشہ:۔ برانچ منیجر، ملٹی نیشنل کمپنی مانگا منڈی۔ برادری کے لوگوں کو روزگار فراہم کیا۔ نوھرہ تنظیم قصور میں جنرل سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔

چودھری آصف تاج جاٹ ایڈووکیٹ
ولد چودھری تاج محمد جاٹ نائب صدر نوھرہ تنظیم قصور

موصوف کا جاٹ برادری سے تعلق ہے نوھرہ تنظیم قصور میں نائب صدر کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کا انڈیا میں پچھلا گاؤں داوری تحصیل جھجھر ضلع روہتک تھا۔ یہاں پاکستان میں جمبر کلاں تحصیل پتوکی ضلع قصور سے تعلق ہے۔ یہاں پیشے کے لحاظ سے گاؤں کے بڑے زمینداروں میں شمار ہوتے ہیں۔ وکالت لاہور ہائی کورٹ میں کرتے ہیں اور جمبر پریس کلب کے موجود صدر بھی ہیں۔ ہریانوی ماں بولی کے لئے بہت محنت اور لگن سے کام کر رہے ہیں۔

رانا محمد اکرم ولد رانا عبدالشکور

نوھرہ تنظیم قصور کے چیف آرگنائزر کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں ان کا پچھلا گام، روڑھ تحصیل کیتھل ضلع کرنال تھا۔ پاکستان میں جمبر خورد تحصیل پتوکی ضلع قصور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اِن کا اپنا کاروں کا شوروم ہے اور جمبر پریس کلب کے ڈپٹی جنرل سیکرٹری کے عہدے پر فائز ہیں۔

رانا محمد رمضان
نائب صدر نوھرہ تنظیم قصور

رانا محمد اشرف، ضلعی صدر نوھرہ تنظیم قصور

رانا محمد اشرف ولد حاجی رانا دلشاد چوہان۔ صدر نوھرہ تنظیم قصور

موجودہ رہائش:۔ جمبر کلاں تحصیل پتوکی، ضلع قصور
پچھلا گام:۔ کھیڑی تحصیل کیتھل ضلع کرنال

رانا محمد اسحٰق
جوائنٹ سیکرٹری نوھرہ تنظیم قصور

رانا نورالحسن ولد رانا قربان علی
سیکرٹری اطلاعات ونشریات نوھرہ تنظیم قصور

نوھرہ تنظیم قصور کے سیکرٹری اطلاعات و نشریات کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔نوجوان بااخلاق شخصیت کے مالک ہیں۔ ہریانوی کے اُبھرتے ہوئے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین گرافکس ہیں۔اپنا زمیندارہ کرتے ہیں۔ ہریانہ میں تھل،تحصیل کیتھل ضلع کرنال سے ان کے اجداد ہجرت کرنے کے بعد جاگو کی کوٹرادھاکشن ضلع قصور میں آباد ہیں۔

رانا سجاد علی ایڈووکیٹ چونیاں

موصوف کا چوہان راجپوت برادری سے تعلق ہے۔ان کا پچھلا گاؤں ساھا ضلع انبالا تھا۔یہاں پاکستان میں تحصیل چونیاں ضلع قصور سے تعلق ہے۔روزنامہ اسلام کے لئے کورٹ رپورٹر ہیں۔ ہریانوی ماں بولی کے لئے بہت محنت اور لگن سے کام کررہے ہیں۔

رانا محمد ایوب راجپوت ولد رانا محمد یعقوب راجپوت
ایڈیشنل سیکرٹری نوھرہ تنظیم قصور

نوھرہ تنظیم قصور کے ایڈیشنل سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ان کا انڈیا میں پچھلا گاؤں کھیڑی تحصیل کیتھل ضلع کرنال تھا۔یہاں پاکستان میں جمبر خورد تحصیل پتوکی ضلع قصور سے تعلق ہے۔یہاں پیشے کے لحاظ سے رئیل اسٹیٹ کا کام کرتے ہیں۔اور حمزہ لورز یوتھ ونگ پاکستان مسلم لیگ (ن) میں میڈیا کوارڈینیٹر ہیں۔چینل سماء کے نمائندہ اور جمبر پریس کلب کے ممبر ہیں۔ ہریانوی ماں بولی کے لئے بہت محنت اورلگن سے کام کررہے ہیں۔

حاجی انتظار منا، نائب صدر نوھرہ تنظیم قصور

رانا اکرم سنی، چیف آرگنائزر نوھرہ تنظیم قصور

رانا جعفر منج، ڈپٹی جنرل سیکرٹری نوھرہ تنظیم قصور

نوہرہ

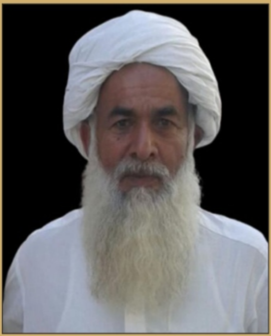

راناشوکت علی چوہان (صدر نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

راناسعیداحمد

(سینئر نائب صدر نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

راناسخاوت علی خاں

(جنرل سیکرٹری نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

چودھری آصف سعید خاں ایڈووکیٹ

(فنانس سیکرٹری نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

ڈاکٹر راناشاذب خاں

(نائب صدر نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

راناظفریاب خاں

(نائب صدر نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

راناذیشان خاں

(نائب صدر نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

راناسیف اللہ

(جوائنٹ سیکرٹری نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

راناطارق چوہان

(نائب صدر نوہرہ تنظیم گوجرانوالہ)

نوھرہ پبلی کیشنز نے شائع کیا

نوھرہ پبلی کیشنز پاکستان

تصویر محل۔ یونیورسٹی روڈ ملتان پاکستان
0331-6031567
www.nohrapakistan.org